

DATA ENTERED

الصَّلَاةُ مَعْرَاجُ الْمُؤْمِنِينَ

نماز مومنوں کی معراج ہے

معراج المؤمنین

جسمیں

نماز، تلاوت، وضو، دعاء، ذکر، کلمہ طیبہ، سورۃ فاتحہ، درود شریف،
اور اسمائے حسنیٰ وغیرہ کے فضائل اور آداب و اسرار، کلام اللہ، احادیث
نبویٰ اور علمائے ظاہر و باطن کے اقوال کی رو سے بیان کئے گئے ہیں۔

نیز

ہر موضوع سے متعلق تصوف کی نادر و مکند پایہ تصانیف سے اقتباسات
نقل کئے ہیں



ہستم: محمد حلیمی

شعاع ادب لاہور

جلد دائمی حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

✓ ۲۹۷۷۵۳
م ۱۰ م
۹۱۱۷ ۶/۱

ایک ہزار

باراقل

محمد حلیم

ناشر

۱۹۶۰ء

ساتھ سات روپے

قیمت :-

معراج المؤمنين

Fayyaz university

— Lahore —
Fazlulaw.

مجلس

مجلس

مجلس

مجلس



وَالسُّجُودِ وَالْقُرْبِ

سجده کر اور اللہ کا قرب حاصل کر

سورۃ علق، آیت ۱۹

Punjab University
Lahore

حرفِ اول

اسلامی عبادات میں صلوٰۃ یا نماز کو ایک ممتاز مقام حاصل ہے۔ قرآن حکیم میں نماز کی فرضیت متعدد جگہ بیان کی گئی ہے جس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ نماز اسلام کا ستون ہے۔

صلوٰۃ کے آداب و فضائل پر بیسیوں تصانیف موجود ہیں جو اپنے اپنے طرزِ افادیت میں جداگانہ اہمیت کی حامل ہیں۔ یہ حین و جہل انتخاب انہی کتب کی مدد سے عمل میں آیا ہے اور اس میں یہ بات تو نظر رکھی گئی ہے کہ نماز اور اس کے متعلقات پر کچھ مفید مطلب مواد جمع کر دیا جائے تاکہ عامۃ المسلمین مستفید ہو سکیں۔

اُردو میں اس نوعیت کی اور بھی تالیفات معرض اشاعت میں آئی ہیں لیکن اس مجموعہ کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبویؐ کے ساتھ ساتھ علمائے اُمت اور صوفیائے کرام کے اقوال و ارشادات بھی جمع کئے گئے ہیں اور تصوف کی بعض مشہور و مستند تصانیف سے طویل اقتباسات نقل کئے ہیں۔ نماز کے علاوہ دیگر ضمنی موضوعات میں تقویٰ، ختمِ نبوت، اسمائے حسنیٰ اور ذکر وغیرہ کے فضائل نہایت اہم ہیں لہذا ان پر بھی صوفیائے کبار کی کتب سے مناسب اقتباسات پیش کئے ہیں۔ طالبانِ حق کے لئے نماز کے ظاہری و باطنی محاسن کا صحیح علم ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے بصیرتِ خاص حاصل ہوتی ہے اور

نماز صحیح معنوں میں معراج المومن کے لقب کی مستحق ہو سکتی ہے لَاحِصَلَةُ اِلاَّ
بِحَضُورِ الْقَلْبِ۔

امید ہے کہ قارئین کرام خُذْ مَا صَفَا سے کام لیتے ہوئے اس تالیف
کے مطالب سے کما حقہ استفادہ کریں گے اور مؤلف کو دُعا سے خیر سے یاد فرمائیں۔

مؤلف

”چوں نماز معراج مومن است در آخر نماز کلماتیکہ آن سرور علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام
در شب معراج بہ آن کلمات مشرف شدہ بود خواندن فرمود پس مصلی را باید کہ نماز
را معراج خود سازد و نہایت قُرب در نماز جوید“

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	قرآن عظیم کی فضیلت	۵
	اقتباس از المعتقد فی المعتقد علامہ شیخ شہب الدین تورپتیؒ	۷
	فن تفسیر	۱۷
	تلاوت و ترتیل کے معنی	۲۰
	آداب تلاوت داربعین امام غزالیؒ	۲۲
۲	نماز کے فضائل	۳۵
	ارکان نماز	۵۹
	✓ رکعات نماز	۷۲
	✓ اوقات نماز	۷۸
	جماعت کی فضیلت	۸۶
	ترک جماعت پر عتاب	۹۸

ترک نماز پر وعید اور عتاب

۱۰۱

خشوع و خضوع

۱۱۶

نماز کے متعلق پالیس حدیثیں

۱۵۵

اقتباس از اربعین (امام محمد غزالیؒ)

۱۶۰

وضو کی فضیلت

۱۶۷

سورہ فاتحہ کی فضیلت

۱۷۳

اقتباس از انسان کامل (سید عبدالکریم جلیؒ)

۱۸۴

کلمہ طیبہ کے فضائل

۱۹۳

تعوذ کی فضیلت

۲۱۳

بسم اللہ کی فضیلت

۲۱۴

درود شریف کے فضائل

۲۱۷

دعا کی فضیلت

۲۳۷

دعا کے آداب

۱۴۹

اقتباس از الداء والدوا (حافظ ابن قیم جوزیؒ)

۲۵۰

ذکر کی فضیلت

۲۵۹

لا الہ الا اللہ کے ذکر کی خصوصیت (مرصاد العباد نجم الدین رازیؒ)

۲۷۳

۲۷۷ ۹ اسمائے حسنی کے فضائل (حصین حصین امام محمد بن الجزریؒ)

۱۰ کشف المحجوب (مخدوم سید علی، بھویرکی)

۲۲۱ نماز کا بیان

۱۱ عوارف المعارف (شیخ شہاب الدین سہروردیؒ)

۳۲۹ ۱۔ وضو کے آداب خواصہ صوفیہ

۲۳۵ ۲۔ نماز کی فضیلت اور اس کی بزرگی

۳۲۳ ۳۔ اہل قرب کی نماز کا وصف۔

۳۵۷ ۴۔ نماز کے آداب اور اسرار

۱۲ کتاب الاربعین (امام محمد غزالیؒ)

۳۷۱ ۱۔ اتباع سنت کا بیان

۳۸۰ ۲۔ اخلاص اور صدق کا بیان

۱۳ منہاج العابدین (امام محمد غزالیؒ)

۳۹۳ ۱۔ تقویٰ کا بیان

۴۰۱ ۲۔ اعمال خیر کا بیان

مرصاد العباد (خواجہ نجم الدین گبرلی رازی)

- ۱۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم نبوت کا بیان ۲۱۵
 ۲۔ قانون شریعت کے مطابق انسانی قالب کی تربیت ۲۲۵

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ
وَالسَّلَامُ عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَالِهِ وَاصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ ط

قرآن عظیم کی فضیلت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل
کرتی ہیں کہ ہر چیز کے لئے کوئی شرافت و افتخار ہوا کرتا ہے جس سے وہ
تفاخر کیا کرتی ہے۔ میری اُمت کی رونق اور افتخار قرآن شریف ہے (عیۃ الاولیاء)
ابن حبان حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیں۔ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تقویٰ کا اہتمام کرو کہ تمام امور کی جڑ ہے۔ میں
نے عرض کیا کہ اس کے ساتھ کچھ اور بھی ارشاد فرمائیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ تلاوت قرآن کا اہتمام کرو کہ دنیا میں یہ نور ہے اور آخرت میں ذخیرہ۔

شرح احیاء میں ابو نعیم کی معرفت نقل کیا ہے کہ حضرت باسط نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ذکر کیا کہ جن گھروں میں کلام پاک کی تلاوت کی جاتی ہے وہ مکانات آسمان والوں کے لئے ایسے چمکتے ہیں جیسا کہ زمین والوں کے لئے آسمان پر ستارے۔

ابو حاتم۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں مجتمع ہو کہ تلاوت کلام پاک اور اس کا ورد نہیں کرتی مگر ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے۔ لہذا رحمت ان کو گھیر لیتے ہیں اور حق تعالیٰ شانہ ان کا ذکر ملائکہ کی مجلس میں فرماتے ہیں۔

منکثر سکینہ کا نازل ہونا متفقہ روایات میں وارد ہوا ہے اس کے مصداق میں مشائخ حدیث کے چند قول ہیں لیکن ان میں کوئی ایسا اختلاف نہیں کہ جس سے آپس میں کچھ تعارض ہو بلکہ سب کا مجموعہ بھی مراد ہو سکتا ہے۔ حضرت علیؑ سے سکینہ کی یہ تفسیر نقل کی گئی ہے کہ وہ ایک خاص ہوا ہے جس کا چہرہ انسان کے چہرہ جیسا ہوتا ہے۔ علامہ سدی سے نقل کیا گیا کہ وہ جنت کے ایک طشت کا نام ہے جو سونے کا ہوتا ہے۔ اس میں انبیاء کے قلوب کو غسل دیا جاتا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ خاص رحمت ہے۔ طبری کی رائے میں اس سے سکون قلب مراد ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ طہانیت مراد ہے بعض نے اس کی

تفسیر و تفسیر کی ہے اور کسی نے ملائکہ سے۔ کلام اللہ شریف میں ارشاد ہے
 فَاتَّخَذَ اللَّهُ سَكِينَةً عَلَيْهِ دُوسری جگہ ارشاد ہے هُوَ الَّذِي
 أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ۔ ایک جگہ ارشاد ہے فِيهِ
 سَكِينَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ۔ غرض متعدد آیات میں اس کا ذکر ہے اور احادیث
 میں متعدد روایات میں اس کی بشارت فرمائی گئی ہے۔

ملائکہ کا ذکر صاف بھی متعدد روایات میں وارد ہوا ہے۔ انس بن حنفیہ
 کا مفصل قصہ کتب حدیث میں آتا ہے کہ انہوں نے تلاوت کرتے ہوئے اپنے
 اوپر ایک ابرسا چھایا ہوا محسوس کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ملائکہ
 تھے جو قرآن شریف سننے کیلئے آئے تھے۔ ملائکہ از دحام کی وجہ سے ابرسا معلوم
 ہوتے تھے۔ ایک صحابی کو ایک مرتبہ ابرسا محسوس ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا کہ یہ سکینہ تھا یعنی رحمت جو قرآن شریف کی وجہ سے نازل ہوتی تھی۔ مسلم شریف
 میں یہ حدیث زیادہ مفصل آئی ہے جس میں اور بھی مضامین ہیں۔

المعتقد فی الاعتقاد (علامہ شیخ شہاب الدین تورپشٹی) حضرت رسول اکرم صلی اللہ
 علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ قرآن ہے کہ اس کی جانب زوال و انقطاع کو راہ
 نہیں اور وجہ تو اترے کوئی خبر قرآن کے مرتبہ کو نہیں پہنچی۔ بتیں گزر گئیں کہ حق تعالیٰ
 کی یہ آواز خاص و عام کے کانوں میں گونج رہی ہے کہ اے محمد! مخالفین
 سے کہہ دو کہ اگر میں یہ قرآن اپنی طرف سے بنا کر کہتا ہوں تو تم اس
 کے مثل دس سو مرتبے بنا کر لاؤ۔ پھر فرمایا کہ اگر تم سچے ہو تو اس قرآن کے مثل
 ایک ہی سورت بنا لاؤ۔ پھر فرمایا کوئی حدیث تو اس کے مانند لاؤ۔ غرض بار بار

خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے مخالفین کو قرآن کے مثل بنالانے کا چیلنج دیا مگر کسی سے آج تک ایک سورت بھی اس کے مثل نہ بن سکی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا یہ نہایت عظیم الشان معجزہ ہے۔ اس واسطے کہ قریش جو آپ کی قوم تھی اور پہلے پہل انہیں سے خطاب تھا یہ لوگ فصیح و بلیغ اور سخندان لغت تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ پڑھتے تھے اس کے معارف و حقائق کو خوب سمجھتے تھے اور یہی لوگ آپ کی دشمنی میں سب سے زیادہ حسد لیتے اور آپ کی ہلاکت میں سب سے بڑھ کر کوشش کرتے تھے۔ انہوں نے آپ کی محاربت میں بے انتہا مال خرچ کیا اور اپنی جانوں کو خطرے میں ڈالا کہ کسی طرح آپ پر غالب ہوں۔ پھر جب ان سے کہا گیا کہ اس قرآن کی نسبت ایک سورت ہی بنا کر لاؤ تو اس کے جواب سے قریش پہلوتی کہتے تھے اور ان سے ممکن نہ تھا کہ قرآن کے مثل بنا کر لائیں۔ وہ کہا کرتے تھے کہ قرآن سحر اور جادو ہے اور کذب و دروغ ہے۔ اگر ان سے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے قرآن کی ایک چھوٹی سی سورت کا معارضہ ممکن ہوتا تو ناحق اپنی جان و مال کو ہلاکت میں کیوں ڈالتے اور گناہوں کو ششیں آپ کی ہلاکت میں کیوں کرتے؟ اس واسطے کہ بشرط امکان قرآن سے معارضہ کرنا اور اس کے مثل ایک سورت ہی بنالانا اس سے زیادہ آسان ہے کہ بذل مال اور ترک وطن اور مفارقت یار و دیار کی حاجت پڑے۔ پھر جب ان سے قرآن کا مقابلہ نہ ہو سکا اور چھوٹی سی سورت بھی مثل قرآن کے نہ لا سکے، پس یہ اس امر کی برہان قاطع ہے کہ کوئی شخص بھی قرآن کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

اور یہ کہ قرآن کلام خدا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ معجزہ ہے جو قیامت تک باقی رہے گا اور ہرگز ہرگز کسی زمانے میں بھی عربی کے بڑے بڑے عالم و فاضل سے اس کا جواب نہ بن سکے گا، کیونکہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے یہ خطاب کیا تھا اسی طرح یہ خطاب ہمیشہ اور اب بھی تمام دنیا کے فضلاء و علمائے علوم عربیہ و لغت و بلاغہ و ماہرین لغات عرب سے ہے۔ مگر نہ آپ کے زمانے میں قرآن کا جواب ہو سکا اور نہ آپ کے بعد اب تک، باوجودیکہ ہر قرن میں عربی کے بڑے بڑے ماہرین پیدا ہوتے رہے اور انشاء اللہ قیامت تک بھی نہ ہو سکے گا۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر کبیر میں قرآن شریف کو کلام الہی منزل من اللہ اور غیر مخلوق ثابت کرتے ہوئے ان امور کا تذکرہ کیا ہے جن میں فصاحت و بلاغت کا پایا جانا عام طور پر دشوار تسلیم کیا گیا ہے، اور باوجودیکہ قرآن پاک میں اکثر انہی امور کا بیان ہے تاہم اس میں اس درجہ کی فصاحت و بلاغت موجود ہے جس کا مقابلہ فصحا و بلغائے عرب میں سے کوئی بھی نہ کر سکا۔ فاضل موصوف نے ان امور کے ساتھ ان باتوں کو بھی بیان کیا ہے جن میں فصاحت کا پایا جانا ضروری ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ ہر شخص کی طبیعت کسی ایک یا خاص مضمون کے لکھنے پر قادر ہوتی ہے۔ اگر اسے چھوڑ کر وہ پاہے کہ دوسرا مضمون اس عمدگی سے لکھ سکے تو ممکن نہیں۔ اور ایک بات یہ ہے کہ ہر شخص کے کلام میں صرف چند شعر یا متعدد فقرات دلچسپ ہوتے ہیں نہ سب کے سب، اور قرآن کریم ان جملہ محفصات سے علیحدہ ہے۔ باوجود اس کے فصاحت اور

حسن بیان کے ایسے درجہ بلند پر ہے کہ طاثر عقل و خرد اس کی پرواز سے عاجز رہے۔

امام رازیؒ نے ان امور کو سات قسموں میں تقسیم کیا ہے۔

پہلا امر یہ ہے کہ عرب کی فصاحت اکثر مشاہدات کے وصف میں ہوتی ہے جیسے اونٹ، گھوڑے، لوٹری، بادشاہ، ضرب، طعنہ وغیرہ کی تعریف کرتا یا حرب اور غارت کا وصف بیان کرتا اور قرآن شریف میں ان اشیاء میں سے کسی شے کا ذکر نہیں ہے۔ تو چاہیے تھا کہ اس میں وہ فصاحت نہ پائی جاتی جس پر اہل عرب نے اپنے کلام میں اتفاق کیا ہے۔ حالانکہ باوجود عدم ذکر اشیاء مذکورہ کے قرآن میں اس درجہ فصاحت ہے کہ اس سے بالاتر تصور نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ یہ کلام الہی ہے، غیر مخلوق ہے اور کلام بشر نہیں۔

دوسرا امر یہ کہ اللہ جل شانہ نے تمام قرآن کریم میں طریق صدق کی رعایت کی ہے اور وہ کذب سے بالکل پاک ہے اور جس شاعر نے کذب کو ترک اور سچائی کو لازم کر لیا تو اس کا شعر فصاحت کے مرتبہ سے گرجاتا ہے اور کچھ حثید نہیں ہوتا۔ دیکھو بلید ابن ربیعہ اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہما جب اسلام لے آئے تو ان کے اشعار مرتبہ فصاحت سے گر پڑے اور اسلامی شعر جہاں اشعار کی سی جودت سے غالی ہو گئے، اور اللہ تعالیٰ کا کلام باوجودیکہ جھوٹ سے بالکل پاک ہے اور حقیقت ہی کا بیان ہے تاہم جیسا تم دیکھتے ہو وہ ہر طرح فصیح ہے۔

تیسرا امر یہ کہ کلام فصیح اور شعر فصیح کسی قصیدہ میں سبکدول شعروں میں سے

صرف ایک یا دو جملوں میں پایا جاتا ہے۔ باقی کلام اس درجہ کا نہیں ہوتا۔
اور قرآن کی یہ شان نہیں ہے۔ وہ تمام تر اس مرتبہ کا فصیح و اقیح ہوا ہے
کہ تمام مخلوق اس کا مثل لانے سے اُسی طرح عاجز ہے جس طرح اس کے
ایک جملہ کے مقابلہ سے۔

چوتھا امر یہ کہ جو شخص کسی چیز کی تعریف میں کوئی فصاحت آگین شعر کہتا
ہے تو جب ایسی چیز کی تعریف کو مکرر بیان کرتا ہے اُس وقت اس شے کی
تعریف میں اُس کا کلام ثانی مثل کلام اول کے نہیں ہوتا اور قرآن میں کثرت سے
تکرار موجود ہے باوجود اس کے وہ سارے سارے کا سارا فصیح ہے اور اس میں کوئی
تفاوت ظاہر نہیں ہوتا۔

پانچواں امر یہ کہ قرآن پاک میں وجوبِ عبادت، تحریمِ قباہت اور ترغیب
مکالمِ اخلاق اور ترکِ دنیا اور اختیارِ آخرت کے بیان پر اقتصار کیا گیا ہے اور اس
قسم کے کلمات میں فصاحت کم پائی جاتی ہے، لیکن کلامِ الہی باوجود تذکارِ ان امور
کے ویسا ہی فصاحت سے بھرا ہوا ہے۔

چھٹا امر یہ کہ کہا جاتا ہے کہ امراؤ اقیس شاعر کا شعر طرب و عیش کا بیان کرنے
اور عورتوں کا ذکر کرنے اور گھوڑوں کی صفت میں اچھا ہوتا تھا اور نالغہ کا کلام خوف و
ترہیب کے ذکر میں فصیح مانا گیا ہے۔ اور اعلیٰ طلبِ شراب اور نیرِ شراب کی
صفت میں کمال رکھتا تھا۔ اور زہرِ کبریٰ چیز کی ترغیب دلانے اور اُمید دلانے
کو خوب لکھتا تھا۔ غرض یہ ہے کہ ہر ایک شاعر کا کلام ایک خاص بات اور
مخصوص فن کے بیان میں مستحسن ہوتا تھا۔ اس خصوصیت کو چھوڑ کر اگر وہ دوسری

بات کہتا تھا تو اس کا کلام نہایت ضعیف ہو جاتا تھا۔ لیکن قرآن تمام فیوض کے بیان میں غایت نصاحت پر واقع ہوا ہے۔

ساتواں امر یہ ہے کہ قرآن پاک تمام علوم کی اصل ہے۔ علم کلام تمام قرآن میں ہے اور علم فقہ بھی تمام قرآن ہی سے ماخوذ ہے اور اسی طرح علم اصول فقہ، علم نحو، علم لغت، علم زہد فی الدنیا، علم اخبار آخرت، علم استعمال مکالم اخلاق تمام تر قرآن کریم سے مستخرج ہے۔ قرآن شریف میں سب سے بڑی بات جو سب کے نزدیک مسلم ہے اور اس کا سب سے بڑا معجزہ جس سے کسی کو انکار نہیں یہ ہے کہ وہ قیامت تک باقی رہنے والا اور کبھی نہ فنا ہونے والا ہے۔

خدا تعالیٰ نے اپنے پاک رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایسا ہی وعدہ کیا ہے، چنانچہ مولانا روم قدس سرہ فرماتے ہیں۔

مصطفیٰ را دودہ کرد الطاف حق گمیری تو سیر و ایں سبق

تا قیامت باقیش داریم ما تو ترس از نسخ دیں اے مصطفیٰ

پھر قرآن حکیم میں یہ کتنی بڑی خصوصیت ہے کہ اس کو ہر شخص اپنی استعداد علمی کے موافق پڑھتا سمجھتا اور اس سے دینی اور دنیوی مطالب بوجہ اطمینان قلب حاصل کرتا ہے خواہ بڑے سے بڑا عالم مجید ہو یا چھوٹے سے چھوٹا طفل مکتب۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

حرف قرآن را دران کو طہراست زیرِ ظاہر باطنی ہم قاہراست

زیرِ آں باطن یکے لہنِ دگر خیرہ گردد اندر و عقل بشر

زیرِ آں باطن یکے بطنِ سوم کہ درو گردد خرد و جسم سلم
 بطنِ چارم از بنی خود کس ندید جز خدائے بے نظیر و بے ندید
 ہمچنین نامت بطنِ اسے ذوالکرم می شمر تو زین حدیث مستم
 جمع الفوائد حضرت واثقہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
 سے نقل کیا ہے کہ مجھے تو رات کے بدلے میں سب سے طویل الی ہیں اور زبور کے بدلے
 میں شہید اور انجیل کے بدلے میں مثنیٰ اور مفصل میرے ساتھ مخصوص ہیں۔
 مکتبہ کلام پاک کی اول سات سورتیں طویل کہلاتی ہیں۔ اس کے بعد
 کی گیارہ سورتیں مسین کہلاتی ہیں۔ اس کے بعد ۲۰ سورتیں مثنیٰ اور
 اس کے بعد ختم قرآن تک مفصل۔ یہ مشہور قول ہے بعض بعض سورتوں میں اختلاف
 بھی ہے کہ یہ طویل میں داخل ہیں یا مشین میں، اسی طرح مثنیٰ میں داخل ہیں یا مفصل
 میں، مگر حدیث شریف کے مطلب و مقصود میں اس اختلاف سے کوئی فرق نہیں
 آتا۔ مقصد یہ ہے کہ جس قدر کتب مشہورہ سماویہ پہلے نازل ہوئی ہیں ان سب
 کی نظیر قرآن شریف میں موجود ہے اور ان کے علاوہ مفصل اس کلام پاک میں
 مخصوص ہے جس کی مثال پہلی کتابوں میں نہیں ملتی۔

حصن حصین۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قرآن مجید
 پڑھا کر وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کا شفیع بن کر آئے گا۔ (مسلم)
 حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے قرآن شریف سیکھو اور اسے پڑھو
 کیونکہ قرآن مجید سیکھ کر پڑھنے اور اس پر عمل کرنے والے کی مثال اس مشک کی
 بھری ہوئی تھیلی کی سی ہے جس کی خوشبو ہر جگہ پہنچتی ہے اور اس شخص کی مثال جو

قرآن شریف سیکھتا ہے مگر عمل نہیں کرتا حالانکہ وہ اس کے دل میں ہے اس
شک کی تیسری جیسی ہے جس کے اندر شک تو ہے مگر اس کا منہ بند ہے۔
(ترمذی)

بخاری شریف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ قرآن کا اہران ملائکہ کے ساتھ ہے جو میر غشی میں اور
نیک کار میں عا در جو شخص قرآن شریف کو آٹک آٹک کر پڑھتا ہے اور اس میں
دقت اٹھاتا ہے اس کو دو ہراجر ہے۔

علامہ قاری نے لہرائی اور بیہقی کی روایت سے نقل کیا ہے کہ جو شخص
قرآن شریف پڑھتا ہے اور وہ یاد نہیں ہوتا تو اس کے لئے دو ہراجر ہے اور
جو اس کو یاد کرنے کی تمنا کرتا رہے لیکن یاد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا مگر وہ
پڑھنا بھی نہیں چھوڑتا تو حق تعالیٰ شانہ اس کا حشر حفاظ ہی کے ساتھ
فرمائے گا۔

ترمذی شریف حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص ایک حرف کتاب اللہ کا پڑھے اس کے
لئے اس حرف کے عوض ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا اجر دس نیکیوں کے برابر ملتا
ہے میں یہ نہیں کہتا کہ سارا کلمہ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے
لام ایک حرف اور میم ایک حرف۔

بیہقی کی روایت ہے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ بسم اللہ ایک حرف ہے بلکہ

ب، س، م علیحدہ علیحدہ حروف مراد ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ
ارشاد منقول ہے کہ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن کو سیکھے اور سکھائے
(ترغیب)

نکتہ کلام پاک چونکہ اصل دین ہے اس کی بقا اور اشاعت ہی پر
دین کا دار و مدار ہے اس لئے اس کے سیکھنے اور سکھانے کا افضل ہونا اظہر من الشمس
ہے، البتہ اس کی انواع مختلف ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا ارشاد حدیث مذکور کی تائید کرتا ہے جو
سعید بن سلیم سے مرسل منقول ہے کہ جو شخص قرآن شریف کو حاصل کر لے اور پھر
کسی دوسرے شخص کو جو کوئی اور چیز عطا کیا گیا ہو اپنے سے افضل سمجھے تو اس نے
حق تعالیٰ شانہ کے اس انعام کی جو اپنے کلام پاک کی وجہ سے اس پر فرمایا ہے
تحقیر کی۔ ایک دوسری حدیث سے ملا علی قاری لے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے
کلام پاک کو حاصل کر لیا اس نے علوم نبوت کو اپنی پیشانی میں جمع کر لیا۔ پہل تشریح
فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ سے محبت کی علامت یہ ہے کہ اس کے کلام پاک
کی محبت قلب میں ہو۔ تشریح احیاء میں ان لوگوں کی فہرست میں جو نیامت کے
ہولناک دن میں عرش کے زیر سایہ رہیں گے ان لوگوں کو شمار کیا ہے جو مسلمانوں کے
بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دیتے ہیں۔ نیز ان لوگوں کو بھی شمار کیا ہے جو بچپن میں
قرآن شریف سیکھتے ہیں اور بڑے ہو کر اس کی تلاوت کا اہتمام کرتے ہیں۔

ابو سعید رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے
کہ حق سبحانہ و تقدس کا یہ فرمان ہے کہ جس شخص کو قرآن شریف کی مشغولی کی وجہ

سے ذکر کرنے اور دعائیں مانگنے کی فرصت نہیں ملتی ہیں اس کو سب دعائیں مانگنے
 والوں سے زیادہ عطا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ شانہ کے کلام کو سب کلاموں پر ایسی
 ہی فضیلت ہے جیسی کہ خود حق تعالیٰ شانہ کو تمام مخلوق پر (شعب الایمان)
 شرح السنۃ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
 سے نقل کرتے ہیں کہ تین چیزیں قیامت کے دن عرش کے نیچے ہوں گی۔ ایک
 کلام پاک کہ جھکڑے گاہندوں سے، قرآن پاک کے لئے ظاہر ہے اور باطن
 دوسری چیز بابت ہے۔ تیسری رشتہ داری کہ جو پکارے گی کہ جس شخص نے مجھ
 کو بلایا اللہ اس کو اپنی رحمت سے بلائے اور جس نے مجھ کو توڑا اللہ اپنی رحمت سے
 اس کو جدا کر دے۔

نکتہ ان چیزوں کے عرش کے نیچے ہونے سے مقصود ان کا کمال
 قرب ہے کلام اللہ شریف کے جھکڑنے کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس کی
 رعایت کی اس کا حق ادا کیا اور اس پر عمل کیا ان کی طرف سے حق سبحانہ کے
 دربار میں جھکڑے گا اور شفاعت کرے گا اور ان کے درجے بلند کرے گا اور
 جن لوگوں نے اس کی حق تلفی کی ہے ان سے اس بارے میں مطالبہ کرے گا کہ
 میری رعایت کی اور میرا حق ادا کیا۔ شرح احیاء میں امام صاحب سے نقل
 کیا ہے کہ سال میں دو مرتبہ ختم کرنا قرآن شریف کا حق ہے۔ قرآن شریف کے ظاہر
 اور باطن ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایک ظاہری معنی میں جن کو ہر شخص سمجھتا ہے اور
 ایک باطنی معنی میں جن کو ہر شخص نہیں سمجھتا جس کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
 اس ارشاد نے اشارہ کیا ہے کہ جو شخص قرآن پاک میں اپنی رائے سے کچھ کہے

اگر وہ مجمع بھی ہو تب بھی اس شخص نے خطا کی۔ بعض مشائخ نے ظاہر سے مراد اس کے الفاظ فرمائے ہیں کہ جن کی تلاوت میں ہر شخص برابر ہے اور باطن سے مراد اس کے معانی اور مطالب ہیں جو حسب استعداد مختلف ہوتے ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر علم چاہتے ہو

فن تفسیر | تو قرآن پاک کے معانی میں غور و فکر کرو کہ اس میں اولین و آخرین کا علم ہے مگر کلام پاک کے معنی کے لئے جو شرائط و آداب ہیں ان کی رعایت ضروری ہے اہل فن نے تفسیر کے لئے پندرہ علوم میں چہارت کا ہونا ضروری قرار دیا ہے۔

اول لغت، جس سے کلام پاک کے مفرد الفاظ کے معنی معلوم ہو جائیں۔
 مجاہد کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو جائز نہیں کہ معرفت لغات عرب کے بغیر کلام پاک میں کچھ لب کشائی کرے اور چند لغات کا معلوم ہو جانا کافی نہیں۔ دوسرے نحو کا جاننا ضروری ہے اس لئے کہ اعراب کے تغیر و تبدل سے معنی بالکل بدل جاتے ہیں اور اعراب کی معرفت نحو پر موقوف ہے۔ تیسرے صرف کا جاننا ضروری ہے اس لئے کہ بنا اور صیغوں کے اختلاف سے معانی بالکل مختلف ہو جاتے ہیں۔ ابن فارس کہتے ہیں کہ جس شخص سے علم صرف فوت ہو گیا اس سے بہت کچھ فوت ہو گیا۔ چوتھے اشتقاق کا جاننا ضروری ہے اس لئے کہ لفظ جب دو مادوں سے مشتق ہو تو اس کے معنی مختلف ہوں گے۔ پانچویں علم معانی کا جاننا ضروری ہے جس سے کلام کی ترکیبیں معانی کے اعتبار سے معلوم ہوتی ہیں۔ چھٹے علم بیان کا جاننا ضروری ہے جس سے کلام کا ظہور و خفا

تشیبہ و کنایہ معلوم ہوتا ہے۔ رسالتوں میں علم بدیع جس سے کلام کی خوبیاں تعبیر کے اعتبار سے معلوم ہوتی ہیں۔ یہ تینوں فن علم بلاغت کہلاتے ہیں اور مفسر کے اہم علوم میں سے ہیں جن کی مدد سے کلام پاک کا اعجاز معلوم ہوتا ہے۔ آٹھویں علم قرأت کا بابتنا بھی ضروری ہے، اس لئے کہ مختلف قرأتوں کی وجہ سے مختلف معنی معلوم ہوتے ہیں اور بعض معنی کی دوسرے معنی پر ترجیح معلوم ہو جاتی ہے۔ نویں علم عقاید کا بابتنا بھی ضروری ہے، اس لئے کہ کلام میں بعض آیات میں تاویل کی ضرورت پڑتی ہے۔ دسویں اصول فقہ کا معلوم ہونا ضروری ہے کہ جن سے وجہ استدلال و استنباط معلوم ہو سکیں۔ گیارھویں اسباب نزول کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے کہ شان نزول سے آیت کے معنی زیادہ واضح ہوں گے اور بسا اوقات اصل معنی کا معلوم ہونا بھی شان نزول پر موقوف ہوتا ہے۔ بارھویں تاریخ و فسوخ کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے۔ تیرھویں علم فقہ کا معلوم ہونا ضروری ہے کہ جزئیات کے احاطہ سے کلیات پہچانے جاسکتے ہیں۔ چودھویں ان احادیث کا بابتنا ضروری ہے جو قرآن پاک کی محل آیات کی تفسیر و شرح ہوتی ہیں۔

ان سب سے بعد چودھواں وہ علم وہی ہے جو حق سبحانہ و تقدس کا عطیہ خاص ہے اور اپنے مخصوص بندوں کو عطا فرماتا ہے جن کی طرف اس حدیث شریف میں اشارہ ہے۔ **مَنْ كَمَلَ بِمَا عَلَّمَهُ وَرَبُّهُ اللَّهُ عَالِمُ مَا لَيْسَ** **بِكَ لَمْ يَبْنِ بِنْدِهِ حَبِ اس چیز پر عمل کرتا ہے جس کو بابتا ہے تو حق تعالیٰ نے** **اِیسی چیزوں کا علم فرماتا ہے۔ جن کو وہ نہیں بابتا۔** **ہی کی طرف حضرت علی کہم اللہ وجہہ نے اشارہ فرمایا جب کہ ان سے دیکھ**

نے پوچھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کچھ خاص علوم عطا فرمائے ہیں، یا خاص وصایا جو عام لوگوں کے علاوہ آپ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات پاک کی جس نے حقیقت بنائی اور جان پیدا کی، اُس فہم کے علاوہ کچھ نہیں ہے جس کو حق تعالیٰ شانہ اپنے کلام پاک کے سمجھنے کے لئے کسی کو عطا فرمائے۔ ابن ابی الدینا کا مقولہ ہے کہ علوم قرآن اور جو اس سے حاصل ہو وہ ایسا سمندر ہے کہ جس کا کنارہ نہیں۔ یہ علوم جو بیان کئے گئے مفسر کے لئے بطور آلہ کے ہیں۔ اگر کوئی شخص ان علوم کی واقفیت کے بغیر تفسیر کرے تو وہ تفسیر بارائے میں داخل ہے جس کی مانعت آتی ہے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے علوم عربیہ طبعاً حاصل تھے اور لقیۃ علوم مشکوٰۃ نبوت سے مستفاد تھے۔ علامہ سیوطیؒ کہتے ہیں کہ شاید تجھے خیال ہو کہ علم وہی کا حاصل کرنا بندہ کی قدرت سے باہر ہے لیکن حقیقت ایسی نہیں بلکہ اس کے حاصل کرنے کا طریقہ ان ابواب کا حاصل کرنا ہے جس پر حق تعالیٰ شانہ اس کو مرتب فرماتے ہیں مثلاً علم پر عمل اور دنیا سے بے رغبتی وغیرہ۔

کیسا بے سعادت میں لکھا ہے کہ قرآن شریف کی تفسیر تین شخصوں پر ظاہر نہیں ہوتی۔ اول وہ جو علوم عربیہ سے واقف نہ ہو۔ دوسرے وہ شخص جو کسی کبیرہ گناہ پر مُصر ہو یا بدعتی ہو کہ اس گناہ اور بدعت کی وجہ سے اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے معرفت قرآن سے قاصر رہتا ہے۔ تیسرے وہ شخص کہ کسی اعتقادی مسئلہ میں ظاہر کا قائل اور کلام اللہ شریف کی جو عبارت اس کے خلاف ہو اس سے اس کی طبیعت اچھٹی ہو، اس شخص کو بھی فہم قرآن سے حصہ نہیں ملتا۔

تلاوت و ترتیل کے معنی | تلاوت کے معنی ہیں کسی کے پیچھے چلنا یا کسی کے فوراً بعد آنا۔ کتاب کی تلاوت

کے معنی کتاب کا مطلب سمجھ سمجھ کر پڑھنا اور کتاب میں لکھے ہوئے حروف کو دیکھ دیکھ کر پڑھنا ہے۔ قرآن مجید کے لئے اس لفظ کا استعمال خاص طور سے ہے۔ اہل کتاب بھی جو تلاوت و انجیل و زبور معنی سمجھ سمجھ کر یا دیکھ دیکھ کر پڑھتے ہیں اس کو بھی تلاوت کہا جاتا ہے۔ قرأت عام ہے اور تلاوت خاص۔ قرآن مجید کی تلاوت یعنی اس کی آیتوں کے معنی اور مطلب سمجھ سمجھ کر پڑھنے کا اور کتاب دیکھ دیکھ کر پڑھنے کا تو از زمانہ نبوی سے آج تک بلا فصل چلا آ رہا ہے۔ اتنی طویل مدت میں کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ دیباچے اسلام میں لاکھوں بلکہ کروڑوں صاحبِ ذوق مسلمان قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف نہ رہے ہوں۔

صحابہ میں قرآن کے حفاظ کی تعداد تقریباً تین سو فی صدی تھی اس لئے وہ لوگ زبانی قرآن پڑھا کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ اعطوا اعینکم حفظہا من القُرآن۔ یعنی قرآن میں جو حصہ تمہاری آنکھوں کا ہے وہ اپنی آنکھوں کو بھی دیا کرو (مسند احمد) اور مشکوٰۃ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قِرَاءَةُ الرَّجُلِ فِي غَيْرِ الْمَصْحَفِ أَلْفُ دَرَجَةٍ وَقِرَاءَتُهُ فِي الْمَصْحَفِ تَصْعَفُ عَلَى أَلْفٍ دَرَجَةٍ یعنی قرآن بلا مصحف کے زبانی پڑھنا ہزار گونہ ثواب کا درجہ رکھتا ہے اور مصحف میں دیکھ کر پڑھنا دو ہزار گونہ ثواب کے درجے تک پہنچ جاتا ہے۔

ترتیل کے متعلق شاہ عبدالعزیز صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنی تفسیر

میں تحریر فرمایا ہے کہ ترتیل لغت میں صاف اور واضح طور سے پڑھنے کو کہتے ہیں۔
 اور شرع شریف میں کسی چیز کی رعایت کے ساتھ تلاوت کرنے کو کہتے ہیں۔ اول
 حرفوں کو صحیح نکالنا یعنی اپنے مخرج سے پڑھنا تاکہ طاقی جگہ تا اور ضاد کی جگہ طانہ
 نکلے۔ دوسرے وقت کی جگہ پر اچھی طرح ٹھہرنا تاکہ وصل اور قطع کلام کا بے محل نہ
 ہو جائے۔ تیسرے حرکتوں میں اشباع کرنا یعنی زیر، زبر، پیش کو اچھی طرح ظاہر
 کرنا۔ چوتھے آواز کو تھوڑا سا بلند کرنا تاکہ کلام پاک کے الفاظ زبان سے نکل کر کانوں
 تک پہنچیں اور وہاں سے دل پر اثر کریں۔ پانچویں آواز کو ایسی طرح درست کرنا
 کہ اس میں درد پیدا ہو جائے اور دل پر جلدی اثر کرے کہ درد والی آواز دل
 پر جلدی اثر کرتی ہے اور اس سے روح کو قوت اور تاثیر زیادہ ہوتا ہے اسی
 وجہ سے اطبائے کہا ہے کہ جس دوا کا اثر دل پر پہنچانا ہو اس کو خوشبو میں ملا کر
 دیا جائے کہ دل اس کو جلدی کھینچتا ہے۔ اور جس دوا کا اثر جگر میں پہنچانا ہو اس
 کو شیرینی میں ملایا جائے کہ جگر مٹھائی کا جاذب ہے چھٹے تشدید اور مد کو اچھی طرح
 ظاہر کیا جائے کہ اس کے اظہار سے کلام پاک میں عظمت ظاہر ہوتی ہے اور تاثیر
 میں اعانت ہوتی ہے۔ ساتویں آیات رحمت و عذاب کا حق ادا کرے یہ سات
 چیزیں ہیں جن کی رعایت ترتیل کہلاتی ہے اور مقصود ان سب سے صرف ایک
 ہے یعنی کلام پاک کا فہم و تدبیر حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے
 پوچھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کلام اللہ شریف کس طرح پڑھتے تھے؟ انہوں نے
 کہا کہ سب حرکتوں کو بڑھاتے تھے یعنی زیر، زبر وغیرہ کو پورا نکالتے تھے اور
 ایک ایک حرف الگ الگ ظاہر ہوتا تھا۔ ترتیل سے پڑھنا مستحب ہے اگرچہ معنی

ادبعین (امام غزالی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری امت کے لئے سب سے بہتر عبادت

آداب تلاوت

کلام اللہ کی تلاوت ہے۔ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو بندہ قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول ہو کر دعا نہیں مانگے سکا میں اس کو بے مانگے اتنا دوں گا کہ مانگنے والوں کو اتنا نہ دوں گا۔

آداب تلاوت قرآن شریف کے ظاہری آداب تین ہیں اول یہ کہ تلاوت کرتے وقت دل میں بھی کلام اللہ کا احترام ہو اور چونکہ ظاہر کو باطن تک اثر پہنچانے میں بہت دخل ہے اس لئے جب ظاہری صورت احترام کی پیدا کی جائے گی تو قلب میں بھی احترام پیدا ہو جائے گا۔ اور ظاہری احترام کی صورت یہ ہے کہ وضو کر کے نہایت سکون کے ساتھ گردن جھکائے ہوئے قبلہ کی طرف منہ کر کے دوڑا نو اس طرح بیٹھو جس طرح استاد کے سامنے بیٹھتے ہیں اور تجوید کے موافق حروف قرآنہ کو بخارج سے نکالو اور ایک حرف کو دوسرے سے علیحدہ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرو۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اگر میں سورہ ایتنا اشتزلنا اور القادعۃ یعنی چھوٹی سورتیں سوچ سمجھ کر تلاوت کروں تو اس سے زیادہ بہتر سمجھتا ہوں کہ سورہ بقرہ اور آل عمران فر فریڈ جاؤں۔ دوم کبھی کبھی تلاوت کی نفسیت کا انتہائی درجہ حاصل کرنے کا شوق تم بھی کیا کرو کیونکہ تم آخرت کی تجارت کے لئے دنیا میں آئے ہو اس لئے جہاں تک ممکن ہو زیادہ نفع کمانے کی کوشش کرو۔ یوں تو تلاوت کلام اللہ سے کسی طرح بھی کیونکر زیادہ بڑھ سکتی ہے ہو یا بیٹھے ہو یا دوڑتے ہو یا بے وضو اور غلویت

میں ہو یا جلوت میں بہر حال نفع ہی نفع ہے مگر بڑا نفع اس میں ہے کہ شب کے وقت مسجد میں بجا انت نماز کلام اللہ پڑھو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جو شخص نماز میں کھڑے ہو کر قرآن شریف پڑھے گا اس کو ہر حرف کے بدلے سو نیکیاں ملیں گی اور نماز میں بیٹھ کر قرآن شریف پڑھنے والے کو پچاس نیکیاں اور نماز کے سوا دوسری حالت میں با وضو تلاوت کرنے والے کو پچیس اور بلا وضو دس نیکیاں ملیں گی اب تم ہی سوچو کہ سو داگر بن کر زیادہ نفع کی حرص کیوں نہ کی جائے سو تم تلاوت کی مقدار کا بھی لحاظ رکھو۔ ادنیٰ درجہ تو یہ ہے کہ ہر مہینہ میں ایک مرتبہ ختم کرو اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ تین دن میں ختم کرو کہ مہینہ بھر میں دس ختم ہوں اور متوسط درجہ یہ ہے کہ ہر مہفتہ پورا قرآن شریف ختم کر لیا کرو۔

تلاوت کلام اللہ کے باطنی آداب پانچ ہیں۔ اول جس طرح حق تعالیٰ کی عظمت و جلال دل میں ہے اسی طرح اس کے کلام کی بھی عظمت قلب میں ہونی چاہیے مثلاً جب اللہ کی گونا گون مخلوقات یعنی عرش و کرسی، لوح و قلم، آسمان و زمین، حیوان و انسان، جنات اور نباتات و جمادات کا تصور کرو گے تو ضرور خیال ہوگا کہ اس عالم کا پیدا کرنے والا وعدہ لا شریک اور نہایت زبردست ایسا نہ ہے کہ اس کی قدرت کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ تمام عالم کی بقا اسی کے فضل و کرم پر موقوف ہے۔ ایسے شاہنشاہ عالیشان کے فرمان واجب الاذعان یعنی قرآن مجید کی کیا وقعت عظمت ہونی چاہیے؟ یاد رکھو کہ جس طرح اس کے الفاظ کو ہاتھ لگانے کے لئے طہارت اور وضو کی ضرورت ہے اسی طرح اس کے معنی کے دل میں لانے کے لئے قلب کی طہارت اور تمام اخلاقی رذیلہ سے پاکی لازم ہے پس جو قلب باطنی

گندگی اور نفسانی نجاست میں آلودہ ہے وہ اس محترم شاہی فرمان کے حقائق کو کب تک سمجھے گا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عکرمہؓ جب قرآن شریف کھولتے تو اکثر بے ہوش ہو جاتے اور فرمایا کرتے تھے کہ "یہ میرے پروردگار علی جلالہ کا کلام ہے" اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے کہ اس نے اپنے با عظمت کلام ازلی کے انوار و تجلیات کو حروف کے لباس میں چھپا کر تمہارے حوالہ کیا ہے ورنہ اس کی نورانی شعاعوں کا کوئی بشر تحمل نہ ہو سکتا۔ دیکھ لو کہ طور عیسا پہاڑ بھی کلام الہی کی تجلیات کا تحمل نہ کر سکا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اگر اللہ پاک موسیٰ علیہ السلام کو نہ سنبھال لیتے تو ان میں بھی حروف اور آواز کے لباس سے مجروح و کلام الہی کے سننے کی طاقت نہ تھی۔ دوم اگر قرآن شریف کے معنی سمجھ سکتے ہو تو کوئی آیت بھی بلا سمجھے تلاوت نہ کرو کیونکہ قرآن جس کا قرآن شریف میں حکم ہے۔ تدبر یعنی غور و فکر اور سمجھنے سوچنے ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ حضرت علی کریم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ اس تلاوت سے کیا نفع جس میں سمجھنے سے واسطہ نہ ہو؟ ختم قرآن کی تعداد بڑھانے کا خیال مت کرو کہ چاہے سمجھو یا نہ سمجھو مگر نام ہو جائے کہ اتنے قرآن شریف ختم کئے۔ یاد رکھو کہ اگر تم سوچ سمجھ کر ایک ہی آیت کو سات بھر پڑھے جاؤ گے تو یہ پچاس قرآن ختم کرنے سے بہتر ہو گا۔ دیکھو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کو بیس مرتبہ دہرایا ہے (ابن عبد البر) اور حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ ایک شب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام رات ایک ہی آیت کو بار بار پڑھا اور وہ آیت یہ تھی اِنَّ تَعَسَىٰ لُكُم بِآٰتِہُمْ عِبَادَتُکُمْ وَاِنَّ تَعَفَّرَ لَكُمْ فَاِنَّکُمْ اَنْتُمْ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ دیا اللہ اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بند

ہیں اور اگر بخش دے تو بیشک توبہ بردست اور حکمت والا ہے حضرت تیم داری
 آیت اَمْرٌ حَبِيبٌ اَلْسِنُیْنَ اَجَلٌ مَّوَدَّ السَّيِّئَاتِ اَلْحَمْدُ لَكَ مَا مَشَبَّ بَارِہٖ پڑھنے
 رہے۔ اور حضرت سعید بن جبیر نے آیت وَ اَمَّا سَادُوْا اَلِیَّوْ حَرَآئِہَا اَلْمُجْدِمُوْنَ
 ہی کو بار بار پڑھنے میں تمام رات ختم کر دی۔ ایک عارف فرماتے ہیں کہ میں ہفتہ میں
 ایک ختم پڑھتا ہوں۔ اور ایک ختم ہر ہفتہ میں اور ایک ایسا ہے کہ جس کو سال بھر
 میں ختم کرتا ہوں اور ایک تلاوت ایسی بھی ہے کہ جس کو تین سال سے شروع کر
 کر رکھا ہے۔ اور اب تک پورا کلام مجید ختم نہیں ہوا۔ یہ فرق ظاہر ہے کہ فکر فہم
 اور غور و تدبیر ہی سے ہوتا ہے کیونکہ انسان کا دل ہر وقت یکساں نہیں رہتا اور
 نہ ہمیشہ مساوی درجہ کے غور و فکر کا عادی ہوتا ہے۔ اس لئے اگر خصوصیت کے ساتھ
 ایک ختم علیحدہ طور پر تم بھی ایسا شروع کر لو جس میں سوچ سمجھ کر تلاوت کی جائے اور
 صرف اسی وقت پڑھا جائے جب کہ قلب نارغ ہونے کی وجہ سے فکر و غور کی
 سکے اور معنی اچھی طرح سمجھ سکے تو بہت اچھا ہے کیونکہ اس صورت میں تلاوت کے
 معمول میں بھی فرق نہ آئے گا اور یہ فضیلت کا درجہ بھی حاصل ہو جائے گا۔ سو تم اس
 فہم اور تدبیر کی حالت مذکورہ میں معرفت الہی کی گوناگوں شاخوں سے پھل اور
 پھول بھی چنتے رہو کیونکہ ہر پھل کے لئے جدا شاخ اور ہر جوہر کے لئے جدا معدن
 ہے کہ جہاں موتی پیدا ہوتے ہیں وہاں تریاق کا تلاش کرنا فضول ہے اور جہاں
 مشک و عود دستیاب ہوتا ہے وہاں موتیوں کی جستجو بے فائدہ ہے۔ اسی طرح
 قرآن شریف کی آیتوں میں جس قسم کا تذکرہ ہو اسی قسم کا عرفان حاصل کرنا چاہیے
 مثلاً جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات و صفات یا افعال کا تذکرہ فرمایا ہے

وہاں سے حق تعالیٰ کی عظمت و جلال کی معرفت حاصل کرو، اور جس جگہ راہ مستقیم
 کی تعلیم مذکور ہو وہاں رحمت و کرم اور فضل و عکبت کی معرفت حاصل کرو اور جہاں
 کافروں کو ہلاک کرنے کا بیان ہو اس جگہ سے حق تعالیٰ کی بے نیازی اور
 غلبہ و تہر کی صفت معلوم کرو اور جن آیتوں میں انبیاء علیہم السلام کے تذکرے ہیں
 وہاں سے اللہ پاک کے لطف و احسان کا علم حاصل کرو۔ غرض جیسا موقع ویسا
 عرفان چہارم قرآن کا مطلب سمجھنے سے جو امور مانع ہیں ان کو جہاں تک ہو
 سکے دفع کر دینا کہ ضعیف الایمان بندوں کے لئے ترخواتِ نفسانی اور وساوس
 شیطانی حجاب بن جاتے ہیں کہ ان کے نفوس دنیوی تعلقات سے وابستہ اور ان
 کے قلوب شک و شبہات میں گرفت ہوتے ہیں اور یہی قلب کے وہ پردے
 ہیں جن کے سبب قرآن پاک کی باریکیاں سمجھ میں نہیں آسکتیں لہذا ان کے اٹھانے
 کی کوشش ہونی چاہیئے، اور جن لوگوں کا ایمان قوی ہو جاتا ہے کہ خدا کی محبت
 ان کے قلب میں پیدا ہو اور ان کو طاعت میں لذت آنے لگتی ہے اُن پر
 بھی قلبی وساوس اپنا اثر کرتے ہیں مثلاً نماز کی حالت میں ان کا دل اس طرف
 متوجہ ہو جاتا ہے کہ ہماری نیت کیسی ہے؟ اور جو غلوں شروع نماز کے وقت
 تھا وہ اب بھی قائم ہے یا نہیں؟ یا مثلاً حروف کے مخارج سے ادا ہونے
 میں شبہ پڑتا ہے اور آیت کو اسی نیت سے بار بار دہراتے ہیں حالانکہ قلب
 کے لئے یہ بھی محاب ہے کہ چونکہ حروف اور الفاظ کی درستی کے پیچھے پڑ جانا
 اور مخارج حروف یعنی دانتوں، ہونٹوں، نالہ اور حلق کی طرف مشغول ہونا کہ
 یہ حرف کہاں سے نکلا اور ٹھیک نکلا یا نہیں نکلا؟ ان کا کام نہیں جن کو

عالم علوی کی سیرو سیاحت اور ملکوتی امور کا مشاہدہ کرنا منظور ہے۔ پنجم۔ آیات
 کلام الہی سے صرت تجلیات اور معرفت الہی کے حاصل کرنے پر اکتفا نہ کرو بلکہ
 اس کے ساتھ حالت اور اثر بھی ظاہر ہونا چاہیے مثلاً اگر ایسی آیت پڑھو جس
 میں رحمت کا ذکر اور مغفرت کا وعدہ ہو تو جسم پر خوشی اور مسرت کی حالت پیدا ہو
 جائے اور غیظ و غضب اور عذاب الہی کا تذکرہ ہو تو تمہارا بدن لرزے لگے۔ اور
 حق تعالیٰ کا نام آئے یا اس کی عظمت و جلال کا ذکر ہو تو جھکے جاؤ اور
 ذلت اختیار کرو کہ گویا جلال خداوندی کے مشاہدہ سے نیست و نابود ہو گئے
 جاتے ہو۔ اور اگر کافروں کی اس خرافات کا بیان ہو جو انہوں نے حق تعالیٰ
 پر بہتان باندھے ہیں مثلاً مخلوق ہیں سے کسی کو نعوذ باللہ خدا کا بیٹا یا بیٹی یا
 بیوی بتایا ہے تو اس کی نقل سے بھی شرابو اور ایسی آیت کی تلاوت میں اپنی
 آوازوں کو پست کر دو کہ گویا ان کے الفاظ کا اپنی زبان پر لانا بھی گہاں گزرتا ہے
 غرض جس آیت میں جیسا مضمون ہو اس کے مطابق ایک خاص حالت اور
 جسم پر وہی اثر ظاہر ہو جانا چاہیے کہ خوف کے وقت آنکھوں سے آنسو بہنے
 لگیں اور شرم کے وقت پیشانی پر پسینہ آجائے اور ہیبت کے وقت رونگٹے
 کھڑے ہو جائیں، کپکپی چھوٹے اور مژدہ بشارت کے وقت آواز و زبان اور
 تمام اعضا میں انبساط و بشارت پیدا ہو جائے۔

نہائی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا
 ارشاد نقل کیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کے لئے لوگوں میں سے بعض لوگ خاص گھر
 کے لوگ ہیں صحابہ نے عرض کیا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا کہ قرآن شریف ولے

کہ وہ اللہ کے اہل ہیں اور خواص۔

ابن حبان رحمہ اللہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ تم لوگ اللہ جل شانہ کی طرف رجوع اور اس کے یہاں تقرب اس چیز سے بڑھ کر کسی اور چیز سے حاصل نہیں کر سکتے جو خود حق سبحانہ سے نکلی ہے یعنی قرآن پاک۔

امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ میں نے حق تعالیٰ شانہ کی خواب میں زیارت کی تو پوچھا کہ سب سے بہتر چیز جس سے آپ کے دربار میں تقرب ہو کیا چیز ہے۔ ارشاد ہوا کہ احمد میرا کلام ہے۔ میں نے عرض کیا کہ سمجھ کر یا بلا سمجھے۔ ارشاد ہوا کہ سمجھ کر پڑھے یا بلا سمجھے دونوں طرح موجب تقرب ہے۔

مسند خادھی۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساری زمین، سائر آسمانوں اور تمام کائنات کی مخلوق سے بھی زیادہ پیارا ہے جس گھر میں قرآن شریف پڑھا جائے گا تو گویا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس گھر میں وعظ فرما رہے ہیں۔ اور جو شخص قرآن مجید سن رہا ہے وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ سن رہا ہے۔ اور جو شخص قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہے وہ حضور رب العالمین سے ہمکلامی کر رہا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ نماز میں قرآن شریف کی تلاوت بغیر نماز کی تلاوت سے افضل ہے اور بغیر نماز کی تلاوت تسبیح و تکبیر سے افضل ہے اور تسبیح صدقہ سے افضل ہے اور صدقہ روزہ سے افضل ہے اور روزہ بچاؤ سے آگ سے۔

احیاء میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے نماز میں کھڑے ہو کر کلام پاک پڑھا اس کو ہر حرف پر سونکیاں ملیں گی اور جس شخص نے نمازیں بیٹھ کر پڑھا اس کے لئے پچاس نیکیاں، اور جس نے بغیر نماز کے وضو کے ساتھ پڑھا اس کے لئے پچیس نیکیاں اور جس نے بلا وضو پڑھا اس کے لئے دس نیکیاں، اور جو شخص پڑھے نہیں بلکہ پڑھنے والے کی طرف کان لگا کر سنے اس کے لئے بھی ہر حرف کے بدلے ایک نیکی۔

شعب الایمان۔ اوس ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ کلام اللہ شریف کا حفظ پڑھنا ہزار درجہ ثواب رکھتا ہے اور قرآن پاک میں دیکھ کر پڑھنا دو ہزار تک بڑھ جاتا ہے۔

شروح احیاء میں عمرو بن میمون نے نقل کیا ہے کہ جو شخص صبح کی نماز پڑھ کر قرآن شریف کھولے اور بقدر تنوایت کے پڑھ لے تمام دنیا کی بقدر اس کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ قرآن شریف کا دیکھ کر پڑھنا نگاہ کے لئے مفید بتلایا جاتا ہے۔ ابو عبیدہ نے حدیث مسلسل نقل کی ہے جس میں ہر راوی نے کہا ہے کہ مجھے آنکھوں کی شکایت تھی تو استاد نے قرآن شریف دیکھ کر پڑھنے کو بتلایا۔ حضرت امام شافعیؒ بسا اوقات عشاء کے بعد قرآن شریف کھولتے تھے اور صبح کی نماز کے وقت بند کرتے تھے۔

شعب الایمان حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ دوں کو بھی رنگ لگ جاتا ہے۔ پوچھا گیا کہ حضور ان کی صفائی کی کیا صورت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ موت کو اکثر یاد کرنا اور قرآن پاک

کی خدمت کرنا۔ یہ سب باتیں اس کے لئے لکھی گئی ہیں۔

نکستہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نقطہ اس قلب میں پڑ جاتا ہے۔ اگر وہ سچی توبہ کر لیتا ہے تو وہ نقطہ زائل ہو جاتا ہے اور اگر وہ دہرا گناہ کر لیتا ہے تو وہ دوسرا نقطہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر گناہوں میں بڑھتا رہتا ہے تو جلد ہ شدہ ان نقطوں کی کثرت سے دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے۔ پھر اس قلب میں خیر کی طرف رغبت ہی نہیں رہتی بلکہ شر ہی کی طرف مائل ہوتا ہے۔

قرآن پاک کی اس آیت میں اسی کی طرف اشارہ ہے: **حَقْلًا بَلَّغَ رَانَ** عَلٰی قُلُوبِهِمْ مَّا كَانُوا يَكْفُرُونَ **وَسَبَّ ثَلَاثَ اَنْ كَلَّوْبِ پَرَانِ كِی** بَدَا عَمَالِیْہُمْ لَہٗ زَنَکَ جَمَادِیَا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص نے قرآن پڑھا، پھر اس کو حفظ یاد کیا اور اس کے حلال کو حلال جانا اور حرام کو حرام، حتیٰ تعالیٰ شانہ اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے اور اس کے گھرانے میں سے دس آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول فرمائیں گے۔ **لَہٗ تِسْمَ وَاجِبٌ ہُوَ چکی ہے ستر تندی**

مسند شریف حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص کے قلب میں قرآن شریف کا کوئی حصہ بھی محفوظ نہیں وہ ہرگز ویران گھر کے ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس گھر میں کلام مجید

پڑھا جاتا ہے اس کے اہل و عیال کثیر ہوجاتے ہیں اس میں خیر و برکت پڑھ جاتی ہے۔ ملائکہ اس میں نازل ہوتے ہیں اور شیاطین اس گھر سے نکل جاتے ہیں۔ اور جس گھر میں تلاوت نہیں ہوتی اس میں تنگی اور بے برکتی ہوتی ہے۔ ملائکہ اس گھر سے چلے جاتے ہیں، شیاطین اس میں گھس جاتے ہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور بعض لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ غالی گھر وہی ہے جس میں تلاوت قرآن شریف نہ ہوتی ہو۔

اجنہ المدنیہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ روزہ اور قرآن شریف دونوں بندہ کے لئے شفاعت کرتے ہیں۔ روزہ عرض کرتا ہے کہ یا اللہ میں نے اس کو دن میں کھانے پینے سے روک رکھا میری شفاعت قبول کیجئے اور قرآن شریف کہتا ہے کہ یا اللہ میں نے رات کو اس کو سونے سے روکا میری شفاعت قبول کیجئے۔ پس دونوں کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔

ترغیب میں الطعام والشراب کا لفظ ہے جس کا ترجمہ کیا گیا حاکم میں شراب کی جگہ شہوات کا لفظ ہے۔ یعنی میں نے روزہ دار کو دن میں کھانے اور خواہشات نفسانیہ سے روکا۔ اس میں اشارہ ہے کہ روزہ دار کو خواہشات نفسانیہ سے جدار ہونا چاہیئے اگرچہ وہ جائز ہوں۔ نیز اس حدیث شریف میں اشارہ ہے کہ کلام اللہ شریف کے حفظ کا مقصد یہ ہے کہ رات کو نوافل میں اس کی تلاوت بھی کرے۔ خود کلام پاک میں مقتد جگہ اس کی ترغیب نازل ہوئی۔ ایک جگہ ارشاد ہے یَسْتَدِثُّ اَنْبَاَ اللّٰہِ الْغَیْبِ وَهُوَ یُجِدُّوْنَہ

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بعض مرتبہ تلاوت کرتے ہوئے تمام تمام رات گزر جاتی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بعض مرتبہ وتر کی ایک رکعت میں وہ تمام قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ اسی طرح عبداللہ بن الزبیر بھی ایک رات میں تمام قرآن شریف پورا فرمایا کرتے تھے۔ سعید بن جبیر نے دور رکعت میں کعبہ کے اندر تمام قرآن شریف پڑھا۔ ثابت بنانی دن رات میں ایک قرآن شریف ختم کرتے تھے اور اسی طرح ابو حرقہ بھی۔ ابو شیخ ہنائی کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات میں دو کلام مجید پورے اور تیسرے میں سے دس پارے پڑھے اگر چاہتا تو تیسرا بھی پورا کر لیتا۔ صالح بن کیسان جب حج کو گئے تو راستہ میں اکثر ایک رات میں دو کلام مجید پورے کرتے تھے۔ منصور بن زاذان صلواتہ اللہ علیہ میں ایک کلام مجید اور دوسرا طہر سے عصر تک پورا کرتے تھے اور تمام رات نوافل میں گزارتے تھے اور اتنا رخصتے تھے کہ عمامہ کا شملہ تر ہو جاتا تھا۔ امام نووی کتاب الاذکار میں نقل کرتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ مقدار جو تلاوت کے باب میں ہم کو پہنچی ہے وہ ابن اسکاتب کا مہول تھا کہ دن رات میں آٹھ قرآن شریف روزانہ پڑھتے تھے۔ ابن قتیبہ نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ اس کی کوئی تحدید نہیں اور پڑھنے والے کے نشاط پر موقوف ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ کلام پاک کا ختم اگر دن کے شروع میں ہو تو تمام دن اور رات کے شروع میں ہو تو تمام رات ملا کہ اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔

شرح الاحیاء حضرت سعید بن سلیم رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کا ارشاد نقل کرتے تھے کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک کلام پاک سے بڑھ کر کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا نہ کوئی نبی نہ فرشتہ وغیرہ۔

لائی مصنوعہ میں ہزار کی روایت سے نقل کیا ہے کہ جب آدمی مرتا ہے تو اس کے گھر کے لوگ تجھیر و تکفین میں مشغول ہوتے ہیں اور اس کے سر ہاتھ نہایت حسین و جمیل صورت میں ایک شخص ہوتا ہے۔ جب کفن دیا جاتا ہے تو وہ شخص کفن کے اور سینہ کے درمیان ہوتا ہے، جب دفن کرنے کے بعد لوٹتے ہیں اور شکر نکیر آتے ہیں تو وہ اس شخص کو علیحدہ کرنا چاہتے ہیں کہ سوال کیسوی میں کہیں مگر یہ کہتا ہے کہ یہ میرا ساتھی ہے میں کسی حال میں اس کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا، غم آگہ سوالات کے مامور ہو تو اپنا کام کرو، میں اس وقت تک اس سے جدا نہیں ہو سکتا جب تک کہ اسے جنت میں نہ داخل کراؤں۔ اس کے بعد وہ اپنے ساتھی کی طرف متوجہ ہو کر کہتا ہے کہ میں ہی وہ قرآن ہوں جس کو تو کبھی بلند پڑھتا تھا اور کبھی آہستہ۔ تو بے فکر رہ۔ مگر نکیر کے سوالات کے بعد تجھے کوئی غم نہیں ہے۔ اس کے بعد جب وہ اپنے سوالات سے فارغ ہو جاتے ہیں تو یہ ملا اعلیٰ سے بستر وغیرہ کا انتظام کرتا ہے جو ریشم کا ہوتا ہے اور اس کے درمیان مشک بھرا ہوا ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ بیت سے نکلنے کا ہر ہوں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ ان سے خلاصی کی کیا صورت ہے؟ انہوں نے کہا کہ قرآن شریف (مہدۃ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی ایک طویل روایت میں حدیث بالا کا مفہون
 وارد ہوا ہے۔ ان کی روایت میں وارد ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل
 سے کہا کہ حق تعالیٰ شانہ تم کو اپنے کلام کے پڑھنے کا حکم فرماتا ہے اور اس کی
 مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی قوم اپنے قلعہ میں محفوظ ہو اور اس کی طرف کوئی دشمن
 متوجہ ہو کہ جس جانب سے بھی وہ حملہ کرنا چاہے اسی جانب میں اللہ کے کلام
 کو اس کا محافظ پائے گا اور وہ اس دشمن کو دفع کر دے گا۔

حضرت عثمان اور حضرت عذیفہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اگر قلوب
 نجاست سے پاک ہو جائیں تو تلاوت کلام اللہ سے کبھی سیری نہ ہو۔ ثابت ثانی
 کہتے ہیں کہ بیس برس میں نے کلام پاک کو مشقت سے پڑھا اور بیس برس سے
 مجھے اس کی ٹھنڈک پہنچ رہی ہے۔ پس جو شخص بھی معاصی سے توبہ کے بعد
 غور کرے گا کلام پاک کو مد آنچہ خویاں ہمہ دارند تو تہاداری کا مصداق پائے گا۔

نماز کے فضائل

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے سب سے اول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا یعنی اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اس کے بعد نماز کا قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا، رمضان المبارک کے روزے رکھنا، صبح بخاری و صبح مسلم،

نکستہ۔ یہ پانچوں چیزیں ایمان کے بڑے اصول اور اہم ارکان

میں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پاک حدیث میں بطور مثال کے اسلام کو ایک خیمہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو پانچ ستونوں پر قائم ہوتا ہے پس کلمہ شہادت خیمہ کی درمیانی لکڑی کی طرح ہے اور تقیہ چاروں ارکان بمنزلہ ان چار ستونوں کے ہیں جو چاروں کونوں پر ہوں۔ اگر درمیانی لکڑی نہ ہو تو خیمہ کھڑا ہی نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ لکڑی موجود ہو اور چاروں طرف کے کونوں میں کوئی سی لکڑی نہ ہو تو خیمہ قائم تو ہو جائے گا لیکن جس کونے کی لکڑی نہیں ہوگی وہ جانب ناقص اور گری ہوئی ہوگی۔

کتاب المصلوۃ (امام احمد بن حنبل) حدیث شریف میں ہے قیامت کے دن سب سے پہلا سوال جو بندہ سے پوچھا جائے گا وہ نماز کے متعلق ہوگا، اگر قبول ہوئی تو اس کی وجہ سے اس کے سارے عمل قبول ہو جائیں گے اور اگر اس کی نماز رد کر دی گئی۔ تو اس کے سارے عمل رد کر دیئے جائیں گے۔ ہماری نماز ہمارا آخری دین ہے۔ قیامت کے دن ہمارے اعمال میں سے نماز ہی کے بارے میں سب سے پہلے سوال ہوگا پس نماز کے جاتے رہنے کے بعد نہ اسلام ہے اور نہ دین اور سب سے پہلی چیز جو اسلام سے جاتی رہے گی وہ نماز ہے جس چیز کا اخیر جاتا رہا اس کا سب جاتا رہا۔ پس لوگو! اللہ تعالیٰ تم سب پر رحم کرے اتم اپنے دین کے آخری حصہ کو بہت مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہو اور اچھی طرح سے سمجھ لو کہ نماز میں سستی اور کاہلی کی وجہ سے دین جاتا رہتا ہے۔ نماز کی عظمت کرو۔ اللہ تم پر رحم فرمائے! اور بہت مضبوطی کے ساتھ اس کی محافظت کرو اور اس کے پابند رہو اور نماز کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے

خاص طور سے ڈرتے رہو اور نقیۃ امور میں عام طور سے۔

اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں نماز کے درجہ کو بلند کیا ہے اس کے معاملہ کو عظمت دی ہے اور نمازیوں کو مشرف کیا ہے اور قرآن مجید میں اکثر جگہ نماز کے ذکر و طاعات میں مخصوص کیا ہے اور خاص طور سے اس کی ہدایت کی ہے۔ بخدا ان تمام مقامات کے جہاں اللہ تعالیٰ نے نماز کو طاعات کے اندر خاص طور سے ذکر فرمایا ہے ایک یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اُن تمام نیک اعمال کا ذکر فرمایا جن کی وجہ سے بہشت میں ہمیشہ ہمیشہ رہنا واجب ہوتا ہے تو ان اعمال کو نماز سے شروع کیا ہے اور ان اعمال کو جو بہشت میں ہمیشہ ہمیشہ رہنا واجب کرتے ہیں نماز کے بیچ میں دو مرتبہ ذکر فرمایا ہے۔ کتاب الصلوٰۃ (امام احمد بن حنبل) حدیث شریف میں ہے کہ ہر نبی نے اپنی امت کو نماز کی آخری وصیت کی اور دنیا سے جاتے وقت آخری ہمد و پیمان نماز ہی کا لیا۔

دوسری حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے وقت فرمایا ہے "تھے الصلوٰۃ الصلوٰۃ" (یعنی نماز! نماز!) لہذا نماز پہلا فرض ہے جو مسلمانوں پر مقرر ہوا اور یہی آخری وصیت ہے جس کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو دیا۔ اور آخری صفت ہے جو اسلام سے جائے گی اور یہی پہلا عمل ہے جس کی قیامت کون بندہ سے پرسش ہوگی۔ نماز اسلام کا ستون ہے اس کے جانے کے بعد نہ اسلام ہے اور نہ دین۔

لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو! اپنے تمام کاموں میں عموماً اور نماز میں خصوصاً۔

اور نماز کی مضبوطی کے ساتھ پابندی کر دے اور اس کو برباد کرنے سے اور اس کو
 خفیف سمجھنے سے اور امام پر سبقت کرنے سے پرہیز کر دے اور شیطان کے بہکانے
 سے بچے۔ وہ تم کو نماز سے محروم رکھے گا۔ یہ تمہارے دین کا آخری حصہ ہے جس
 کے دین کا آخری حصہ جاتا رہا اس کا کل دین چلا گیا۔
 کتاب الصلوٰۃ (ابن قیم جوزی) مسند میں عبادہ بن صامح سے روایت
 ہے کہ اُس نے کہا میں نے نبی یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ سنا ہے
 تھے۔ پانچ نمازیں ہیں کہ فرض کیا نہیں خدا نے اپنے بندوں پر، جو شخص انہیں ادا
 کرے گا اس کے لئے خدا کی جانب سے عہد ہو گا کہ اسے جنت میں داخل کر دے
 اور جو انہیں ادا نہ کرے پس نہیں ہے اس کے واسطے اللہ کے ہاں عہد، چاہے
 اسے عذاب دے اور اگر چاہے اسے بخش دے، نیز مسند میں ہے حدیث
 ابی ہریرہ سے کہ کہا اُس نے فرمایا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا عمل جس
 کی پرکشت بندہ سے قیامت میں ہوگی وہ فرضی نماز ہے پس اگر اُس نے پورا کر
 دیا تو فیہا ورنہ کہا جائے گا کہ اس کے نفل دیکھو پس اگر اس کے نفل ہوں گے
 تو اس کے فرض اس کے نفلوں سے پورے کئے جائیں گے۔ پھر ایسا ہی سب
 عملوں کے ساتھ کیا جائے گا۔

اسلام کے تمام فرائض زمین پر فرض ہوئے مگر نماز معراج شریف کی مبارک
 راتوں میں ساتوں آسمانوں سے بھی اوپر جا کر فرض ہوئی۔

حضرت مشہور جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس مسجد اقصیٰ
 کے اندر پہنچے تو وہاں ایک جگہ حورانِ جنت کو بیٹھے دیکھا۔ حوروں نے حضور کو

سلام کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم کون ہو۔ حورانِ جنت نے عرض کیا یا حضرت ہم نیک لوگوں کی بیویاں حورانِ جنت ہیں۔ آج آپ کے پیچھے نماز پڑھنے آئی ہیں۔ یہ سن کر آپ وہاں سے آگے چلے اور مسجدِ اقصیٰ کے اندر تشریف لے گئے، ساری مسجد کو نمازیوں سے بھرا پایا۔ وہاں ایک بزرگ کو دیکھا کہ وہ دراز قامت اور نہایت خوب صورت ہیں اور نماز میں مشغول ہیں۔ حضورِ شافع یوم الفشور نے حضرت جبرائیلؑ سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں۔ حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا کہ حضرت یہ آپ کے باپ حضرت آدم علیہ السلام ہیں پھر آپ نے ایک اور بزرگ دیکھے جن کے میر اور ڈاڑھی کے بال سفید ہیں اور نماز میں مشغول ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اے جبرائیلؑ یہ کون ہیں۔ جبرائیلؑ نے فرمایا کہ حضرت یہ حبیب الانبیاء حضرت خلیل علیہ السلام ہیں۔ پھر دیکھا کہ ایک بزرگ کی سانولی رنگت ہے اور چہرہ مبارک پر جلال کے آثار نمایاں ہیں پوچھا کہ جبرائیلؑ یہ کون ہیں۔ فرمایا کہ خدا کے لاڈلے پیغمبر حضرت موسیٰ کلیم اللہ ہیں۔ اسی طرح آپ نے بہت سے نبیوں کو وہاں نماز پڑھتے ملاحظہ فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہنچتے ہی حضرت جبرائیلؑ نے اذان کہی۔ آسمان کے دروازے کھلے، آسمان سے فرشتے نماز کے لئے نازل ہوئے۔ ساری مسجد اندر باہر سے بھر گئی۔ پھر فرشتے ہوا میں ملتق جمع ہوئے اور زمین سے آسمان تک ایک سلسلہ ہو گیا۔ اتنے میں حضرت جبرائیلؑ نے تکبیر کہی، صف بندی ہوئی۔ یہاں سے وہاں تک صفیں درست ہوئیں۔ تکبیر یعنی اقامت ختم ہوئی مگر ابھی تک مصطفیٰ امام سے خالی ہے۔ کوئی امام مصطفیٰ پر نہیں۔ اگرچہ آج کی اقامت کی ہر ایک نبی کو تھا ہے مگر ادب کے سبب کوئی

آگے نہیں بڑھتا۔ جب جبریل نے مصلے خالی پایا تو اپنی جگہ سے تشریف لائے اور امام الاولین والاخرین کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ یا حضرت، اے حبیبِ خدا آپ کو کس کا انتظار ہے۔ آج کی رات کون ایسا ہے جو آپ کو نماز پڑھائے، آج کی امامت کا عہد صرف آپ کے لئے ہے۔ اے محبوبِ خدا! میں نے نہایت تیز پرواز کی اور مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک دوڑا مگر قسم ہے اللہ پاک کی کہ آپ سے افضل والے کسی کو نہ پایا۔ بسم اللہ تشریف لے چلے اور نماز پڑھائی۔ یہ سن کر محبوبِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مصلے پر تشریف لے گئے اور دو گانہ ادا کیا جس وقت سلام پھیرا تو حضرت جبریل نے فرمایا۔ اے حبیبِ خدا آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت جناب کے پیچھے کس کس بزرگ نے نماز پڑھی ہے۔ آپ نے فرمایا کون کون بزرگ ہیں۔ حضرت جبریل نے کہا کہ اس وقت آپ کے پیچھے اس نماز میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء، مرسلین اور ساتوں آسمانوں کے فرشتے موجود ہیں۔

آسمانی کعبہ جس کا نام بیت المعمور ہے اور جو فرشتوں کا قبلہ ہے جب حضور سراپا نور وہاں پہنچے اور وہاں جا کر نماز پڑھی آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ بیت المعمور کے پاس مجھے دو طرح کے لوگ نظر آئے، ایک گز سے زوری سفید رنگ کے جن کے لباس بھی نہایت سفید تھے۔ دوسرے وہ لوگ جن کے منہ اور چہرے کا لہو اور کپڑے بھی میلے تھے جب ہم نماز کے لئے بیت المعمور میں جانے لگے تو فرشتوں نے ان میلے لوگوں کو اندر آنے سے روکا۔ آپ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ کہا کہ یا حضرت یہ بیت

لوگ جناب کی امت کے ہیں، یہ اُچلے نورانی چہرے والے تونیک اور صالحین
 ہیں اور میلے کپڑوں والے گنہگار بدکار شامت اعمال میں گرفتار لوگ ہیں یہ سُن کر
 حضورِ قدس نے وہیں گنہگاروں کی شفاعت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی شفاعت
 سے اُن لوگوں کے گناہ معاف فرمائے۔ اب تو ان کے کالے کالے چہرے
 آپ کی شفاعت سے سفید نورانی ہو گئے۔ پھر حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم
 بیتِ العمور سے آگے چل کر سدرۃ المنتہی پر پہنچے، حضرت جبریلؑ اس مقام پر
 ٹھہر گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑنا چاہا۔ آنجناب رسالتِ باب
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جبریلؑ مجھے اکیلا چھوڑتے ہو فرمایا کہ یا حضر
 اب آگے جانا آپ کو مبارک ہو۔ آج آپ کو وہ مرتبہ ملا ہے کہ نہ مجھے ملا اور
 نہ کسی پیغمبر کو ملا۔ یا حضرت میں اگر بال برابر آپ کے ساتھ اوپر چلوں میرے تمام
 پر تجلی الہی سے جل کر راکھ ہو جائیں گے۔

اگر بیتِ سرِ مونسے برتر پدم فروغ تجھے بسوزد پدم
 یہ تو جناب ہی کا حقتہ ہے۔ پھر حضرت جبریلؑ تو وہیں رہے مگر جناب
 محبوبِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ملائے پر پہنچے۔ سارے انبیاء و مرسلین اور
 حضرت جبریلؑ اور آنحضرتؐ سر دارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بیتِ المقدس سے
 نماز کے بعد باہم مل کر آسمان پر چلے۔ آخر سارے انبیاء چھ آسمانوں تک گئے
 آگے کوئی بھی نہ جاسکا۔ ساتویں آسمان پر سدرۃ المنتہی کے قریب جبریلؑ بھی
 رہ گئے مگر حضورِ انورؐ سب سے اعلیٰ مقام پر پہنچے۔ حضورِ معلیٰؐ فرماتے ہیں
 کہ سات آسمان طے کرنے کے بعد میں ایک صاف اور سیدھے میدان میں

پہنچایا گیا۔ وہاں میرے خیال میں ایسی آواز آئی کہ جیسے کوئی کچھ لکھتا ہے پھر
 اُسی وقت یہ ارشادِ عالی ہوا کہ اے مبارک نبیؐ ہم نے تمہاری امت پر روزانہ
 پچاس وقت کی نمازیں فرض کیں۔ پیارے نبیؐ جاؤ تم بھی ان نمازوں کو پڑھو اور
 اپنی امت کو بھی ہدایت کرو۔ اس وقت حضورؐ سرِ پا نورِ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم عجوبیاتِ الہی تھے، پچاس نمازوں کا حکم لے کر چلے آئے مگر چھٹے
 آسمان پر واپس آتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔
 حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ یا حضرت کیا کیا حکم احکام ملے۔ آپؑ نے
 فرمایا کہ پچاس وقت کی نمازیں ایک دن میں پڑھنے کے لئے ارشاد ہوا ہے۔
 عرض کیا کہ یا حضرت جلد واپس چلیئے اور معاف فرمائیے۔ ایک دن میں پچاس
 نمازیں کس طرح ادا ہوں گی۔ بنی اسرائیل سے دو نمازیں ادا نہیں ہوئیں۔ آپؑ
 کی امت سے پچاس نمازیں کس طرح پڑھی جائیں گی۔ یہ سن کر آپؑ وہیں
 پہنچے جہاں پہلے نمازیں فرض ہوئی تھیں۔ الغرض پانچ دفعہ کی شفاعت سے
 سینتالیس نمازیں معاف ہو کر پانچ باقی رہیں اور ساتھ ہی اللہ پاک کی طرف سے
 ارشاد ہوا کہ اے پیارے نبیؐ نہ ہمارے منحن بدلے جاتے ہیں اور نہ ہم کسی پر
 ظلم کرنا یا زیادہ مشقت ڈالنا پسند کرتے ہیں، پیارے نبیؐ تم اور تمہاری امت
 پانچ نمازیں پڑھیں۔ ہم پانچ کی وہی پچاس لکھتے رہیں گے مَنِّ جَارٍ بِالْحَسَنَةِ
 فَكَهْ عَشْرًا مَثَلُهَا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت شاد و خوش
 ہو کر واپس آئے، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے حبیبِ خدا
 کچھ اور کم کر دو۔ بنی اسرائیل کو میں آزما چکا ہوں۔ ان سے دو نمازیں ادا نہیں ہوتی

تھیں۔ آپ کی اُمت سے یہ پانچ کیونکر ادا ہوں گی؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ اب تو مجھے حضوری میں جاتے ہوئے شرم آتی ہے۔ موسیٰ پچاس کی پانچ رہیں اور کہاں تک کم ہوں گی۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ بھی خاموش ہو گئے اور پانچ نمازوں کا حکم الہی قائم و محکم ہو گیا۔

نکتہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جناب باری میں نمازیں معاف کرنے کے لئے پانچ مرتبہ تشریف لے گئے تھے اور ہر دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدار الہی اور موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلامی نصیب ہوئی تھی۔ اسی طرح جو لوگ مسجدوں میں پنج وقتہ نماز ادا کرنے کو حاضر ہوتے ہیں انہیں بھی پانچ دفعہ دیدار الہی اور ہم کلامی کا موقع ملتا ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب بندہ نماز کی نیت باندھتا ہے تو رب العالمین سامنے تشریف لاتا ہے۔ جب کوئی کم نصیب نماز کے اندر اپنی نگاہ دوسری طرف لے جاتا ہے تو وہ موبلے فرماتا ہے کہ اے بندے ہم تیرے سامنے ہیں تو ہمیں نہیں دیکھتا۔ کیا کوئی شے ہم سے بھی زیادہ خوبصورت اور عزیز تجھے نظر آگئی جو ہمیں چھوڑ کر ادھر چلا گیا۔ ادھر آؤ ہمیں نہ چھوڑو۔ ہمارا چھوڑنے والا فلاح نہیں پاتا۔

حسرت مکتوس۔ حضور کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہاری اُمت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور میں نے اس کا عہد کر لیا ہے کہ جو شخص ان پانچوں نمازوں کو وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرے اس کو اپنی ذمہ داری پر جنت میں داخل کروں گا اور جو شخص ان نمازوں کا اہتمام نہ کرے تو مجھ پر اس کی

کوئی ذمہ داری نہیں۔

حضور اقدس سید البشر محمد رسول اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک نمازیں بتلائی ہے اور وصال کے وقت آخری وصیت جو فرمائی ہے اس میں نماز کے اہتمام کا حکم فرمایا ہے رکنہ اعمال متعہ و حدیثوں میں اس کی وصیت مذکور ہے۔ منہجہ ان کے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ آخری وقت میں جب زبان مبارک سے پورے لفظ نہیں نکل رہے تھے اس وقت بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز اور غلاموں کے حقوق کی تاکید فرمائی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہی نقل کیا گیا کہ آخری کلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز کی تاکید اور غلاموں کے بارے میں اللہ سے ڈرنے کا حکم تھا (جامع صغیر)

حکایت ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف

جہاد کے لئے لشکر بھیجا جو بہت جلد واپس آگیا اور ساتھ ہی بہت سا مال غنیمت لے کر آیا۔ لوگوں کو بڑا تعجب ہوا کہ اتنی ذرا سی مدت میں ایسی بڑی کامیابی اور مالی و دولت کے ساتھ واپس آگیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں اس سے بھی کم وقت میں اس مال سے بہت زیادہ غنیمت اور دولت کمانے والی بتاؤں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو صبح کی نماز میں جماعت میں شریک ہوں اور آفتاب نکلنے تک اسی جگہ بیٹھے رہیں۔ آفتاب نکلنے کے بعد رجب مکروہ وقت جو تقریباً بیس منٹ رہتا ہے (نکال جائے تو دو رکعت (اشرق کی) نماز پڑھیں۔ یہ لوگ بہت تھوڑے سے وقت میں بہت زیادہ دولت کمانے والے ہیں۔

نزهة المجالس۔ حضرت شفیق بنی مشہور صوفی اور بزرگ ہیں فرماتے

ہیں کہ ہم نے پانچ چیزیں تلاش کیں اور ان کو پانچ جگہ پایا۔ روزی کی برکت چاشت کی نماز میں ملی اور قبر کی روشنی تہجد کی نماز میں ملی۔ منکر نگیر کے سوال کا جواب طلب کیا تو اس کو قرأت میں پایا اور پل صراط کا سہولت سے پار ہوتا روزے اور صدقے میں پایا اور عرش کا سایہ خلوت میں پایا۔

حضرت ابو درداء فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوراً مسجد میں تشریف لے جاتے تھے اور جب تک آنحضرت بند نہ ہو جاتی مسجد سے نہ نکلتے، اسی طرح جب سورج یا چاند کو گہن ہو جاتا تو حضور فوراً نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ پہلے انبیاء کا بھی یہی معمول تھا کہ ہر پریشانی کے وقت نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ سفر میں تھے۔ راستہ میں اطلاع ملی کہ بیٹے کا انتقال ہو گیا۔ اونٹ سے اترے، دو رکعت نماز پڑھی پھر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور پھر فرمایا کہ ہم نے وہ کیا جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اور قرآن پاک کی آیت وَاسْتَجِیْبُوْا بِالْحَیْرِ وَالْمُصَلِّیْنَ تلاوت کی۔

حکایت۔ ایک اور قصہ اسی قسم کا نقل کیا گیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں ان کے بھائی قثم کے انتقال کی خبر ملی، راستہ سے ایک طرف ہر کر اونٹ سے اترے اور دو رکعت نماز پڑھی اور التحیات میں بہت دیر تک دعائیں پڑھتے رہے۔ اس کے بعد اٹھے اور اونٹ

پر ہوا ہوئے اور قرآن پاک کی آیت **وَأَسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالْمُحَافَظَةِ**
أَنْهَاسَ كَثِيرَةً إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ تلاوت فرمائی (ترجمہ) اور مدد حاصل کرو صبر
 کے ساتھ اور بے شک وہ نماز دشوار ضرور ہے مگر جن کے دلوں میں خشوع ہے
 ان پر کچھ دشوار نہیں۔

انہی کا ایک اور قصہ ہے کہ ازواجِ مطہرات میں سے کسی کے انتقال کی خبر
 ملی تو سجدے میں گر گئے کسی نے دریافت کیا کہ یہ کیا بات تھی؟ آپ نے فرمایا کہ
 حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہم کو یہی ارشاد تھا کہ جب کوئی حادثہ دیکھو تو سجدہ میں
 یعنی نماز میں مشغول ہو جاؤ۔ اس سے بڑا حادثہ اور کیا ہو گا کہ ام المؤمنین کا انتقال
 ہو گیا (ابوداؤد)۔

دہب بن نبیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے حاجتیں نماز کے ذریعے سے
 طلب کی جاتی ہیں اور پہلے لوگوں کو جب کوئی حادثہ پیش آتا تھا تو وہ نماز ہی کی طرف
 متوجہ ہوتے تھے جس شخص پر بھی کوئی حادثہ گزرتا وہ جلدی سے نماز کی طرف
 رجوع کرتا۔

ذوالجرم مکی۔ حضرت جعفر بن محمد اپنے باپ وہ اپنے دادا حضرت علی
 کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ
 نماز اللہ تعالیٰ کی خوشنودی، فرشتوں کی روشنی، پیغمبروں کا طریقہ، معرفت کا نور،
 ایمان کی اصل، دعا کی اجابت، اعمال کی قبولیت، رزق کی برکت، دشمنوں کا ہتھیار
 شیطان کی کراہت، ملک الموت کے درمیان شفاعت، قبر میں قیامت تک
 چراغ ہے۔ قیامت کے دن سایہ اور تاج ہو کر سر پر اور لباس ہو کر بدن پر اور

تور ہو کر غازی کے سامنے دوڑے گی، دوزخ میں آڑے پروردگار کے حضور حجت اور سند ہوگی، اعمال تولنے کے وقت وزنی پل صراط سے پار اتارنے والی بہشت کی کنجی ہوگی بے شک نماز، تسبیح اور تحمید اور تقدیس اور تمجید اور قرأت اور دعا ان سب چیزوں پر شامل ہے، سب عملوں میں بہتر عمل وہی ہے کہ نماز اس کے وقت پر ادا کرے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ شانہ کے یہاں سب سے زیادہ محبوب عمل کون سا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ نماز۔ میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک۔ میں نے عرض کیا اس کے بعد کون سا ہے؟ ارشاد فرمایا جہاد۔

علامہ قاریؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں علماء کے اس قول کی دلیل ہے کہ ایمان کے بعد سب سے مقدم نماز ہے۔ اس کی تائید اس حدیث صحیح سے بھی ہوتی ہے جس میں ارشاد ہے الصلوٰۃ خیر موضوع یعنی بہترین عمل جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لئے مقرر فرمایا ہے وہ نماز ہے اس کے علاوہ یہ مضمون کثرت سے صاف اور صحیح حدیثوں میں نقل کیا گیا ہے کہ تمہارے اعمال میں سب سے بہتر عمل نماز ہے چنانچہ جامع صغیر میں حضرت ثوبان، ابن عمروؓ سلمہ، ابوامامہ، عبادہ رضی اللہ عنہم پانچ صحابہ سے یہ حدیث نقل کی گئی ہے اور حضرت ابن مسعود و انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اپنے وقت پر نماز کا پڑھنا افضل ترین عمل نقل کیا گیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا بتاؤ اگر کسی شخص کے دروازے پر ایک نہر جاری ہو جس میں وہ پانچ مرتبہ روزانہ غسل کرتا ہو کیا اس کے بدن پر کچھ میل باقی رہے گا صحابہؓ نے عرض کیا کہ کچھ بھی باقی نہیں رہے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی حال پانچوں نمازوں کا ہے، اللہ جل شانہ، ان کی وجہ سے گناہوں کو زائل کر دیتا ہے۔ (ترغیب)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ پانچوں نمازوں کی مثال ایسی ہے کہ کسی کے دروازے پر ایک نہر ہو جس کا پانی جاری ہو اور بہت گہرا ہو اور وہ شخص اس میں روزانہ پانچ دفعہ غسل کرے (ترغیب)

الترغیب والترہیب میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نماز اس شخص کی قبول ہوتی ہے جو میری بزرگی اور عظمت کے واسطے پڑھتا ہے اور دنیا کے دکھالے کو دراز نہیں کرتا، اور دن رات گناہوں میں نہیں گزارتا بلکہ میری یاد و ذکر میں کاٹتا ہے، بیوہ عورتوں اور یتیموں مسکینوں مسافروں پر رحم کرتا ہے۔ اس کا نور آفتاب کے نور کے برابر ہوگا، اس کو عزت کا لباس پہناؤں گا، فرشتے اس کی حفاظت کریں گے، اس کو عظمت اور تاریکی سے نکال کر روشنی اور نور بخشوں گا، جہالت سے چھڑا کر علم و علم عنایت کروں گا۔ جنتوں میں جیسے جنت الفردوس افضل ہے اسی طرح جنتیوں میں وہ شخص افضل ہوگا، نماز نیکی اور ثواب کی راہ دکھاتی ہے، نماز کا اجر نور ہے۔ قیامت کو اپنے صاحب کی شفاعت کرے گی۔

مذہبات ابن حجرؒ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نماز دین کا ستون ہے۔ اور اس میں دس خوبیاں ہیں۔ چہرے کی رونق ہے، دل کا نور ہے۔ بدن کی راحت اور تندرستی کا سبب ہے، قبر کا انس ہے۔ اللہ کی رحمت اتارنے کا ذریعہ ہے۔ آسمان کی کنجی ہے۔ اعمال ناموں کی ترازو کا وزن ہے کہ اس سے نیک اعمال کا پلڑا بھاری ہو جاتا ہے، اللہ کی رضا کا سبب ہے، جنت کی قیمت ہے اور دوزخ کی آڑ ہے۔ جس شخص نے اس کو قائم کیا اس نے دین کو قائم رکھا اور جس نے اس کو چھوڑا اپنے دین کو گرا دیا۔

ذرا جرم کی سورۃ عنکبوت کی تفسیر میں علامی لکھتے ہیں کہ پانچوں وقت کی نماز مومنوں کے لئے شادی اور کتھاٹی ہے۔ جیسے شادی میں طرح طرح کے کھانے اور نعمتیں ہیں۔ نماز میں بھی اسی طرح قسم قسم کی عبادتیں اور بندگیاں ہیں۔ جس وقت بندہ دو رکعت نماز پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے بندے تو اپنی عاجزی اور ضعف کے ساتھ طرح طرح کی عبادتیں از روئے قیام و رکوع و سجود و قرأت و تہلیل و تحمید میری درگاہ میں نذر لایا، چونکہ میں جلال و عظمت رکھتا ہوں مجھ کو سزاوار نہیں ہے کہ تجھ کو جنت سے منع کر دوں جس میں طرح طرح کی نعمتیں ہیں۔ جس طرح تو نے میری عبادت کی اور میری دعا نیت کو پہچانا ایسے ہی میں نے بھی تجھ کو اپنے کرم اور بخشش سے سرفراز کیا۔ بے شک میں لطیف و رحیم و کریم ہوں، تجھ کو اور تیری نیکیوں کو اپنی رحمت سے قبول کیا اور بے شک جو کافر ہیں وہی میرے عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ اور اے میرے بندے تو تو میرے سوا کسی کو معبود نہیں جانتا۔ تیری ہر رکعت کے واسطے جنت میں ایک حور

ہے جو تیرے ہر سجدے کے لئے تیرے دیدار کی منتظر ہے۔

روح البیان: حضرت دانیال علیہ السلام اپنے زمانہ میں امت محمدیہ کی نماز کی تعریف کرتے اور یہ فرماتے تھے کہ امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی نمازیں پڑھے گی کہ اگر نوح علیہ السلام کی قوم ایسی نماز پڑھ لیتی تو ہرگز طوفان میں غرق نہ ہوتی، اور اگر ہود علیہ السلام کی امت ایسی نماز پڑھتی تو کبھی ہوا کے عذاب میں مبتلا ہو کر غارت نہ ہوتی، اور اگر قوم ثمود اور حضرت صالح علیہ السلام کی امت اس طرح کی نماز پڑھ لیتی تو کبھی زلزلے اور پیچ بکے صدمے سے غارت نہ ہوتی۔

مجالسِ سینہ: ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دریا کے کنارے کنارے جا رہے تھے، دفعۃً آپ کی نظر ایک سفید نورانی رنگ کے جانور پر پڑی دیکھتے کیا ہیں کہ وہ جانور دریا کی میلی کچڑ میں لوٹ پوٹ ہو رہا ہے جس سے اس کا بدن میلا ہو گیا۔ پھر وہ جانور وہاں سے نکل کر دریا میں نہا یا جس سے وہ پھر اجلا ہو گیا۔ تھوڑی دیر میں اس جانور نے پانچ مرتبہ ایسا ہی کیا۔ تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جانور کے اس فعل سے تعجب ہوا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو متعجب دیکھ کر فرمایا کہ یا حضرت یہ جانور جو آپ کو دکھایا ہے یہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمازیوں کی مثال ہے اور یہ کچڑ ان کے گناہوں کی مثال ہے اور یہ دریا ان کی نمازوں کی مثال ہے۔ یہ کچڑ میں لوٹنا ان کے گناہ کرنے کی مثال ہے۔ پس جس طرح یہ جانور کچڑ میں لوٹا اور نہا کر اجلا ہو گیا اسی طرح امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گناہگار ان نمازوں کے سبب

اپنے گناہوں سے پاک وصاف ہو جائیں گے۔

روح البیان: عاصم بن یوسفؓ نے حضرت حاتمؓ سے پوچھا کہ آپ نماز کس طرح پڑھتے ہیں۔ حضرت حاتمؓ نے فرمایا کہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو بڑی احتیاط سے وضو کرتا ہوں اور نماز کے لئے جاٹے نماز پر کھڑا ہوتا ہوں اور کعبہ کو اپنے منہ کے سامنے اور اللہ پاک کو اپنے سر پر حاضر عیاں ہوں جنت کو دہنی طرف اور دوزخ کو اپنے بائیں طرف اور ملک الموت کو اپنے پیچھے خیال کرتا ہوں۔ پھر اس نماز کو اپنی آخری نماز سمجھتا ہوں اور بڑی تعظیم سے اللہ اکبر کہتا ادب سے قرأت پڑھتا ہوں۔ اور بڑے غور و فکر سے قرآن مجید سنتا اور سمجھتا ہوں۔ پھر نہایت تواضع سے رکوع کرتا ہوں اور نہایت ذلت و عاجزی سے سجدہ کرتا ہوں اور نہایت انکسار سے گردن جھکا کر التقیات پڑھتا ہوں۔ پھر پوری امید کے ساتھ سلام پھیرتا ہوں اور خوف الہی کو اپنے دل میں جگہ دیتا ہوں۔ نماز کے قبول ہونے کی امید اور نہ قبول ہونے کا ڈر دل میں رکھ کر کھڑا ہو جاتا ہوں اور آئندہ تمام عمر ایسی ہی نماز پڑھنے کا عہد کرتا ہوں۔ پورے تیس سال سے اسی طرح کی نماز پڑھ رہا ہوں۔ عاصم بن یوسفؓ یہ سن کر بہت روئے اور کہا کہ اے پاک ذات ہمیں بھی ایسی نماز پڑھنے کی توفیق عنایت فرما۔

لطائف المسنن للشعرانی: جب کوئی بندہ نماز پڑھے اور وہ نماز قبول ہو جائے تو اس نماز کے نور سے ایک فرشتہ پیدا کیا جائے گا۔ وہ فرشتہ قیامت تک نماز ہی پڑھتا رہے گا اور اس نماز کا ثواب اس نمازی کو ملے گا۔

نکستہ اللہ پاک نے انسان میں پیدائش کے کئی ماڑے رکھے ہیں،

غذا سے خون پیدا ہوا اور خون سے انسان کی جسمانی قوتیں بنیں۔ اور کبھی خون سے
 نطفہ بنایا، نطفہ سے بچہ پیدا ہوا۔ اور کبھی خون سے دماغ بنا اور دماغ میں نماز
 کا خیال پیدا ہوا۔ ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ انسانی کی اولاد اس کی بہتر کمائی
 ہے۔ دوسری حدیث شریف میں یوں آیا ہے کہ مسلمان کیلئے صدقہ بخاریہ جو مرنے
 کے بعد بھی جاری ہے وہ نیک فرزند ہے جو ہر وقت اپنے ماں باپ کے لئے
 دعائے خیر کرتا رہے۔ پس جس طرح وہ اولاد جو جسمانی ناپاک نطفہ سے پیدا ہوئی
 ہے اس کی عبادت کا ثواب ماں باپ کو ملتا ہے۔ اسی طرح انسان کے روحانی
 نطفہ یعنی نماز کے نور سے جو فرشتہ پیدا ہوا ہے اس کی عبادت کا ثواب اس نماز
 کو ضرور ملے گا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حج الوداع میں تشریف لائے تو
 ایک عورت نے اپنا چھوٹا سا بچہ گود میں لیا اور حضور سرور کائنات صلی اللہ
 علیہ وسلم کو دکھا کر عرض کیا کہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى رَسُوْلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلَيْهِ
 السَّلَامُ یعنی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا اس بچے کا بھی حج
 ہو جائے گا۔ حضور نے فرمایا کہ ہاں اس کا بھی حج ہو جائے گا وَ لَكَ اَجْرُهَا
 گزرا اس کا ثواب تجھ کو ملے گا۔ چونکہ بچہ معصوم تھا ثواب کی ضرورت نہ رکھتا تھا
 اس لئے ضرورت مند یعنی ماں کو اس کے پالنے کے صلہ میں بچہ کی عبادت کا ثواب
 عطا کیا گیا۔ اسی طرح جو فرشتہ نمازی کے روحانی نطفہ سے پیدا ہوا ہے وہ بالکل
 معصوم ہے اور وہ ثواب کا محتاج نہیں ہے پس اس فرشتہ کی عبادت کا ثواب
 اس کے روحانی ماں باپ یعنی نمازی کو مل جائے گا۔

نمازی کو اپنی نماز میں اسلام کے پانچوں ارکان کلمہ طیبہ، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کا ثواب ملتا ہے۔

نماز جو کہ تمام اصول اسلام میں شامل ہے اس میں توحید اور رسالت کا ثبوت التحیات سے ہے کہ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ اور نماز کا ثبوت اس طرح پر کہ نماز کے معنی گیلی لکڑی کو آگ میں گرم کر کے سیدھی کرنا ہے اسی طرح نمازی بھی اپنی نماز میں خدا کی عظمت سے اور تجلی بھری تسبیحوں سے اور اس پاک ذات کے پاک کلام کی تلاوت کی گرمی اور حرارت سے اپنے پیڑھے اخلاق کو سیدھا کر لیتا ہے۔ اور روزہ کا ثبوت اس طہر پر کہ جس طرح روزہ دار کے لئے کھانا اور پینا منع ہے اسی طرح نمازی کے لئے بھی نماز میں کھانا اور پینا منع ہے اور حج کا ثبوت اس طرح پر کہ حج کا مطلب بیت اللہ شریف کے ارادہ کرنے کا ہے یعنی قصد بیت اللہ اور نماز میں بھی یہی شرط ہے کہ بیت اللہ شریف کی طرف متوجہ ہو۔ اور زکوٰۃ کا ثبوت اس طرح پر کہ زکوٰۃ ادا کرنے سے باقی کا مال پاک اور صاف ہو جاتا ہے۔ اسی طرح نمازی جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے سارے گناہ اس کے سر پر رکھے جاتے ہیں۔ پھر جب وہ رکوع میں جاتا ہے تو سارے گناہ گر جاتے ہیں، اور جب نمازی نماز سے فارغ ہوتا ہے تو تمام گناہوں سے پاک اور صاف ہو جاتا ہے۔ سو جس طرح زکوٰۃ سے مال پاک ہو گیا اسی طرح خدا کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے سے نمازی تمام گناہوں سے پاک اور صاف ہو گیا۔

ذرا اجرم کی۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس وقت بندہ

نماز کو تیار ہو کر اللہ اکبر کہتا ہے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے اپنی ماں کے پیٹ سے اسی وقت پیدا ہوا جب اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ کہتا ہے اس کے بدن کے ہر ایک بال کے برابر ثواب ملتا ہے۔ جس وقت اَلْحَمْدُ پڑھتا ہے حج و عمرہ کا ثواب پاتا ہے۔ جب رکوع کرتا ہے اپنے بدن کے برابر سونا چاندی خیرات کرنے کا ثواب پاتا ہے۔ جب سُبْحَانَ کرچی اَلْعَظِيمُ کہتا ہے تو آسمانی کتابوں کے پڑھنے کے برابر ثواب پاتا ہے جس وقت سَمِعَ اللّٰهُ شَہِدَ حَمْدَہ کہتا ہے حق تعالیٰ اس کو رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ جس وقت سجدہ کرتا ہے اس کو انسان اور جنات کی تعداد کے برابر نیکیاں ملتی ہیں۔ جب عِبْدُكَ دِقِّیْ اَلَا عَطَا کہتا ہے ہر سورت اور آیت کے برابر خدا کی راہ میں غلام آزاد کرنے کا ثواب پاتا ہے۔ جس وقت اَلتَّحِيَّاتُ پڑھتا ہے تمام صبر کرنے والوں کا اجر و ثواب پاتا ہے۔ جب سلام پھیرتا ہے اس کے لئے جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں جس دروازے سے چاہے گا بہشت میں داخل ہوگا۔

تنبیہ (ابواللیث سمرقنی) سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نمازی کے لئے تین کرامتیں ہیں نمازی جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے سر سے لے کر آسمان تک رحمتِ الہی کی گھٹا چھا جاتی ہے اور نیکیاں بارش کی طرح برسا کی جاتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ فرشتے نمازی کے قدموں سے لے کر آسمان تک اس کے چاروں طرف جمع ہوتے ہیں اور اس کی زیارت کرتے ہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ ایک فرشتہ پکارتا ہے اے نمازی اگر تو دیکھ

لے کہ تیرے پاس کون ہے اور تو کس سے باتیں کر رہا ہے تو واشد قیامت
تک نماز کا سلام نہ پھیرے۔ نماز ہی میں مشغول رہے یہاں تک کہ مرتبے اور
پھر بھی بس نہ کرے۔

حکایت۔ جناب سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
کفار قریش کے ہاتھوں سخت سے سخت تکلیفیں اٹھائیں مگر ان کے لئے بددعا
نہیں فرمائی۔ صرف ایک دفعہ جب کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خانہ کعبہ
کے سامنے نماز پڑھتے تھے اور کفار قریش آپ کی نماز میں حارج ہوئے اور انہوں
نے اونٹ کی ناپاک اوجھڑی آپ کے اوپر لارکھی اور آپ کی نماز خراب کر
دی تو اس وقت آپ نے ان لوگوں کے لئے جو اس بُرے فعل کے مرتکب
ہوئے تھے ضرور بددعا فرمائی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز آپ کی روحانی غذا
تھی۔ آپ ہی کا ارشاد ہے کہ نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ آپ کی طبیعت
اور جبلت کا تقاضا نماز پڑھنا تھا کیونکہ آپ کا اصلی مقام جناب رب العزت
یہ ہے اور نماز آپ کے لئے اپنے اصلی مقام کی سیر تھی۔

پس جب کسی شے کو اپنی اصلی جگہ کی طرف جانے اور سیر کرنے سے منع
کیا جاتا ہے تو بالضرور وہ منع کرنے والا خطرہ میں پڑتا ہے اور اکثر ہلاک بھی ہو جاتا
ہے۔ غور کرو کہ پانی، ہوا، آگ اگر ان میں سے کسی کو ان کے مقام پر جانے
سے روکا جائے تو ان کے اندر نہایت سختی اور زور پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً بجلی کی
کڑک کی وجہ یہ ہے کہ جس وقت زمین کے لطیف بخارات آسمان کی جانب
جانا چاہتے ہیں تو زمین کے کثیف بخارات جو زمین اور آسمان کے درمیان جمع

ہاں ان کو روکتے ہیں۔ تب یہ لطیف تجارت اس رکاوٹ کی وجہ سے نہایت
سخت ہو جاتے ہیں اور بہت زور کے ساتھ اپنے مقام کی طرف جاتے ہیں۔
اس زور اور شدت کی وجہ سے یہ کڑک اور ہولناک آواز پیدا ہوتی ہے اور اکثر
بجلی زمین پر گر جاتی ہے۔

اسی طرح جب کفار نے حضور پر نور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
نماز سے روکا اور آپ اس وقت اپنے اصلی مقام کی طرف رجوع فرما تھے تو
نورِ آپ کو غیظ و غضب پیدا ہوا اور بددعا کی بجلی آپ کے دہن مبارک سے
نکل کر باہر آئی کہ اللہ علیک بعثتہ و شیبۃ وریحۃ واجتاجھل
اور نوراً روکنے والوں پر جاگری۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے عرصہ کے بعد وہ
سارے کافر بدر میں مارے گئے۔ پس ان کافروں کے لئے بددعا کرنا سرورِ دو عالم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات کا باعث تھا۔ ورنہ کفار قریش نے آپ کو
قتل کرنا چاہا، وطن سے جلا وطن کیا، صد ہا طرح کی اذیتیں پہنچائیں۔ ان سب کا
بدلہ یہ تھا کہ جس دن آپ مکہ معظمہ فتح کرنے آئے تو کفار مکہ جو آپ کے قاتل تھے
انہوں نے آپ سے پوچھا کہ آج اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ساتھ کیا
سلوک کرو گے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ وہ معاملہ کروں گا جو حضرت
یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا۔ تمہارے سب قصور مغفوت اور
تمہیں کوئی تکلیف نہ دی جائے گی۔ باوجودیکہ اس وقت آپ بے مدد جاہ و ملال
کے مالک تھے اور اگر چاہتے تو ایک ایک قریشی کافر کو قتل کر دیتے مگر آپ نے
سب کو چھوڑ دیا۔ آپ نے جو غصہ فرمایا تو فقط نماز سے روکنے پر فرمایا۔

مواہب لدنیہ جنگِ اُحد کے ایام میں حضرت خنظلہ بن ابی عامرؓ کی شادی
 ہوئی تھی۔ جس رات آپؐ اپنی دہن کو بیاہ کر لائے تھے آپؐ کی دہن نے اُسی رات
 یہ خواب دیکھا کہ حضرت خنظلہؓ اس کے پاس لیٹے ہوئے ہیں۔ یکایک ایک
 سفید زردانی ابرا آسمان سے اتر آیا اور حضرت خنظلہؓ اس ابرا میں سوار ہو گئے وہ
 ابرا آپؐ کو لے کر آسمان کی طرف چلا اور آسمان کے دروازے کھل گئے۔ ابران کو
 لے کر اوپر چلا گیا۔ پھر آسمان کے دروازے بند ہو گئے۔ اور حضرت خنظلہؓ واپس
 نہ آئے۔ اس عورت نے اس خواب کو دیکھتے ہی جان لیا تھا کہ آپؐ عتقریب شہید
 ہونے والے ہیں۔ اُسی رات کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے
 منادی ہوئی کہ کفارِ مکہ مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے والے ہیں، جمع کو انہیں روکا جائے
 الرَّحِيل الرَّحِيل حضرت خنظلہؓ اس آواز کو سن کر مجروح و بیمار الہی ہوئے۔
 اس محویت میں آپؐ کو غسل کرتا یاد نہ رہا۔ اور اسی حالت میں معرکہ جنگ میں
 تشریف لے گئے اور اسی دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے
 شہید ہوئے۔ جب لڑائی ختم ہوئی تو ہشتر صحابی اور بھی آپؐ کے ساتھ شہید
 ہوئے۔ آنجنابؐ نے حکم دیا کہ شہیدوں کی لاشیں جمع کی جائیں۔ سب کی لاشیں
 مل گئیں مگر حضرت خنظلہؓ کی لاش نہ ملی۔ آپؐ کی لاش کا بہت کچھ پتہ لگا یا مگر
 کہیں نظر نہ آئی۔ یکایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آسمان کی طرف نگاہ
 اٹھا کر ملاحظہ فرمایا تو قدرتِ الہی کا عجیب مشاہدہ نظر آیا کہ ایک تختہ چاندی کا
 آسمان وزمین کے درمیان بچھا ہوا ہے اور اس پر حضرت خنظلہؓ کی لاش کو
 فرشتوں نے لٹا رکھا ہے۔ اور ان کو آبِ رحمت سے غسل دے رہے ہیں۔

آپ اس وقت خیال فرما رہے تھے کہ خداوند اسارے شہیدوں میں صرف حضرت
حنظلہؓ کو فرشتوں نے کیوں غسل دیا، شہید تو اور بھی تھے۔ جب آپ نے ان
کی بیوی کو بلا کر پوچھا تو اس نے عرض کیا یا حضرت! حضرت حنظلہؓ کو غسل کی
ضرورت تھی مگر جناب کی منادی کی آواز سن کر شوق دیدار الہی میں محو ہو کر سب
کچھ بھول گئے تھے۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک یہی
وجہ ہے کہ فرشتے خاص حضرت حنظلہؓ کو غسل دے رہے ہیں۔ اسی دن سے
آپ کا لقب غسل ملا کہ ہوا ہے۔

نکستہ جب جہاد اصغر میں کفار کی شمشیر سے شہید ہونے والوں کا
یہ مرتبہ ہے تو نماز میں کہ جہاد اکبر ہے اللہ اکبر کہہ کر شمشیر ربّ قدیر سے شہید
ہونے والوں کا کیا کچھ مرتبہ نہ ہوگا، عاقل را اشارہ کا فیت۔

معالم التنزیل۔ حضرت انسؓ ذکر کرتے ہیں کہ ایک جوان انصاری
قوم کا تھا کہ وہ نماز تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے جماعت سے
پڑھتا تھا پھر دنیا بھر کے گناہ کرتا تھا۔ کسی نے یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے کہہ دی۔ آپ نے فرمایا کچھ ڈر نہیں ہے، ایسے مرضوں کے لئے بڑی دوا
نماز ہے۔ وہ آپ سے آپ ہی سب کچھ چھوڑ دیگا، اتنے میں سُن لیا کہ وہ شخص
تائب ہو کر راہِ راست پر ہو گیا ہے۔ یہ سن کر سید اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
فرمایا کہ ہمیں تو پہلے سے اطمینان تھا، اس کے آثار پہلے ہی بتا رہے تھے کہ وہ
شخص نماز کے طفیل کسی نہ کسی روز کچھ ہو کر رہے گا۔ سو ہو گیا۔

نکستہ ایک دل میں دو مخالف خیال نہیں رہ سکتے۔ اس انصاری

جوان کو نماز سے بھی عشق تھا اور بری باتوں کا بھی شوق تھا۔ اب نماز کے عشق کی آگ نے بری باتوں کی خواہش کو جلا بھٹا کر خاک کر دیا۔

حضرات صوفیہ کافران ہے کہ نفس کی خواہشوں کی جگہ دماغ ہے اور معرفت الہی اور ایمان کا مخزن دل ہے۔ نماز کا پڑھنا عشق الہی کی دلیل ہے اور گناہ کرتا نفس کی خواہشوں کی دلیل ہے۔ اب اس نمازی میں دو قسم کی آگ موجود تھی، ایک حرص و ہوا کی آگ، دوسرے عشق الہی کی آگ۔ پس نماز جو عشق الہی کی زبردست آگ تھی اس نے نفسانی خواہش کی کمزور آگ کو جلا کر خاکستر اور فنا کر دیا۔

ارکان نماز | رکوع کے چھکنے میں یہ حکمت ہے کہ جب نمازی کی عرضی پر قسم قسم کی ہدایتیں لکھی گئیں ان ہدایتوں کو نمازی نے سُن کر اللہ پاک کے سامنے کمر بھکا دی اور یہ تسبیح پڑھنے لگا کہ سُبْحَانَكَ رَبِّيَ الْعَظِيمُ۔ سُبْحَانَكَ رَبِّيَ الْعَظِيمُ۔ یعنی خداوند اتیری ذات پاک بڑی سرکار ہے۔ میں گنہگار ہوں۔ زریاں کا رتیرا خانہ زاد غلام ہوں۔ تب اس پاک ذات کی طرف سے ارشاد ہوا کہ جاؤ ہم نے تمہاری کمر کا بوجھ اور گناہوں کی گٹھڑی کو دور کیا۔

کنز العمال۔ سلطان الانبیاء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس وقت بندہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے سارے گناہ باندھ کر اس کے سر پر رکھے جاتے ہیں۔ جب یہ رکوع میں جاتا ہے تو سارے گناہ گر جاتے ہیں۔ نمازی جب نماز سے فارغ ہوا تو گناہوں سے پاک و صاف ہو

جاتا ہے۔ بندہ گنہگار خوش ہوتا ہوا کھڑا ہوتا ہے اور زبان سے کہتا ہے
 سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَكَ یعنی سن لیا مولے نے جو کچھ اس کی جناب میں
 عرض کیا گیا۔

مجالس سننہ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے جناب
 رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ جب بندہ نماز میں
 رکوع کے درمیان جاتا ہے تو وہ نمازی اپنے وزن کے برابر سونا خیرات کرنے
 کا ثواب پاتا ہے اور جب رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ کہتا ہے تو ساری
 آسمانی کتابوں کے پڑھنے کا ثواب پاتا ہے۔

وجہ یہ ہے کہ جب انسانی اپنے معبود کے سامنے اس کی تعظیم ادا کرنے
 کے لئے انسانی ہئیت چھوڑ کر رکوع میں چوپائے کی صورت بنا اس پاک ذات
 نے اسے قبول فرمایا اور عزت بخشی اور اس کے وزن کے برابر سونا بچھا اور کیا
 پھر اس کا ثواب اس نمازی کے نامہ اعمال میں لکھا اور ایک سُبْحَانَ رَبِّيَ
 الْعَظِيمِ کی تسبیح کو ثواب میں تمام آسمانی کتابوں کی تلاوت کے برابر کر دیا۔
 پس ہے کہ مَنْ تَوَاضَعُ اللّٰهُ رَفَعَهُ اللّٰهُ یعنی جو اللہ پاک کے لئے جھکے گا
 اللہ پاک اس کا مرتبہ بلند کرے گا۔

سجدہ کرنے میں یہ حکمت ہے کہ نمازی کو کچھ عرصہ اللہ پاک کی حضوری میں
 کھڑے کھڑے ایک خاص حالت طاری ہوتی تھی۔ قُرب الہی کے نور کا اثر
 دل پر گرا ہوا تھا۔ نور اور سرور دل پر پیدا ہوتا چلا تھا۔ اور یہ گنہگار جس وقت
 گناہوں کی معافی کے لئے رکوع میں جھکا تھا تو کسی قدر حلال و جمال الہی کے

مذہب سے پرہیز کیا تھا۔ اور سرورِ مہدیؑ کی زیارت پر آمادہ ہوئے۔ اس کے بعد اس نے
خیال کیا کہ حبیب محمدؐ کی خدمت میں یہ شریعت کو داخلِ بندہ دوت پر قیامت
کیا حاصل ہوگا۔ چنانچہ فوراً مسجد سے میں گیا۔

جامعہ صغیر میں پہنچا۔ اٹھ کھڑا۔ یہ جگہ حق تعالیٰ کی طرف سے
یعنی سجدہ کرنے والا تھا۔ پاک کے قدموں میں سجدہ کرتا ہے۔ وہ مرنے سے
نہایت تڑپ رہا تھا۔

حبیب نے سجدہ کیا اور سجدے میں سے نکلتا ہیٹ لکھتا ہے۔ یہ سجدہ
ہو گیا۔ یہ جو کہ سرورِ مہدیؑ کی ذات سے ملے۔ وہ سجدہ کرے۔ میں نے دیکھا کہ اس طرح
اس کی شانِ عالیہ بیان کر سکتے ہوں۔ اس پاک ذات نے مجھے اس خاک سے
پیدا کیا۔

تب ارشاد ہوا کہ اسے خاک سے بندہ بنا کر اور سب کو دکھا کر ہم نے
تعمیدیں کیں۔ اس خاک سے پیدا کیا۔ یہ تمہیں کو بندہ نوراً اللہ اکبر کہتا ہوا
خاک سے اٹھا لیکن سجدہ سے نہ کوا تھا۔ اس پاک ذات کی طرف سے ارشاد
ہوا کہ اسے بندہ اس زندگی پر ضرور نہ ہونا، تمہیں پھر اس خاک میں ملنا ہوگا۔ جو
دومہ اسجدہ کرو۔ پھر خاک میں مل کر دکھاؤ کہ بندہ ہر کس طرح خاک میں ملے۔
میں نے ہی غازی نوراً اللہ اکبر کہتا ہوا مسجد سے میں گیا۔ اور وہی پہلی تسبیح
ادا کی۔ پھر اس پاک ذات کی طرف سے ارشاد ہوا کہ ہم دوبارہ اسے
بعد پھر زندہ کریں گے۔ بندہ سیدھا اللہ اکبر کہتا ہوا کھڑا ہوا کہ دیکھو اس طرح
خاک سے زندہ ہو کر قیامت میں کھڑے کئے جائیں گے لیکن جو کچھ مذہبی کی آنکھوں

نے دیکھا اور دل میں ذوق و شوق پیدا ہوا اس نے اب دوبارہ حضوری میں حاضر ہونے کی عرضی پیش کی، چنانچہ عرضی پیش ہوئی اور بلا یا گیا اور وہی پہلی دفعہ یعنی پہلی رکعت نماز کی طرح پیشی ادا کرتا رہا۔

نکبت یہ مسئلہ ہے کہ سجدہ میں جانے کے وقت پہلے گھٹنے زمین پر ٹکیں، پھر ہاتھ، پھر منہ، اور بلا عذر اس کے خلاف کرنا سخت مکروہ ہے۔ اور سجدے سے اٹھنے کے وقت پہلے سر اٹھے، پھر ہاتھ، پھر گھٹنے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ سجدے میں جانا ظاہر اور باطن میں موت اور فنا کی صورت ہے۔ قیام کی نسبت سجدہ بالکل لپٹی اور فنا ہے، پھر گنہگار کا سجدہ کرنا گناہوں کی معافی کے لئے باطنی طور پر فنا ہے۔

جب سجدہ میں جانا موت اور فنا کے ہم شکل ہے تو انسان کی موت کی صورت یہ ہے کہ پہلے گھٹنوں کی جان نکلتی ہے، پھر ہاتھوں کی، پھر سینہ کی، پھر سر اور منہ کی۔ اس لئے سجدے میں جانا موت کے ہم شکل ہوا۔ اور سجدے سے اٹھنا ظاہری طور پر بقا ہے، اور باطنی طور پر گناہ معاف کرنا اور اٹھنا وہ بھی ایک طرح کی باطنی بقا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ سجدے سے اٹھنا زندگی کی صورت ہے۔

پس مناسب ہوا کہ سجدے سے اٹھنے والا بھی اسی صورت میں اٹھے جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کو زندگی ملی تھی۔ پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے سر مبارک میں جان داخل ہوئی تھی، پھر ہاتھوں میں، پھر گھٹنوں میں، پس سجدے سے سر اٹھانے والا بھی پہلے سر اٹھائے، پھر ہاتھ، پھر گھٹنے۔

کنزالاحمال۔ جب آدمی سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا بھاگتا ہے اور

کہتا ہے کہ افسوس انسان کو سجدے کا حکم ہوا، اس نے سجدہ کر لیا اور جنت خرید لی مجھے سجدے کا حکم ہوا، میں نے انکار کیا اور جہنم مول لے لی۔

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بعد سجدہ کی ابتداء فرشتوں سے ہوئی کہ فرشتوں نے حکم الہی سے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا اور رحمت الہی کے مستحق ہوئے اور سجدے کی انتہا انسان پر ہوگی یَوْمَ يَكْشَفُ عَنْ سَاقٍ

وَيَدْعُوْنَ اِلَى الشَّجَرَةِ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جب ہر ایک قوم یعنی بت پرست، غیر پرست، آتش پرست، ستارہ پرست، عیسیٰ پرست، عزیز پرست وغیرہم تنہا یا اپنے اپنے معبودوں کے ساتھ جہنم میں پہنچ چکے گی مگر صرف خدا پرست لوگ حشر کے میدان میں کھڑے رہ جائیں گے تب اس پاک ذات کی طرف

سے ارشاد ہوگا کہ ذَهَبَ كُلُّ اُمَّةٍ بِدِينِهَا یعنی ہر ایک قوم اپنے اپنے خدا کے ساتھ گئی۔ تم یہاں کس کے انتظار میں کھڑے ہو یہ لوگ عرض کریں گے

کہ اے پاک ذات ہم اپنے خدا اور اپنے معبود برحق کے انتظار میں کھڑے ہیں

هَذَا مَا كُنَّا حَتَّى نَدْعِيَ رَبَّنَا یعنی ہم تمام عمر اسی جگہ کھڑے رہیں گے

جب تک کہ اپنے مولیٰ کا دیدار نہ کر لیں۔ تب اس پاک ذات کی طرف سے

ارشاد ہوگا کہ تم اپنے رب کی پہچان رکھتے ہو۔ عرض کریں گے کہ ضرور ہم اپنے

رب کو جانتے اور خوب پہچانتے ہیں۔ پھر اس پاک ذات کی طرف سے حضرت

جبریل علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ اے جبریل تم ان کے سامنے آؤ۔ اس وقت حضرت

جبریل علیہ السلام ایک نہایت روشن چہرہ بن کر لوگوں کے سامنے آئیں گے۔

سب کے سب الٹے قدموں ٹہیں گے اور منہ سے نَعُوْذُ بِاللّٰهِ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ

کہتے جائیں گے۔ اس کے بعد پھر خاص تعلیٰ الہی نظر آئے گی اور سب کے سب
سجدے میں گر جائیں گے۔ اس وقت جو کچھ حالت اور کیفیت ہوگی۔ وہ اللہ پاک
خوب جانتا ہے۔ سبحان اللہ ساری عمر غائبانہ سجدے کئے تھے، آج حضوری
کا سجدہ نصیب ہوا۔

کتاب الصلوٰۃ (امام احمد بن حنبل) حدیث شریف میں ہے کہ انسان سارے
برس تک نماز پڑھتا ہے لیکن پھر بھی اس کی نماز نہیں ہوتی۔ پوچھا گیا کہ کیونکر نماز
نہیں ہوتی۔ فرمایا رکوع پوری طرح سے ادا کرتا ہے اور سجدہ پوری طرح سے ادا
نہیں کرتا۔ اگر سجدہ پوری طرح سے ادا کرتا ہے تو رکوع پوری طرح سے ادا
نہیں کرتا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو نماز
پڑھتے دیکھا جو نہ رکوع پوری طرح سے ادا کرتا ہے اور نہ سجدہ۔ حضرت حذیفہ نے
اس سے پوچھا کہ تم اس طرح کتنے عرصہ سے نماز پڑھتے ہو، اس نے عرض کیا کہ
چالیس برس سے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو نے نماز نہیں پڑھی۔
اگر تو اس حالت میں مر جاتا تو البتہ تیری موت فطرت اسلام پر نہ ہوتی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اپنے اصحاب
میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے، ناگہاں باتیں کرتے کرتے رک گئے۔ لوگوں نے
عرض کیا کہ اے ابو عبدالرحمن آپ باتیں کرتے کرتے کیوں رک گئے۔ فرمایا کہ میں وہ
شخصوں کی حالت پر تعجب کرتا ہوں۔ ایک تو ان میں سے وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس
کی طرف نہیں دیکھے گا۔ دوسرا وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی نماز نہیں قبول فرمائے گا۔

لوگوں نے عرض کیا کہ وہ کون لوگ ہیں؛ فرمایا وہ شخص جس کی طرف اللہ تعالیٰ نہیں دیکھے گا اگر کرا اور باز کر چلنے والا ہے۔ اور وہ شخص جس کی نماز اللہ تعالیٰ نہیں قبول فرمائے گا وہ نمازی ہے جو نماز تو پڑھتا ہے لیکن رکوع و سجود پوری طرح سے نہیں ادا کرتا۔

نکست نماز میں قیام کے بعد رکوع، اس کے بعد سجدہ اور پھر دوسری رکعت میں قیام۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ قیام ایک سر بلندی ہے اور سجدہ پستی ہے۔ اور صحیح حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو کوئی سر بلندی اختیار کرے گا یا سر اٹھائے گا واجب ہے اللہ پر کہ وہ پاک ذات اسے پست اور سرنگوں کرے۔

چنانچہ قیام سر بلندی تھی اس لئے سرنگوں کیا گیا، رکوع اور سجدہ میں ٹالا گیا۔ اور جو کوئی پستی اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ ضرور اسے سر بلند کرے گا۔ پس جب نمازی نے پستی اختیار کی اور رکوع میں گیا فوراً اس پاک ذات کی طرف سے سر بلندی اور سر اٹھانے کا حکم ہوا۔ اب اس نمازی کو جب یہ بار معلوم ہوا تو وہ اور زیادہ پستی اختیار کر کے سجدے میں گیا۔ پھر تو اس نمازی کا اس پاک ذات کی طرف سے اور اعزاز کیا گیا کہ حضوری اور دربار میں بیٹھنے کی اجازت حاصل ہوئی جس کا نام علبسہ ہے۔ پھر دوسرا سجدہ کیا تو اب دوبارہ سر بلندی اور قیام کا حکم ہوا۔ جب دوسری رکعت میں سجدہ کیا تو اس نمازی کا اور زیادہ اعزاز کیا گیا اور زیادہ دیر تک دربار عالی شان میں آرام سے بیٹھنا ملا۔ فجر کی نماز میں دو رکعت کے بعد رخصت کیا گیا۔ اور ظہر، عصر اور عشاء میں چار کے بعد اور مغرب

میں تین کے بعد۔

اُس سرکار کا یہی مبارک دستور ہے کہ جو بندہ اُس پاک ذات اور سرکار کے لئے اپنے آپ کو جس قدر ذلیل کرے گا اسی قدر رب العالمین اُسے سر بلند کرے گا۔

یہ دستور ہے کہ گنہگار اول اول دست بستہ عدالت میں حاضر ہوتا ہے، اُس لئے نمازی بھی اسی طرح دست بستہ ہاتھ باندھے کھڑا ہوتا ہے۔ پھر گنہگار گناہوں کے معاف کرنے کے لئے اُس پاک ذات کے سامنے رکوع میں جھک کر ایک ذلیل ہیئت اختیار کرتا ہے۔ بندہ نے اپنے آپ کو ذلیل کیا۔ اُس پاک ذات نے اسے سر بلند کیا اور رکوع سے سیدھا کھڑا کیا۔ بندہ اور زیادہ ذلیل ہو کر سجدے میں گرا۔ اُس پاک ذات نے اسے اور زیادہ سر بلند کر دیا اور سجدے سے اٹھا کر بٹھا دیا۔ اس بندہ نے پھر اپنے آپ کو اُس پاک ذات کے لئے ذلیل کیا اور دوسرا سجدہ کیا۔ اُس پاک ذات نے اس کو پھر بلند کیا۔ پہلی رکعت میں قیام کے ساتھ سر بلند فرمایا اور دوسری رکعت کے دوسرے سجدے کے بعد کبھی ایک دفعہ یعنی فجر اور کبھی دو دفعہ یعنی ظہر، عصر، مغرب اور عشاء میں بیٹھ جانے کی اجازت ہوئی۔ اور باطنی دولت سے بھرپور اور گناہوں سے درگزر فرما کر وہ بندہ رخصت کیا گیا۔ یہ نمازی دہاں سے رخصت ہو کر سلام علیک کرتا ہوا بخشش کی سند لے کر باہر آیا۔ یہ سلام ظاہر کرتا ہے کہ نمازی کہیں دُور سفر میں گیا ہوا تھا۔ اب باہر سے آیا ہے اس لئے سلام کرتا ہوا آیا ہے۔ سبحان اللہ! نماز معراج المومنین ہے۔

کتاب الصلوٰۃ (ابن قیمؒ) مسروق نے سعید بن جبیرؓ سے کہا اب کوئی آرزو
 باقی نہیں رہی مگر یہ کہ اپنے چہروں کو خاک آلودہ کریں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 اپنے چہرہ کو دانستہ مٹی سے نہیں بچاتے تھے بلکہ جب کبھی ایسا اتفاق ہو جاتا تو
 کہہ دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ پانی اور کچھڑ میں بھی سجدہ کیا۔ پورا سجدہ تو اسی میں ہے
 کہ ساتوں اعضاء یعنی دونوں ہاتھوں، دونوں پاؤں، دونوں زانوں اور ماتھے
 سے سجدہ ہو۔ یہ وہ فرض ہے جس کا اللہ اور اس کے رسولؐ نے امر فرمایا ہے
 اور رسولؐ نے اپنی امت کو پہنچایا ہے اور سجدہ کا کمال وجوب یا استحباب اسی
 میں ہے کہ سجدہ گاہ پر ماتھے کو خوب طرح سے بلا حجاب رکھے اور ایسے طور
 پر زمین پر لگائے کہ زمین پر چہرہ کا بوجھ پڑ جائے اور نچلے اعضا اوپر کے اعضا سے
 اونچے ہو جائیں۔ اور کمال سجدہ اس میں ہے کہ ایک ایسی حالت اور ہیئت
 میں کیا جائے جس میں ہر ایک عضو ذلت اور خشوع سے جس قدر کہ اس میں ممکن
 ہو بہرہ ور ہو جائے۔ پیٹ، چوڑے پاؤں اور رانوں سے اٹھائے رکھے۔ دونوں
 بازو اپنے پہلوؤں سے دور رکھے اور زمین پر بھی انہیں نہ بچھائے تاکہ ہر ایک عضو
 اپنے سچے معبود کی عبادت میں ایک مستقل اور علیحدہ خدمت گار ہو۔ یہی وجہ ہے
 کہ جب شیطان آدمی کو سجدہ کرتے دیکھتا ہے تو ایک کونہ میں ہو کر رونے لگتا ہے
 اور کہتا ہے کہ افسوس میری بڑی حالت پر کہ آدمی تو سجدہ بجالایا اور خدا تعالیٰ کے
 احکام کی تعمیل کی جس سے وہ مستحق جنت ہوا، اور مجھ کم نبت کو سجدہ کا حکم ہوا
 تو نافرمانی سے دوزخ کا مستحق ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ خداوند کریم نے ان بندوں
 کی بہت تعریف فرمائی ہے جو خداوند کریم کا سچا کلام سننے کے وقت سجدہ میں جا

پڑتے ہیں اور جو ایسا نہیں کرتے ان کی مذمت بیان فرمائی۔

نکستہ نماز میں سارے رکن ایک ایک ہیں گز سجدے دو دو ہونے کی غرض یہ ہے کہ تمام فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم ہوا حکم ہوتے ہی تمام فرشتے سجدے میں گر گئے مگر ابلیس نے انکار کیا اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ۔ اس پاک ذات نے اس مردود اور ملعون کو ہمیشہ کے لئے راندہ درگاہ کر دیا اور اس کے گلے میں لعنت کا طوق ڈالا۔ جب فرشتوں نے سجدے سے سر اٹھایا اور شیطان کی یہ حالت دیکھی تو فوراً دوبارہ سجدے میں گرے اور عرض کی کہ یا پروردگار! تو نے ہمیں اس لعنت سے بچایا۔ اَللّٰهُ الْعَالِمِیْنِ تیرا بے حد بے حساب شکر ہے۔ اس پاک ذات نے وہی دو سجدے ہر رکعت میں مقرر کر دیئے تاکہ بنی آدم فرشتوں کی عبادت کا ثواب حاصل کریں اور ساری عبادت کے ارکان میں فرشتوں کے برابر ہو جائیں۔

معلوم ہوا کہ پہلا سجدہ اللہ پاک کی اطاعت کا ہے۔ اور دوسرا سجدہ لعنت سے بچنے کا قلعہ اور رحمت الہی کا گنبد ہے۔

محالسنیہ شرح ادلعین نوویہ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے آقاؐ سے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو بندہ نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھتا ہے تو اُدھر اس کے منہ سے کلمہ تکبیر نکلا اُدھر وہ نمازی گناہوں سے ایسا پاک صاف ہو گیا کہ گویا وہ آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اور جب نماز کی اَعُوذ پڑھتا ہے تو اس وقت اس کے ہر ہر بال کے شمارے نیکیاں ملتی ہیں

اور حب الہد شریف پڑھتا ہے تو گھر بیٹھے حج و عمرہ ادا کرتا ہے۔ اور حب کورع
 کر کے سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ کہتا ہے تو جس قدر کتابیں آسمان سے نازل ہو
 چکی ہیں ان سب کے پڑھ لینے کے برابر ثواب ملتا ہے۔ اور حب سَمِعَ اللّٰهُ
 نَسَمْنُ حِدَا کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کو رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے
 اور حب سجدہ کرتا ہے تو اس نمازی کو سارے جنات اور انسانوں کے شمار کے برابر
 ثواب حاصل ہوتا ہے اور حب سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ کہتا ہے تو
 غلام آزاد کرنے کا ثواب پاتا ہے اور حب التَّحِيَّات پڑھنے بیٹھتا ہے تو اللہ پاک
 اس نمازی کو صابرین کا ثواب عنایت فرماتا ہے۔ پھر حب سلام پھیلتا ہے تو اس
 نمازی کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جس دروازے
 سے چاہے جنت میں چلا جائے۔ سبحان اللہ مفتاح الجنّة الصلوة
 یعنی جنت کی کنجی نمازیں ہے۔

کتاب الصلوة ارعاف بن تیم نماز کے اخیر میں التحیات کے کلمات بمنزلہ
 خطبہ کے ہیں جو حاجت کے پہلے ہوتا ہے کیونکہ جب نمازی اپنی نماز سے فارغ
 ہو جاتا ہے تو ایسے بیٹھتا ہے جیسے کمال ڈرنے والا مشتاق بیٹھ جاتا ہے اور ایسے
 امور کو خدا سے چاہتا ہے جس کے لئے ہمیں خدا سے استغنا نہیں۔ سو مانگنے سے
 پہلے التحیات کے کلمات بطور مقدمہ سوال کے اس کے لئے مشروع کئے گئے
 پھر اس کے پیچھے ایسی ذات پر صلوة مشروع کیا جس کی اُمت نے اس کی تعمیل
 سے یہ نعمت اور سعادت حاصل کی۔ سو مصلیٰ پہلے خداوند بے مانند کی ذات کی
 طرف اپنی عبودیت سے متوسل ہوتا ہے۔ پھر ثنا سے اور شہادت سے اس کیلئے

وحدانیت کی اور اس کے رسول کے لئے رسالت کی پھر اس کے رسول مقبول
 پر صلوٰۃ کہا پھر اسے کہا گیا کہ وہ دعا اپنے لئے پسند کر جو تجھے بہت پسندیدہ ہو۔ سو
 یہ حق ہے جو تجھ پر واجب ہے اور یہ وہ حق ہے جو تیرے لئے مفید ہے اور
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مع ان کی آل کے صلوٰۃ اس لئے مشروع ہوئی کہ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کی عزت
 کرنے اور ان پر درود بھیجنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل
 پر ایسے درود بھیجنے کی درخواست کرنے سے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم اور
 ان کی آل پر بھیجا ہے ٹھنڈی ہوں سب نبی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد
 ہوئے ہیں وہ سب ابراہیم علیہ السلام کی آل شمار کئے جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب وہی صلوٰۃ اور درود ہوا جو اس درود و رحمت کے
 مشابہ ہو جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان نبیوں پر جو حضرت ابراہیم کے بعد ہوئے
 نازل ہوا اور آل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مومن ہیں یہی وجہ ہے کہ یہ درود
 ان سب درودوں سے افضل و اکمل ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجے
 جاتے ہیں۔

کتاب الصلوٰۃ - پھر یہ نماز تسلیم سے ختم کی جاتی ہے اور سلام نماز کے
 لئے تحلیل ہے جس کے ذریعہ سے نازی نماز سے دیئے نکلتا ہے جیسے تحلیل حج کے
 ذریعہ سے نکلتا ہے اور یہ تحلیل امام کی جانب سے ان اشخاص کے لئے سلامتی کی
 دعا ہے جو اس کے پیچھے ہیں اور یہ سلامتی سب بھلائیوں کی بنیاد اور جڑ ہے۔
 مقتدیوں کے لئے بھی یہی مشروع ہوا کہ امام کی تحلیل کی سی تحلیل کریں اور اس میں

اس کے لئے اور ان نمازیوں کے لئے سلامتی کی دعا ہے جو اس کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ پھر یہ ہر ایک نمازی کے لئے گواہیلا ہی کیوں نہ ہو شروع رہا۔ نماز کے لئے یہ تحلیل نہایت عمدہ ہے جیسے کہ تکبیر سے بہتر نماز کے لئے کوئی عمدہ تحریم نہیں ہے۔ تکبیر تحریمہ میں اس پاک پروردگار کی بڑائی کا اظہار ہوتا ہے جو کل کمالات کا جامع ہے اور اس میں اسے ہر ایک عیب و نقص سے منزہ سمجھنا اور اسے یگانہ سمجھنا اور یگانگی کے ساتھ اسے محض کرنا اور اس کی عظمت اور بزرگی کو نا شامل ہے۔ پس تکبیر بالا جمال نماز کے سب افعال و اقوال و سیئات پر حاوی ہے اور ساری نماز ابتداء سے آخر تک اللہ اکبر کے مضمون کی تفصیل ہے پس اس تحریم سے افضل کوئی تحریم نہیں ہے جو اخلاص اور توحید پر متضمن ہے اور یہ تحلیل اپنے مومن بھائیوں کی طرف احسان کرنے پر حاوی ہے، سو نماز اخلاص سے شروع ہوئی اور احسان پر ختم ہوئی۔

ذرا جر مکی، ابن حبان صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ جس وقت بندہ نماز کے واسطے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے گناہ اس کے کندھے پر رکھتے جاتے ہیں، جب وہ رکوع یا سجدہ کرتا ہے تو وہ سب گناہ نیچے گر پڑتے ہیں اور کوئی گناہ باقی نہیں رہتا الا ماشاء اللہ نماز کی فضیلت میں بے شمار مدشیں آئی ہیں چنانچہ جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اصحابؓ مہاجرین بیٹھے تھے، میں بھی موجود تھا۔ یکایک یہودیوں کے ایک گروہ نے کہا کہ اے محمد ہم تمہارے پاس کئی باتیں دریافت کرنے کو آئے ہیں جن کو نبی مرسل اور فرشتہ مقرب کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہودہ کیا ہیں۔ یہودیوں نے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر اور تمہاری امت پر رات بون
 میں پانچ وقت کی نماز جو فرض کی ہے اس کی مصلحت اور عمر کی ظاہر کر دیا آپ
 نے فرمایا کہ پہلے آسمان میں ایک حلقہ ہے، اس حلقے سے جب آفتاب اُٹھتا ہے
 تو تمام فرشتے خدا کی تسبیح کرتے ہیں، یہ ظہر کا وقت ہے، اس وقت خدا نے نماز کا حکم کیا
 کیونکہ اس وقت رب آسمانوں کے راز کھل جاتے ہیں اور دعا مقبول ہوتی ہے۔ عصر وہ وقت ہے
 کہ اس وقت شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کو فریب دے کر گہریں کھدایا، حق تعالیٰ
 نے مجھ پر اور میری امت پر اس وقت کی نماز فرض کی کہ شیطان فریب نہ دے سکے
 مغرب وہ وقت ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی
 توبہ قبول کی۔ اس وقت کی نماز بھی خدا نے فرض کی کہ سب گناہ معاف ہو جائیں
 عشاء وہ وقت ہے کہ مجھ سے پہلے پیغمبروں پر بھی فرض تھی صبح وہ وقت ہے کہ جب
 آفتاب طلوع ہوتا ہے اس وقت کافر غیر خدا کو سجدہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے
 ہم کو کافروں سے پہلے سجدہ کرنے کا حکم کیا۔ یہودیوں نے کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 آپ نے سچ فرمایا۔ ہم کلمہ شہادت پڑھتے ہیں۔ **شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا**
اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ اور ایمان لائے۔

جھالسِ سنیہ۔ اللہ پاک نے فرشتوں کو نور

سے پیدا کیا، پھر انہیں اُڑنے کے لئے پر عنایت فرمائے

رکعات نماز

کسی کو دو پر دیئے، کسی کو تین پر اور کسی کو چار پر عنایت ہوئے۔ پھر ان فرشتوں
 سے رسالت اور پیغمبری کا کام لیا۔ جو کچھ اللہ پاک نے ان فرشتوں کو حکم فرمایا، فوراً
 اُڑے۔ اور زمین سے آسمان تک ان کی آن میں پہنچ کر احکامِ خداوندی کو پورا

کر کے پھر حضوری میں حاضر ہو گئے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا۔
 مٹی میں پرواز کا مادہ نہ تھا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کو ظاہری پروردگار میں مصلحت
 عالم کے خلاف تھا۔ مگر چونکہ حبیب الفردوس میں پہنچانا منظور تھا اس لئے روحانی
 پرواز کے لئے نماز کے روحانی پر عنایت فرمائے اور جتنے پران فرشتوں کے
 جتنے جو رسالت اور پیغمبری کا کام کرتے تھے وہ سب کے سب آدمی کو دیئے
 گئے۔

کسی گروہ ملائکہ کے دو پر تھے۔ لہذا امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کو صبح کی نماز کے دو پر عطا فرمائے اور یہ ایسے پر عنایت ہوئے کہ جب انسان ان
 دو پروں سے صبح کی نماز میں روحانی پرواز کرتا ہے تو اس وقت فرشتے اپنا اڑنا
 بھول جاتے ہیں۔ اور انسان کی پرواز کو دیکھتے اور حیرت کرتے ہیں چنانچہ اللہ پاک
 ارشاد فرماتا ہے کہ صبح کی نماز میں قرآن شریف پڑھو کہ فرشتے حاضر ہو کر سنتے ہیں۔
 اور کسی گروہ ملائکہ کو تین تین پر عنایت ہوئے ہیں۔ دو پروں سے اڑتے ہیں اور
 تیسرا پر بولی سے شرماء کہ منہ پر ڈال لیتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے اسی طرح کے
 تین پر مغرب کی تین رکعتوں کے عنایت فرمائے اور کسی گروہ ملائکہ کو چار چار پر
 عنایت کئے۔ اسی طرح ظہر، عصر اور عشا کی چار چار رکعتیں عنایت ہوئیں جس طرح
 ملائک پروں سے اڑ کر زمین سے آسمان تک پہنچ جاتے ہیں اسی طرح یہ مسلمان
 نماز کے پروں سے عالم بالا تک پہنچتے ہیں۔

حکایت سلطان العارفين حضرت بایزید بسطامی ایک رات نماز پڑھتے

پڑھتے نماز کے روحانی پروں سے آسمانوں پر پہنچے۔ ملائک آپ کی زیارت کیلئے

آئے اور فرشتوں نے جمع ہو کر اللہ پاک کی تسبیح ادا کی۔ اس تسبیح کی آواز سے نور کے شعلے نکلنے لگے۔ فرشتوں کے جواب میں حضرت بائید بطامی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ پاک کی تسبیح پڑھی۔ آپ کی تسبیح کا نور فرشتوں کی تسبیح پر غالب آیا اور سارا آسمان جگمگ جگمگ اٹھا اس وقت فرشتوں نے بشر کے کمالات کا اقرار کیا۔ سبحان اللہ اس حکیم مطلق نے انسان کو نماز کے وہ پر عطا کئے ہیں کہ ان پر وہوں سے جہاں تک پہنچتا ہے فرشتے وہاں تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔

نکستہ۔ نماز شبِ معراج میں فرض ہوئی نماز کا لقب معراج المومنین ہے۔ شبِ معراج میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات آسمانوں کی سیر فرمائی، آٹھوں جنتوں کو دیکھا، عرش و کرسی کی سیر کی، یہ سب بل کر سترہ ہوئیں۔ حضور کو جسمانی معراج ہو کر سترہ مقامات کی سیر نصیب ہوئی نمازی پنجگانہ نماز میں سترہ رکعتیں پڑھ کر انہیں سترہ مقامات کی سیر کرتا ہے اور اسی جگہ پہنچ جاتا ہے۔ انسان میں پانچ ظاہری حواس ہیں۔ ان پانچوں حواس کے شکر یہ میں یہ نمازیں فرض ہوئیں۔ ہر ایک حس کے مقابلہ میں ایک نماز۔ پانچ حواس کے مقابلہ میں پانچ نمازیں فرض اور مقرر ہوئیں۔

انسان کی زندگی میں پانچ حالتیں ہیں۔ (۱) بیٹھنا (۲) کھڑے ہونا (۳) لیٹنا۔ (۴) سوتا اور (۵) جاگنا۔ ان پانچوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں۔ ہر ایک نعمت کا الگ الگ شکر کرنا نہایت مشکل ہے۔ اس لئے اللہ پاک نے پانچوں حالتوں کی تمام نعمتوں کا شکر یہ ان پانچ نمازوں میں رکھا اور یہ پانچ نمازیں فرض کر دیں جس سے انسان نے یہ نمازیں پڑھیں اس نے اپنی ہر ایک حالت کا اور

اللہ پاک کی ہر ایک نعمت کا شکر یہ ادا کر دیا۔

شریعت میں پانچ غسل پاک کرنے والے ہیں (۱) جنابت کا غسل (۲) حیض کا غسل (۳) نفاس کا غسل (۴) اسلام لانے کا غسل جب کہ جنابت کی حالت میں مسلمان ہوا ہو اور (۵) میت کا غسل۔ ظاہر کی ناپاکیوں سے پاک کرنے والے پانچ غسل مقرر ہوئے مگر سب سے بڑی ناپاکی گناہوں کی ہوتی ہے۔ لہذا یہ پانچ نمازیں جو درحقیقت گناہوں کی ناپاکی دور کرنے کے لئے پانچ غسل ہیں مقرر کی گئیں تاکہ نماز پڑھنے والے سب قسم کے گناہوں سے پاک ہو جائیں۔

دنیا کی زندگی ختم ہونے کے بعد مسلمان پر پانچ مصیبتیں آتی ہیں (۱) موت۔ (۲) قبر (۳) حشر کا میدان (۴) پٹی صراط اور (۵) جنت کا دروازہ بند ہونا۔ خداوند کریم نے ان مصیبتوں کے دور کرنے کے لئے یہ پانچ نمازیں فرض فرمائیں۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ جس نے پنجگانہ نماز کی محافظت کی اسے رب العزت پانچ باتیں عطا کرے گا (۱) موت کی سختی سے بچائے گا (۲) قبر کے عذاب سے محفوظ رکھے گا (۳) حشر کے دن نہایت امن سے رہے گا (۴) پل صراط پر سے بجلی کی طرح گزر جائے گا۔ اور (۵) جنت میں بلا حساب داخل ہوگا۔

فقیر الی اللہ سمرقندی۔ حضرت کعب احبار جو یہود کے عالموں میں بہت بڑے عالم تھے اسلام سے مشرف ہونے کے بعد بیان کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اسے موسیٰ فجر کی دو کعتیں ہیں جنہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی امت صبح کے وقت ادا کرے گی اور ان کے دن اور رات کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے اور وہ ہمارے امن کے

تعلقہ میں داخل ہوں گے۔ اسے موسیٰ چار رکعتیں ظہر کی ہیں۔ جب آپ اور آپ کی امت انہیں پڑھے گی تو انہیں ہر ہر رکعت کا ثواب جدا گانہ ملے گا۔ پہلی رکعت کا بدلہ گناہوں کی مغفرت، دوسری رکعت کا بدلہ تیامت میں ان کے نیک عملوں کا بھاری ہونا۔ تیسری رکعت کا بدلہ فرشتوں کا ان کے لئے مغفرت اور رحمت الہی طلب کرنا، چوتھی رکعت کا عوض ان کے لئے آسمان کے دروازے کھل جانا۔ اور حورانِ جنت کا ان کی طرف دیکھنا۔ اسے موسیٰ چار رکعتیں عصر کی ہیں جب آپ اور آپ کی امت انہیں پڑھے گی تو زمین اور آسمان میں کوئی فرشتہ باقی نہ رہے گا۔ حوران کے لئے مغفرت نہ مانگے، پھر جس کے لئے فرشتے مغفرت مانگیں ہم اسے عذاب نہیں کریں گے۔ اسے موسیٰ تین رکعتیں مغرب کی ہیں۔ جب آپ اور آپ کی امت انہیں ادا کرے گی تو اس نماز کے وقت آسمانوں کے دروازے کھولے جائیں گے۔ پھر جو حاجت پیش کریں گے وہ ہم پوری کریں گے۔ اسے موسیٰ پھر چار رکعتیں عشا کی ہیں۔ جب آپ اور آپ کی امت انہیں ادا کرے گی تو یہ نماز ان کے لئے دنیا بھر کی دولت اور بادشاہت سے بہتر ہوگی۔ اس نماز کے پڑھنے سے وہ ایسے پاک ہوں گے جیسے آج کا پیدا ہوا معصوم بچہ پاک ہوتا ہے۔

نماز کے اندر سات فرض ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انسان کا جسم سات چیزوں

سے بنا ہے (۱) مغز (۲) رگیں (۳) گوشت (۴) پٹھے (۵) ہڈیاں (۶) خون اور

(۷) جلد۔ یہ سب سات ہوتے، ان ساتوں اجزاء کے شکر یہ میں نماز میں سات فرض

رکھتے گئے۔ ہر ایک چیز کے شکر یہ میں ایک فرض۔

نمازی نماز پڑھ کر ان سات فرضوں کو ادا کر کے اپنے آپ کو جہنم سے سالم

بجالتنا ہے اور قرآن مجید اس کی گواہی دیتا ہے۔ وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى الَّذِي
لَيَصْلَى الشَّارِكَ بَرِي ط ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَى ط قَدْ أَفْلَحَ
مَنْ تَزَكَّى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى ط یعنی قرآن مجید کے سننے سے
وہ کم نجت اور بد نجت شخص بھاگے گا جس کے نصیب میں جہنم لگا ہوا ہے، وہاں
جا کر نہ اس کو موت آئے گی اور نہ راحت پائے گا، ہاں وہ مسلمان جو ایمان لائے
اور نماز پڑھے وہ ضرور دوزخ سے بچ کر جنت میں جائے گا۔ نماز کے اندر
سات فرض ہیں۔ تکبیر تحریمہ، قیام، قرأت، رکوع، سجدہ، اخیر کا قعدہ اور سلام۔
نمازی کے جسم کے سات اجزاء ہیں۔ گویا نماز پڑھ کر ہر فرض کے بدلے ایک عضو
آزاد ہو گیا۔

نماز کے اندر سات فرض ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نماز مجموعہ ہے چودہ طبق
کے فرشتوں کی عبادت کا۔ ایک جماعت فرشتوں کی رات دن، صبح و شام،
تکبیر و تہلیل کہنے میں مشغول ہے۔ دوسری جماعت فرشتوں کی قرآن شریف کی تلاوت
میں مصروف ہے۔ تیسری جماعت فرشتوں کی ساری عمر سے ہاتھ باندھے ہوئے
اللہ پاک کے سامنے کھڑی ہے اور وہ ہمیشہ اسی طرح کھڑی رہے گی۔ چوتھی جماعت
فرشتوں کی رکوع میں سر جھکائے ہوئے کھڑی ہے۔ پانچویں جماعت فرشتوں کی
سجودے میں پڑی ہے۔ چھٹی جماعت فرشتوں کی گھٹنوں کے بل التیمات کی صورت
میں بیٹھی ہے۔ اللہ پاک کی طرف سے ان فرشتوں کی جماعتوں میں سے
جس کسی کو کہیں جانے کا حکم ہوا وہ فرشتہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھا اور حکم الہی بجالا کر
جلدی واپس آیا۔

یہ طریقے فرشتوں کی عبادت کے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی عبادت کے وہ سارے طریقے بندوں کے لئے نماز میں جمع کر دیئے تاکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کا ہر نمازی عورت، ہو یا مرد، لڑکی ہو یا غلام، بچگانہ نماز پڑھ کر سارے جہان کے فرشتوں کی عبادت کا ثواب حاصل کرے۔

ذرا جر مکی۔ امام رافعیؒ شرح منہج میں لکھتے ہیں کہ نماز فجر

اوقات نماز

حضرت آدم علیہ السلام اور ظہر حضرت داؤد علیہ السلام اور عصر حضرت سلیمان علیہ السلام اور مغرب حضرت یعقوب علیہ السلام اور عشاء حضرت یونس علیہ السلام ادا کرتے تھے۔ خدا نے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی امت پر یہ سب نمازیں فرض کیں کہ تمام نیکیاں اور ثواب اور اجر اور بزرگی اور تعظیم زیادہ ہو، جو کوئی ان نمازوں کو اچھی طرح تعدیل ارکان سے پڑھے گا وہ خدا کی امان اور حفظ میں رہے گا اور حق تعالیٰ اس کو پیغمبروں کے ساتھ جنت میں داخل کرے گا۔

انسان کے پاس رات بھر وہ فرشتے رہتے ہیں جو عین عصر کی نماز میں آئے تھے۔ وہ رات بھر وہ کر عین صبح کی نماز کے وقت واپس

نماز فجر

جاتے ہیں۔ آسمان پر پہنچنے کے بعد اللہ پاک اُن سے سوال کرتا ہے کہ فرشتو بتاؤ جب تم گئے تھے بندے کیا کرتے تھے اور جب تم آئے ہو تو بندے کیا کرتے تھے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ جب ہم گئے تو انہیں نماز پڑھنے دیکھا اور جب آئے تب نماز میں مشغول چھوڑا۔ پھر اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے کہ اے فرشتو! انہیں نمازیوں کو تم نے مفسد اور خوریز کہا تھا۔ اے فرشتو! میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں

نے ان نمازیوں کو بخشا۔ پس فرشتوں کے قول کی تردید کے لئے صبح کے وقت نماز مقرر ہوئی۔

بخاری شریف۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ لوگوں میں تم اپنے رب کی زیارت سے مشرف کئے جاؤ گے لیکن دیدارِ الہی کے حاصل کرنے کا مجرب عمل تم سے ہو سکے تو وہ صبح کی نماز ہے۔ اسے کبھی نہ چھوڑنا، اس کی وجہ یہ ہے کہ حجت میں رات ہوگی نہ دن، نہ سورج نظر آئے گا نہ سردی ہوگی، ایسا نورانی وقت ہوگا جیسے دنیا میں صبح کا وقت۔ پس صبح کے وقت کو دیدارِ الہی کے وقت سے بہت مشابہت ہے، اس لئے اس وقت کی نماز خصوصاً دیدارِ الہی کی دعا ہوئی۔

مکمل۔ جب حضرت آدم علیہ السلام حجت سے دنیا میں آئے تو رات کی صورت دیکھ کر ڈرے، ساری رات خوف سے روتے رہے، جب صبح ہوئی تو آپ کی وحشت رفع ہوئی۔ آپ نے اس کے شکریہ میں دو رکعتیں پڑھیں۔ حتیٰ تعالیٰ نے اس اہمیت پر وہی نماز فرض کر دی۔ تاکہ امت کالی قبر کے اندھیرے سے نجات پائے۔

دنیا میں سورج روشن ترین کڑہ ہے مشرک لوگ اس کی پرستش

کرتے ہیں۔ سورج کے طلوع ہونے سے اس کی پرستش شروع

ہوتی ہے اور سورج بھی دوپہر تک روشن ہوتا اور سپر ہوتا چلا آتا ہے مگر

دوپہر کے بعد ڈھلنے لگتا ہے۔ اس کا ڈھلنا اس کے باطل ہونے کی علامت ہے،

جب سورج ڈھل گیا تو اللہ پاک نے حکم دیا کہ مسلمان صبح سے دوپہر تک مشرکین

نماز ظہر

نے اپنے باطل معبود یعنی آفتاب کو پوجا۔ اسے ہمارے پوجنے والو یعنی مسلمانوں کو
 تم کہاں سوتے ہو، تمہارا خدا جو ہمیشہ سے ہمیشہ تک ایک ہی حال پر قائم و دائم
 رہنے والا ہے اس کی عبادت کرو، ظہر کی نماز پڑھو۔ کفار پر آفتاب پستی سے
 غضب نازل ہوا، تم پر ظہر کی نماز کی وجہ سے رحمت نازل ہوگی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام حکیم الہی سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے
 کے لئے مکہ معظمہ سے منیٰ تک گئے۔ دوپہر کے قریب آپ نے حضرت اسماعیل
 علیہ السلام کو باندھ کر ذبح کرنے کے لئے لٹایا۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو
 چار غم دامن گیر تھے۔ ایک غم حکیم الہی کا پورے طور سے ادا کرتا، دوسرا غم
 غم حضرت اسماعیل علیہ السلام پہ کہ کیا حق تعالیٰ عمر میں ذبح ہونا منظور کر لیا۔ تیسرا غم
 یہ تھا کہ والدہ اسماعیل کو کیا جواب دوں گا اور چوتھا غم یہ تھا کہ اب ہاجرہ تنہا
 جنگل میں رہ کر کس طرح عمر بسر کریں گی۔

مگر اللہ پاک نے سارے غم دور کر دیئے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو
 بچایا اور قربانی کے لئے دنبہ بھیجا، اس عرصہ میں سورج ڈھل گیا اور ظہر کا وقت
 گیا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان چار غموں کے دور ہونے سے شکریہ میں
 چار رکعتیں ادا کیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس وقت کی عبادت پسند فرمائی۔ اسی
 وقت اسی طرح کی چار رکعتیں امت محمدیہ پر فرض فرمائیں تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 کی امت کے نمازیوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نسبت اور آپ کی اطاعت
 اور پیروی کا تعلق پیدا ہو کر اس امت کا تشریف حضرت ابراہیم علیہ السلام کے
 ساتھ ہو۔

نماز عصر | حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ پاک نے چار اندھیروں میں قید کیا۔ اول دریا کا اندھیرا، دوسرے مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا، تیسرے اس مچھلی کو ایک اور مچھلی نے نگل لیا تھا۔ لہذا اس کے پیٹ کا اندھیرا۔ چوتھے رات کا اندھیرا۔ جب حضرت یونس علیہ السلام نے ان اندھیروں سے گھبرا کر مچھلی کے پیٹ میں حق تعالیٰ کی جناب میں سجدہ کیا اور سجدے میں لا الہ الا انت سبحانک اے ربی کُنتُ مِنَ الظَّالِمِینَ پڑھا۔ اسی وقت مچھلی کو حکم ہوا کہ فوراً یونس علیہ السلام کو زمین پر نکال۔ حکم الہی سنتے ہی مچھلی نے آپ کو دریا کے کنارے ڈال دیا۔ اس وقت عصر کا وقت تھا۔

حضرت یونس علیہ السلام نے ان چار اندھیروں سے نجات پانے کے شکریہ میں چار رکعت پڑھیں۔ اللہ پاک کو یہ نماز پسند آئی۔ وہ چار رکعتیں اسی وقت میں اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر فرض کر دیں۔ حضرت یونس نے ان چار اندھیروں سے نجات پائی۔ اسی طرح عصر کی نماز پڑھنے والے بری موت اور بُرے خاتمہ کے اندھیرے سے نجات پائیں گے۔

تکلیف | حق تعالیٰ نے قبر کا سوال ہر مسلمان، منافق، کافر سب کے لئے مقرر کیا اور وہ بڑا مشکل وقت اور نہایت عاجزی دے کسی کا موقع ہے۔ جب اللہ پاک کو یہ مشکل اپنے بندوں پر آسان فرمائی منظور ہوئی تو یہ عصر کی نماز ان پر فرض فرمائی۔ اور قبر میں یا خواہ رات ہو یا دن جب مردہ سوال جواب کے لئے زندہ کیا جاتا ہے تو اسے یہی نظر آتا ہے کہ گویا عصر کا وقت ہے اور سورج چھپ چلا۔ افسوس کہ میں نے عصر کی نماز نہیں پڑھی۔ پس اللہ پاک نے عصر کی نماز اس

حکمت کے لئے فرض کی ہے کہ بندہ مومن قبر کے سوال کے وقت نماز کو یاد کرے اور جس نے نماز کو یاد کیا ہے شک وہ جنتی ہے۔

کعب احبار روایت کرتے ہیں کہ ایک وقت اللہ پاک نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اے موسیٰ جب عصر کے وقت نبی آخر الزمان اور آپ کی امت چار رکعتیں ادا کرے گی تو چودہ ملحق کے فرشتے ان کے لئے مغفرت کی دعا کریں گے۔ کوئی ایک فرشتہ بھی دعا کرنے سے باقی نہ رہے گا۔ اور جس کے لئے فرشتے دعا کریں ہم اسے عذاب نہیں کریں گے۔

(کتاب الصلوٰۃ (ابن قیم جوزی) روایت کی ہے امام بخاری نے اپنی صحیح میں حدیث بریدہ سے، اس نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے وقت ادا کرو نماز عصر کو، پس تحقیق جو شخص چھوڑ دے نماز عصر کو پس تحقیق حبط کئے جاتے ہیں عمل اس کے اور تخصیص عصر کی ذکر کے واسطے شرافت عصر کی ہے دوسرا نمازوں سے اور اسی واسطے ہوئی ہے نماز وسطیٰ یعنی جس کی تائید میں کلام اللہ میں آیات حفاظت کرو نمازوں کی اور نماز وسطیٰ کی، ساتھ نص صحیح صریح رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور اسی واسطے خاص کیا اس نماز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساتھ ذکر کے دوسری حدیث میں۔ اور وہ قول آنحضرت کا ہے جس کی نماز عصر کی فوت ہو جائے گویا کہ اکیلا کیا گیا ہے اس کو اہل اور مال سے گویا کہ چھینا گیا ہے اس کا کنبہ اور مال۔ پس ہو گیا بلا اہل اور مال کے اور یہ تمثیل ہے واسطے حبط ہونے اس کے اعمال کے۔

نماز مغرب | مغرب کے وقت حضرت آدم علیہ السلام کا سجدہ اور توبہ قبول

ہوگی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اس وقت شکر یہ کی نماز پڑھی۔ حق تعالیٰ نے یہی وقت امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے نماز کا مقرر فرمایا۔ جو شخص مغرب کی نماز پڑھے گا وہ سارے دن کے گناہوں سے پاک ہو جائے گا اور جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوگی اسی طرح اس کی بھی دعا قبول ہوگی۔

بعض جاہلوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر آپ کو دعوٰی
 بِاللهِ مِنْ ذَالِکَ) خدا اور خدا کا بیٹا کہا اور آپ کی والدہ ماجدہ کو راسخ غفور اللہ
 خدا کی بیوی بنایا۔ جب یہ قول حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سنا تو جناب باری میں غدر
 کے طور پر عرض کیا کہ الہی تو جانتا ہے کہ میں نے اپنی قوم سے یہ کہا ہے میں تو
 اللہ پاک کا بندہ اور اس کا رسول ہوں اور یہ مجھے خدا اور خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔
 خدا وندا اس میں میرا کیا قصور ہے میں سخت بیزار ہوں۔ اللہ پاک کی طرف سے
 حکم ہوا کہ اسے عیسیٰ تم اس جرم سے پاک ہو اور تمہارے ذمہ کچھ بھی وبال نہیں۔
 یہ حکم سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مغرب کے وقت دو رکعتیں شکر یہ میں
 پڑھیں کیونکہ اللہ پاک نے آپ کو دو الزاموں سے بری کیا تھا۔ یعنی خدا اور خدا
 کا بیٹا، اور آپ کی والدہ ماجدہ حضرت مریمؑ نے ایک رکعت پڑی کیونکہ بی بی مریمؑ
 پر اللہ پاک کی بیوی ہونے کا الزام تھا۔ جب اللہ پاک نے حضرت مریمؑ کی بریت
 منظور کر لی تو آپ نے ایک رکعت پڑھی۔

اللہ پاک نے یہ تینوں رکعتیں جو دراصل اپنی پیاری مخلوق کا بریت نامہ
 تھا۔ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو عنایت کیں۔ مغرب کی نماز
 پڑھنے والوں کی ہر ایک گناہ سے توبہ اور مغفرت قبول ہوگی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام چالیس سال یا اسی سال تک حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں غمگین رہے۔ مگر جب اللہ پاک نے فضل فرمایا اور قاصد حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ لایا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرہ مبارک پر ڈالا تو اللہ پاک نے اس کی برکت سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی روشن کی اور آپ کا سارا غم غلط ہوا اور تمام رنج راحت سے بدل گیا۔ اس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس کے شکریہ میں تین رکعتیں پڑھیں۔ ایک آنکھوں کی روشنی واپس آنے کا شکریہ دوسری رکعت حضرت یوسف علیہ السلام کے زندہ ہونے کا شکریہ اور تیسری رکعت حضرت یوسف علیہ السلام کے دین اسلام پر قائم رہنے کا شکریہ۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے وہ نماز حضرت یعقوب علیہ السلام پر فرض فرمائی اور امت مرحومہ پر بھی فرض کی کتب احبار سے روایت ہے کہ جب کوئی مسلمان مغرب کی نماز پڑھتا ہے تو آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور جو دعا کرتا ہے وہ قبول ہوتی ہے اور جو حاجت طلب کرتا ہے وہ ملتی ہے پس جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کی مراد مغرب کے وقت پوری ہوئی اسی طرح جو شخص مغرب کی نماز پڑھے گا اللہ پاک اس کی مرادیں پوری کرے گا۔

تفسیر کبیر اللہ پاک نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ اے موسیٰ ساری دنیا زہرِ ہلاک اور زہرِ قاتل ہے۔ فقط ہمارے نام ہی میں شفا ہے۔ اس لئے لازم ہوا کہ شام ہوتے ہی نماز پڑھی جائے کہ اس کے پاک نام کی برکت سے ساری رات اذیتوں سے محفوظ ہو جائے۔

نمازِ عشاء | حدیث مشہورہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ایک بڑے مشہور صحابی ہیں

وہ فرماتے ہیں کہ جب عشاء کی نماز ہو جیتی ہے تو تمام آدمی تین جماعتوں میں منقسم ہو جاتے ہیں۔ ایک وہ جماعت ہے جس کے لئے رات نعمت ہے اور کمائی کا ذریعہ ہے۔ یہ وہ حضرات ہیں جو رات کی فرصت کو غنیمت سمجھتے ہیں اور جب لوگ اپنے اپنے آرام اور استراحت میں مشغول ہو جاتے ہیں تو یہ لوگ نماز میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ ان کی رات ان کے لئے اجر و ثواب بن جاتی ہے۔ دوسری وہ جماعت ہے جس کے لئے رات وبال ہے، عذاب ہے۔ یہ وہ جماعت ہے جو رات کی تنہائی اور فرصت کو غنیمت سمجھتی ہے اور گناہوں میں مشغول ہو جاتی ہے، ان کی رات ان پر وبال ہو جاتی ہے۔ تیسری وہ جماعت ہے جو عشا کی نماز پڑھ کر سو جاتی ہے۔ اس کے لئے نہ وبال ہے نہ کمائی، نہ کچھ گیا نہ آیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص رات کے اندھیروں میں غانہ کے لئے مسجد کی طرف جائے گا قیامت میں حق تعالیٰ اسے پورا نور عنایت فرما کر سامنے بلائے گا۔

عشاء کے وقت کا اندھیرا، قبر اور قیامت کے اندھیرے کی مثال ہے اس لئے ایسے اندھیرے کے وقت میں عشاء کی نماز فرض ہوئی تاکہ اس عبادت اور نماز عشاء کا نور قبر اور قیامت کے اندھیرے کو دھک دے۔ پس جو شخص عشاء کی نماز پڑھے گا اللہ پاک اسے قبر میں کامل نور عطا فرمائے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سارے دن چار غموں میں مبتلا رہے (۱) اپنی جان کا غم کہ دریائے سلامتی کے ساتھ پار اتر جانا (۲) تمام بنی اسرائیل کا پار ہونا (۳) پھر فرعون کے ہاتھ سے نجات پانا اور (۴) فرعون اور لشکر فرعون کا غارت ہونا۔ عشا کے

وقت اللہ بلند و برتر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان چار غموں سے نجات بخشی۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی پار اتر گئے۔ بنی اسرائیل بھی پار اترے اور فرعون کے ہاتھ
سے نجات پائی اور فرعون اور اس کا لشکر غارت کیا گیا۔

عشاء کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان چار غموں کے دور ہونے
کے شکریہ میں چار رکعتیں پڑھیں۔ اللہ پاک نے وہی چاروں رکعتیں حضور پر نور کی امت
کے لئے فرض کر دیں۔ اللہ پاک نے آپ کی امت سے عشاء کی چار رکعتیں پڑھوانے
کو اس امت کو بھی چار غموں سے نجات بخشی۔ (۱) برے خاتمہ کے غم سے (۲)
قبر کے عذاب کے غم سے (۳) قیامت کے غم سے اور (۴) وزیر خ کے عذاب
کے غم سے۔

نوٹ۔ اصلی معراج شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے مخصوص ہے
مگر اس معراج شریف کی نقلی یادگار یعنی نماز سب مسلمانوں کا حصہ ہے۔ حضور کو معراج
عین عشا کے وقت ہوئی۔ اس لئے مناسب ہوا کہ وہی وقت نقلی معراج کے لئے
مقرر کیا جائے۔ حضور پر نور عشا کے وقت آسمان پر تشریف لے گئے۔ وہاں اللہ پاک
سے ملاقات فرمائی! آپ کی امت آسمانوں کے بجائے مسجدوں میں حاضر ہو کر
اپنے رب کی زیارت سے مشرف ہوئی اور الصَّلَاةُ جُمُعَاہُ الْمُسَوِّمَاتِ
پوری طرح صادق آگیا۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حق تعالیٰ شانہ کی

جماعت کی فضیلت

بہترین صort میں زیارت کی۔ مجھ سے ارشاد ہوا کہ محمد ﷺ والے یعنی

فرشتے کس چیز میں جھگڑ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا مجھے تو علم نہیں۔ حق تعالیٰ شانہ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر رکھ دیا جس کی ٹھنڈک سینے کے اندر تک محسوس ہوئی اور اس کی برکت سے تمام عالم مجھ پر منکشف ہو گیا۔ پھر مجھ سے ارشاد فرمایا اب بتاؤ فرشتے کس چیز میں جھگڑ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا درجہ بلند کرنے والی چیزوں میں۔ اور ان چیزوں میں جو گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہیں اور جماعت کی نماز کی طرف جو قدم اٹھتے ہیں ان کے ثواب میں اور سردی کے وقت وضو کو اچھی طرح کرنے کے فضائل میں اور ایک نماز کے بعد سے دوسری نماز تک انتظار میں بیٹھے رہنے کی تفصیلات ہیں۔ جو شخص ان کا اہتمام کرے گا بہترین حالت میں زندگی گزارے گا اور بہترین حالت میں مرے گا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی کی وہ نماز جو جماعت سے پڑھی گئی ہو اس نماز سے جو گھر میں یا بازار میں پڑھ لی ہو پچیس درجہ معاف ہوتی ہے۔ اور بات یہ ہے کہ جب آدمی وضو کرتا ہے اور وضو کو کمال درجہ تک پہنچا دیتا ہے پھر مسجد کی طرف صرف نماز کے ارادہ سے چلتا ہے کوئی اور ارادہ اس کے ساتھ شامل نہیں ہوتا تو جو قدم بھی رکھتا ہے اس کی وجہ سے ایک نیکی بڑھ جاتی ہے اور ایک خطا معاف ہو جاتی ہے۔ اور پھر جب نماز پڑھ کر اسی جگہ بیٹھا رہتا ہے تو جب تک با وضو بیٹھا رہے گا فرشتے اس کے لئے مغفرت اور رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں اور جب تک آدمی نماز کے انتظار میں رہتا ہے وہ نماز کا ثواب پاتا رہتا ہے۔ (ترغیب)

بنو سلمہ مدنیہ طیبہ میں ایک قبیلہ تھا۔ ان کے مکانات مسجد سے دور تھے

انہوں نے ارادہ کیا کہ مسجد کے قریب ہی کہیں منتقل ہو جائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہیں رہو تمہارے مسجد تک آنے کا ہر ہر قدم لکھا جاتا ہے۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص گھر سے وضو کر کے نماز کو جائے وہ ایسا ہے جیسا کہ گھر سے احمام باندھ کر حج کو جائے۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک اور فضیلت کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ جب نماز پڑھو چکے تو اس کے بعد جب تک مصلتے پر رہے فرشتے مغفرت اور رحمت کی دُعا کرتے رہتے ہیں۔

محمد بن سماعہ ایک بزرگ عالم تھے جو امام ابو یوسف اور امام محمد کے شاگرد تھے۔ ایک سو تین برس کی عمر ہی انتقال ہوا۔ اس وقت دو سو رکعات نفل روزانہ پڑھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ مسلسل چالیس برس تک میری ایک مرتبہ کے سوا کبیر اولی فوت نہیں ہوئی۔ صرف ایک مرتبہ جس دن میری والدہ کا انتقال ہوا ہے اس کی مشغولی کی وجہ سے کبیر اولی فوت ہو گئی تھی۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری جماعت کی نماز فوت ہو گئی تھی تو میں نے اس وجہ سے کہ جماعت کی نماز کا ثواب پچیس درجے زیادہ ہے اس نماز کو پچیس دفعہ پڑھا تاکہ وہ وعدہ پورا ہو جائے، تو خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ محمد پچیس دفعہ نماز تو پڑھ لی مگر ملائکہ کی آئین کا کیا ہوگا، ان فوائد بہنیر ملائکہ کی آئین کی مطلب یہ ہے کہ بہت سی آیتوں میں یہ ارشاد نہرئی آیا ہے کہ جب امام سورہ فاتحہ کے بعد آئین کہتا ہے تو ملائکہ بھی آئین کہتے ہیں۔ جس شخص کی آئین ملائکہ کی آئین کے ساتھ ہو جاتی ہے اس کے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ خواب میں اس حدیث کی طرف

اشارہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ کل قیامت کے دن اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں مسلمان بن کر حاضر ہو وہ ان نمازوں کو ایسی جگہ ادا کرنے کا اہتمام کرے جہاں اذان ہوتی ہے یعنی مسجد میں ایسے کہ حق تعالیٰ شانہ نے تمہارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ایسی سنتیں جاری فرمائی ہیں جو سراسر ہدایت ہیں۔ انہیں میں سے یہ جماعت کی نمازیں بھی ہیں۔ اگر تم لوگ اپنے گھروں میں نماز پڑھنے لگو گے جیسا کہ غلام شخص پڑھتا ہے تو تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے چھوڑنے والے ہو گے اور یہ سمجھ لو کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے اور جو شخص اچھی طرح وضو کرے اس کے بعد مسجد کی طرف جائے تو ہر ہر قدم پر ایک ایک نیکی لکھی جائے گی اور ایک ایک خطا معاف ہوگی اور ہم تو اپنا یہ حال دیکھتے تھے کہ جو شخص کھلم کھلا منافق ہوتا وہ تو جماعت سے رہ جاتا تھا یا کوئی سخت بیمار ہونے کی صورت میں، ورنہ جو شخص دو آدمیوں کے سہارے سے گھسٹتا ہوا جاسکتا تھا وہ بھی صف میں کھڑا کر دیا جاتا تھا۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفا میں بھی یہی صورت پیش آئی کہ مرض کی شدت کی وجہ سے بار بار غشی ہوتی تھی اور کئی دفعہ وضو کا پانی طلب فرماتے تھے۔ آخر ایک مرتبہ وضو فرمایا اور حضرت عباسؓ اور اور ایک دوسرے صحابی کے سہارے سے مسجد میں تشریف لے گئے کہ زمین پر پاؤں بھی اچھی طرح جتنا نہ تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تعمیل ارشاد

میں نماز پڑھانی شروع کر دی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جا کر نماز میں
شریک ہوئے۔ (صحیحین)

حضرت ابو درود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا کہ وہ بائیں
سامنے ہے اور تو اس کو دیکھ رہا ہے اور اپنے آپ کو مردوں کی فہرست میں
شمار کیا کر اور مظلوم کی بددعا سے اپنے کو بچا اور جو تو اتنی بھی طاقت رکھتا ہو
کہ زمین پر گھسٹ کر عشاء اور صبح کی جماعت میں شریک ہو سکے تو دریغ نہ کر۔
ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ منافقوں پر عشاء اور صبح کی نماز بہت بھاری
ہوتی ہے اگر ان کو یہ معلوم ہو جاتا کہ جماعت میں کتنا ثواب ہے تو زمین پر گھسٹ
کر جاتے اور ان نمازوں کو جماعت سے ادا کرتے۔ (ترغیب)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص چالیس دن اخلاص کے
ساتھ ایسی طرح نماز پڑھے کہ تکبیر اولیٰ فوت نہ ہو تو اس کو دو پروانے ملتے
ہیں ایک سپردانہ جہنم سے چھٹکارے کا اور دوسرا نفاق سے بری ہونے کا۔ شب
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اچھی طرح وضو کرے
پھر مسجد میں نماز کے لئے جائے اور وہاں پہنچ کر معلوم ہو کہ جماعت ہو چکی تو
بھی اس کو جماعت کی نماز کا ثواب ہوگا اور اس کو اب کی وجہ سے ان لوگوں
کے ثواب میں کچھ کمی نہیں ہوگی جنہوں نے جماعت سے نماز پڑھی ہے۔

(ابوداؤد)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ دو آدمیوں کی جماعت کی

نماز کہ ایک امام ہو ایک مقتدی، اللہ کے نزدیک چار آدمیوں کی علیحدہ علیحدہ نماز سے زیادہ پسندیدہ ہے، اسی طرح چار آدمیوں کی جماعت کی نماز آٹھ آدمیوں کی متفرق نمازوں سے بڑھی ہوئی ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اسی طرح جتنی بڑی جماعت میں نماز پڑھی جائے گی وہ اللہ کو زیادہ محبوب ہے مختصر جماعت سے (جامع الصغیر)

ابن خزیمہ۔ حضرت پہل فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اندھیرے میں مسجدوں میں بکثرت جاتے رہتے ہیں ان کو قیامت کے دن کے پورے پورے نور کی خوشخبری سنا دے۔ جامع الصغیر۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر لوگوں کو ان کا ثواب معلوم ہو جائے تو لڑائیوں سے ان کو حاصل کیا جائے ایک اذان کہنا، دوسری جماعت کی نمازوں کے لئے دوپہر کے وقت جانا، تیسری پہلی صفت میں نماز پڑھنا۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت کے دن جب ہر شخص پریشان حال ہوگا اور آفتاب نہایت تیزی پر ہوگا۔ سات آدمی ایسے ہوں گے جو اللہ کی رحمت کے سایہ میں ہوں گے۔ ان میں سے ایک وہ شخص بھی ہوگا جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے کہ جب کسی ضرورت سے باہر آئے تو پھر مسجد ہی کی خواہش ہو۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص مسجد سے اللہ جل شانہ اس سے الفت فرماتے ہیں (جامع الصغیر) رام نے بھی قیام جماعت کے فوائد اور مصالح کو اپنے اپنے نقطہ نظر

سے تحریر فرمایا ہے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی ایک تقریر کا ترجمہ و مطلب ان کی مشہور کتاب حجتہ اللہ البالغہ سے نقل کیا جاتا ہے۔

رسم و رواج کے ہلکات سے بچنے کے لئے اس سے زیادہ مفید کوئی چیز نہیں کہ عبادات میں سے کسی عبادت کو اس طرح عام کر دیا جائے کہ وہ علی الاعلان ادا کی جائے اور ہر شخص کے سامنے خواہ سمجھ دار ہو یا نا سمجھ ادا کی جائے۔ اس کے ادا کرنے میں شہری اور غیر شہری برابر ہیں۔ اسی کو مسابقت اور تفاخر کا ذریعہ بنایا جائے۔ اور وہ عبادت اس قدر عام ہو اور ضروریات زندگی میں اس طرح داخل ہو جائے کہ اس سے علیحدگی ناممکن اور دشوار بن جائے تاکہ اللہ کی عبادت کے لئے مؤید ہو جائے اور وہ رسم و رواج جو موجب مضرت و نقصان تھا وہی حق کی طرف کھینچنے والا بن جائے۔ اب چونکہ عبادات میں کوئی عبادت بھی نماز سے زیادہ ہتم بالشان اور دلیل و حجت کے اعتبار سے بڑھی ہوئی نہیں اس لئے ضروری ہوا کہ آپس میں اس کے رواج کو خوب شائع کیا جائے اور اس کے لئے خاص طور پر اجتماع کیا جائے اور اس کو اتفاق سے ادا کیا جائے۔

نیز ہر مذہب اور دین میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو مقتدا ہوتے ہیں کہ ان کا اتباع کیا جاتا ہے اور کچھ لوگ دوسرے درجے میں ایسے ہوتے ہیں جو کسی معمولی سی ترغیب و تنبیہ کے محتاج ہوتے ہیں، اور کچھ لوگ تیسرے درجے میں بہت ناکارہ اور ضعیف الاعتقاد ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو اگر مجمع میں عبادت کا مکلف نہ کیا جائے تو وہ مستی اور کاہلی کی وجہ سے عبادت

بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ اس وجہ سے مصلحت کا مقتضا یہی ہے کہ سب لوگ اجتماعی طور پر عبادت کو ادا کریں تاکہ جو لوگ عبادت کو ترک کرنے والے ہیں وہ عبادت کرنے والوں سے ممتاز نظر آئیں اور رغبت کرتے والوں اور بے رغبتی کرنے والوں میں کھلا تفاوت ہو جائے۔ ناواقف لوگ علماء کے اتباع سے واقف بن جائیں اور جاہل لوگوں کو عبادت کا طریقہ معلوم ہو جائے اور اللہ کی عبادت ان لوگوں میں اس گھسی ہوئی چاندنی کی طرح ہو جائے جو کسی باہر کے سامنے رکھی جائے تو جائز، ناجائز اور کھرے کھوٹے میں کھلا فرق ہو جائے۔ جائز کی تقویت کی جائے اور ناجائز کو روکا جائے۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کے ایسے اجتماع میں جس میں اللہ کی طرف رغبت کرنے والے، اس کی رحمت کے طلب کرنے والے اور اس سے ڈرنے والے موجود ہوں اور سب کے سب اللہ ہی کی طرف ہمہ تن متوجہ ہوں برکتوں کے نازل ہونے اور رحمت کے متوجہ ہونے کی عجیب خاصیت رکھی ہے۔

نیز امت محمدیہ کے قیام کا مقصد ہی یہ ہے کہ اللہ کا بول بالا ہو اور دین اسلام کو تمام دنیوں پر غلبہ ہو اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ یہ طریقہ رائج نہ ہو کہ سب کے سب عوام و خواص، شہر کے رہنے والے اور گاؤں کے رہنے والے چھوٹے بڑے ایک جگہ جمع ہو کر اس چیز کو جو اسلام کا سب سے بڑا شعار ہے اور سب سے بالاتر عبادت ہے ادا نہ کریں۔ ان وجوہ سے شریعت، جمعہ اور جماعت کے اہتمام کی طرف متوجہ ہوئی، ان کے اظہار و اعلان کی تدبیریں اور ان کے چھوڑنے پر وعیدیں نازل ہوئیں۔ اور چونکہ اظہار و اجتماع ایک صرف

محلہ اور قلیلہ کا ہے اور ایک تمام شہر کا، اور محلہ کا اجتماع ہر وقت پہلے ہے اور تمام شہر کا اجتماع ہر وقت مشکی ہے کیونکہ اس میں تنگی ہے۔ اس لئے محلہ کا اجتماع ہر نماز کے وقت قرار دیا اور جماعت کی نماز اس کے لئے مشروع ہوئی اور تمام شہر کا اجتماع آٹھویں دن قرار دیا اور اس کے لئے جمعہ کی نماز تجویز ہوئی۔

حکایت۔ وہب غنہ فرماتے ہیں کہ کعب اجار مسجد میں ساری صفوں کے پیچھے کھڑے ہوتے جب ان سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے توریت میں پڑھا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ایسے مرد خدا بھی ہوں گے کہ جب ان میں سے کوئی سجدہ کرے گا اور ابھی سجدے سے سر نہ اٹھائے گا کہ حکم الہی ہوگا۔ جو اس کے پیچھے کھڑے ہیں سب کے گناہ بخش دو۔ میں بھی اسی نیت سے سب سے پیچھے کھڑا ہوتا ہوں کہ شاید ان میں کوئی ایسا مرد ہو کہ اس کے سجدہ کے طفیل میرا کام بھی بن جائے۔ (مسک السلوک شواہد النبوت: حضرت عباس رضی اللہ عنہ بہ حالت نائیتا ہونے کے ایک لڑکا اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے جو نماز کے وقت آپ کی لکڑی پکڑ کر مسجد میں لاتا اور آپ کو قبلہ کی طرف سیدھا کھڑا کرتا۔ ایک دن وہ لڑکا نہ آیا آپ نے نماز کے وقت اس لڑکے کو پکارا مگر وہ حاضر نہ تھا۔ آپ نے نماز کے شوق میں بے چین ہو کر جناب الہی میں دعا کی کہ خداوندایہ نابینا ہوتا مجھے قیامت میں رسوا نہ کرے۔ مجھے قیامت کی رسوائی سے بچائے۔ فوراً آپ کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ پھر اپنے آپ مسجد میں چلے گئے اور ہمیشہ ایسا ہی ہوتا کہ جب نماز کا

وقت ہوتا آپ کی آنکھیں روشن ہو جاتیں اور جب نماز سے فارغ ہو کر اپنے گھر میں جاتے پھر نابینا ہو جاتے۔

خواتین الفواد (ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاء) پابوسی کی سعادت حاصل ہوئی تو نماز باجماعت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی اس بارے میں بہت غلو کر کے فرمایا کہ اگر وہ شخص ہوں تو بھی نماز باجماعت ادا کرنی چاہیئے۔ مگر دو آدمیوں سے جماعت تو نہیں ہوتی لیکن جماعت کا ثواب مل جاتا ہے۔ ان دونوں آدمیوں کو ایک قطار میں کھڑے ہونا چاہیئے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کرنی چاہی، مگر وہاں سوائے عبداللہ بن عباسؓ کے اور کوئی موجود نہ تھا۔ ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے برابر کھڑا کر لیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریر نہیں شغول ہوئے تو عبداللہ بن عباسؓ پیچھے ہٹے۔ آنحضرتؐ نے نماز توڑ کر ان کا ہاتھ پکڑ کر پھر اپنے ساتھ برابر کھڑا کیا۔ جب پھر نماز شروع کی تو پھر عبداللہ بن عباسؓ پیچھے ہٹ آئے۔ بعد ازاں سرور کائنات حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ پیچھے کیوں ہٹتے ہو۔ عرض کی مجھ میں کیا طاقت، کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کھڑا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کا حسن ادب بہت پسند آیا۔ آپ کے حق میں دعا فرمائی۔ اللہم فقہہ فی الدین۔ (پروردگار! دین میں اسے فقیہ بنا)۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ صحابہ میں امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کے بعد آپ ہی فقیہ تھے۔

کتاب الصلوٰۃ (ابن قیم) مسلمؒ نے اپنی صحیح میں عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت

کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ جسے خوش آتا ہے یہ امر کہ وہ کل کو خدا سے مسلمان ہو کر ملے تو چاہیے کہ ان نمازوں پر محافظت کرے جب ان کے لئے اذان کہی جائے کیونکہ تحقیق یہ نمازیں سن رہی ہیں سے ہیں اور تحقیق خدا تعالیٰ نے مشروع کیا ہے واسطے تمہارے نبی کے سن رہی یعنی ہدایت کے طریقوں کو اور تحقیق تم اگر اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو گے جیسے نماز پڑھ لیتا ہے پیچھے رہنے والا اپنے گھر میں تو ابنتہ چھوڑ دے اپنے نبی کا طریقہ، اور اگر تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ اور جو شخص کہ پاک خانہ ہو کر وضو کر کے ان مسجدوں میں سے کسی مسجد کی طرف چلنے کا قصد کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کے ہر ایک قدم کے عوض نیکی لکھ دیتا ہے اور بلند کر دیتا ہے اس کے ایک درجہ اور گراتا ہے اس سے بسبب اس کے ایک گناہ۔ اور تحقیق ہم نے زمانہ نبوی میں دیکھا ہے کہ نہیں پیچھے رہتا تھا اس سے مگر منافق جس کا نفاق معلوم ہے اور تحقیق ایسا شخص بھی جماعت میں حاضر ہوتا تھا جو کہ بسبب ضعف کے دو شخصوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر چلتا تھا یہاں تک کہ صف میں کھڑا کیا جاتا تھا۔

کتاب الصلوٰۃ (امام احمد بن حنبل) حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مؤذن کی اذان سنی اور بغیر کسی عذر کے مسجد نہیں آیا تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن ام کلثومؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں بڑھا ہوں، آنکھوں کی بصارت جاتی رہی ہے۔ مگر بہت دور ہے۔

اور مسجد تک آنے میں راستہ میں کھجوروں کے جھنڈ ہیں اور تالا ہے کیا حضور اقدس
 ﷺ گھر ہی میں نماز پڑھنے کی اجازت عطا فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا کیا تم تک اذان کی آواز نہ پہنچتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن ام کلثوم نے
 عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا تو تم کو مسجد ہی میں آنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے ایسے شخص کو جو نابینا تھے، ضعیف تھے، مسجد سے فاصلہ پر رہتے تھے
 راستہ میں درختوں کے جھنڈ تھے۔ تالا تھا، پھر بھی نماز سے بچھڑنے کی اجازت عطا
 نہیں فرمائی۔ لہذا اگر کسی کا نماز سے بچھڑنے کا عذر قابل قبول ہو تا تو رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شخص کو ضرور اجازت عطا فرماتے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے
 ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کے لئے ایک طریقہ مقرر کیا، چنانچہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں میں سے نماز پنجگانہ باجماعت ہے۔

کتاب الصلوٰۃ (ابن قیم جوزی) ابو داؤد نے اپنی مسنن میں اور
 امام احمد نے اپنی مسند میں ابی درداء کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ کہا
 اس نے، فرمایا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر ایک بستی جس میں اذان
 اقامت نماز کی متروک کی جائے اس پر شیطان غالب ہو جاتا ہے۔ تو لازم
 پیکر جماعت کو کیونکہ بھٹیر یا اس بھٹیر کو کھاتلے سے جو ریوڑ سے دُور رہ جاتی ہے۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 مثال اس شخص کی جو امام کے ساتھ شروع الحمد پڑھنے میں آکر نماز میں شامل ہو
 جلسے یہ ہے کہ جیسے کوئی شخص دار کفر فتح کرنے میں شروع سے شامل رہا،

اور مثال اس شخص کی کہ جو الحمد کے اخیر میں امام کے ساتھ اگر نماز میں ملا ایسی ہے
جیسے کوئی شخص دار کفر فتح کرنے کے بعد غنیمت تقسیم ہونے میں شامل ہو کر مال
غنیمت سے حصہ لے لے، یعنی نماز کے شروع میں اگر شامل ہونا جہاد اکبر اور
اجر عظیم ہے اور اخیر میں اگر ملنا مفت کا ثواب ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے
ترک جماعت پر عتاب | کہ جو شخص اذان کی آواز سنے اور کسی

عذر کے بغیر نماز کو نہ جائے (یعنی وہیں پڑھ لے) تو وہ نماز قبول نہیں ہوتی
صحابہ نے عرض کیا کہ عذر سے کیا مراد ہے؟ ارشاد ہوا کہ مرض ہو یا کوئی خوف
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں یہ بھی نقل کیا گیا
کہ اس شخص نے اللہ کی نافرمانی کی اور رسول کی نافرمانی کی۔ حضرت ابن عباس
رضی اللہ عنہ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جو شخص اذان کی آواز سنے اور جماعت سے
نماز نہ پڑھے نہ اس نے بھلائی کا ارادہ کیا نہ اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا
گیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اذان کی آواز سنے اور
جماعت میں حاضر نہ ہو بہتر ہے کہ اس کے کان پگھلے ہوئے جیسے سے
بھر دیئے جائیں۔

مجموع الزوائد - نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس شخص
کا فعل سراسر ظلم ہے اور کفر ہے اور نفاق ہے جو اللہ کے منادی (یعنی
مؤذن) کی آواز سنے اور نماز کو نہ جائے۔

صحیح مسلم - حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میرا دل

پاہتا ہے کہ چند جوانوں سے کہوں کہ بہت سا ایندھن اکٹھا کر کے لائیں۔ پھر میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو بلا عذر اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں اور جا کر ان کے گھروں کو جلا دوں۔

ابو حنیفہ۔ حضرت ابی درداءؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس گاؤں یا جنگل میں تین آدمی ہوں اور باجماعت نماز نہ ہوتی ہو تو ان پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے اس لئے جماعت کو ضروری سمجھو۔ بھیڑ یا اکیلی بکری کو کھا جاتا ہے اور آدمیوں کا بھیڑ یا شیطان ہے۔
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ ایک شخص دن بھر روزہ رکھتا ہے اور رات بھر نفلیں پڑھتا ہے مگر جمعہ اور جماعت میں شریک نہیں ہوتا اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ شخص جہنمی ہے۔

ایک حدیث میں وارد ہے کہ تین شخصوں پر حق تعالیٰ شانہ لعنت بھیجتا ہے
اول اس شخص پر جس سے نمازی کسی معقول وجہ سے ناراض ہوں اور وہ
امت کرے۔ دوسرے اس عورت پر جس کا خاوند اس سے ناراض ہو۔
تیسرے اس شخص پر جو اذان کی آواز سنے اور جماعت میں شریک نہ ہو۔
حضرت کعب احبارؓ فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس پاک ذات کی جس نے
تراات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اور انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور زبور
حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل فرمائی۔
اور قرآن شریف سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا کہ یہ آیتیں

فرض نمازوں کو جماعت سے ایسی جگہ پڑھنے کے بارے میں جہاں اذان ہوتی ہو نازل ہوئی ہیں، (ترجمہ آیات) جس دن حق تعالیٰ شانہ، ساق کی تختی فرمائیں گے جو ایک خاص قسم کی تختی ہوگی، اور لوگ اس دن سجدہ کے لئے بلائے جائیں گے تو یہ لوگ سجدہ نہیں کر سکیں گے۔ ان کی آنکھیں شرم کے مارے جھکی ہوئی ہوں گی۔ اور ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی، اس لئے کہ یہ لوگ دنیا میں سجدہ کی طرف بلائے جاتے تھے اور صحیح سالم تندرست تھے بھی سجدہ نہیں کرتے تھے)۔

نکتہ۔ ساق کی تختی ایک خاص قسم کی تختی ہے جو میدان حشر میں ہوگی اس تختی کو دیکھ کر سب مسلمان سجدے میں گر جائیں گے مگر بعض لوگ ایسے ہوں گے جن کی کمر تختہ ہو جائے گی اور سجدہ پر قدرت نہ ہوگی۔ یہ کون لوگ ہوں گے اس کے بارے میں مختلف تفسیریں وارد ہوئی ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے جو کعب احبار سے منقول ہے اور اسی کے موافق حضرت ابن عباسؓ وغیرہ سے بھی منقول ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں جماعت کے لئے بلائے جاتے تھے اور جماعت کی نماز نہیں پڑھتے تھے۔ دوسری تفسیر بخاری میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے حضور ﷺ علیہ وسلم سے سنا کہ یہ لوگ وہ ہوں گے جو دنیا میں ریا اور دکھلاوے کے لئے نماز پڑھتے تھے۔ تیسری تفسیر یہ ہے کہ یہ لوگ کافر ہیں جو دنیا میں سرے سے نماز ہی نہیں پڑھتے تھے۔ چوتھی تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد منافق ہیں واللہ اعلم بالصواب

تذکرہ نماز پر وعید اور عتاب | حدیث کی کتابوں میں نماز نہ پڑھنے پر
بہت سخت سخت عذاب ذکر کئے

گئے ہیں یہاں صرف چند حدیثیں بیان کی جاتی ہیں۔

حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نماز چھوڑنا آدمی کو کفر
سے ملا دیتا ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہے کہ بندہ کو اور کفر کو لانے والی چیز صرف نماز چھوڑنا
ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہے کہ ایمان اور کفر کے درمیان نماز چھوڑنے کا فرق
ہے۔

حضرت عبادہ بن الصامتؓ کہتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم نے سات نصیحتیں کیں جن میں سے چار یہ ہیں۔ اول یہ کہ اللہ
کا شریک کسی کو نہ بناؤ، چاہے تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں یا تم
جلا دیئے جاؤ یا سولی چڑھا دیئے جاؤ۔ دوسرے یہ کہ جان کر نماز نہ چھوڑ دو جو
شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے وہ مذہب سے نکل جاتا ہے۔ تیسری یہ کہ
اللہ کی نافرمانی نہ کرو کہ اس سے حق تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے۔ چوتھی یہ کہ

شراب نہ پیتو کہ وہ ساری خطاؤں کی جڑ ہے (ترغیب۔ درغشور۔ مشکوٰۃ وغیرہ)

ایک دوسری حدیث میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بھی اس قسم کا مضمون

بیان فرماتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت فرمائی
کہ اللہ کا شریک کسی کو نہ کرنا خواہ تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں یا آگ

میں جلادیتے جاؤ۔ دوسری نماز جان کر نہ چھوڑنا۔ جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ شانہ بری الذمہ ہے۔ تیسری شراب نہ پینا کہ ہر برائی کی کنجی ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کی ایک نماز بھی فوت ہوگئی وہ ایسا ہے کہ گویا اس کے گھر کے لوگ اور مال و دولت سب چھین لیا گیا ہو۔

نیز ارشاد ہے کہ جو شخص دو نمازوں کو بلا کسی عذر کے ایک وقت میں پڑھے وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر پہنچ گیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزوں میں تاخیر نہ کر۔ ایک نماز جب اس کا وقت ہو جائے دوسری جنازہ جب تیار ہو جائے۔ تیسری بے نکاحی عورت جب اس کے جوڑ کا خاوند مل جائے۔

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کا ذکر فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز کا اہتمام کرے تو نماز اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگی اور حساب پیش ہونے کے وقت حجت ہوگی اور نجات کا سبب ہوگی اور جو شخص نماز کا اہتمام نہ کرے اس کے لئے قیامت کے دن نہ نور ہوگا اور نہ اس کے پاس کوئی حجت ہوگی اور نہ نجات کا کوئی ذریعہ۔ اس کا حشر فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ (در منثور۔ زواجر، مشکوٰۃ وغیرہ)

زواجر مکی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کا اہتمام کرتا ہے

حق تعالیٰ شانہ پانچ طرح سے اس کا اکرام و اعزاز فرماتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس پر سے رزق کی تنگی ہٹا دی جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ عذاب قبر ہٹا دیا جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ قیامت کو اس کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔ رجن کا حال سورۃ الحاقہ میں مفصل مذکور ہے اور چوتھے یہ کہ پل صراط پر سے بجلی کی طرح گزر جائیں گے۔ پانچویں یہ کہ حساب سے محفوظ رہیں گے۔ اور جو شخص نماز میں سستی کرتا ہے اس کو پندرہ طریقے سے عذاب ہوتا ہے۔ پانچ طرح دنیا میں اور تین طرح موت کے وقت اور تین طرح قبر سے نکلنے کے بعد۔ دنیا کے پانچ تزیہ ہیں۔ اول یہ کہ اس کی زندگی میں برکت نہیں رہتی۔ دوسرے یہ کہ صلحاء کا نور اس کے چہرے سے ہٹا دیا جاتا ہے، تیسرے یہ کہ اس کے نیک کاموں کا اجر ہٹا دیا جاتا ہے۔ چوتھے اس کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ پانچویں یہ کہ نیک بندوں کی دعاؤں میں اس کا استحقاق نہیں رہتا۔ اور موت کے وقت تین عذاب یہ ہیں۔ اول ذلت سے مرتبہ ہے۔ دوسرے یہ کہ بھوکا مرتبہ ہے۔ تیسرے پیاس کی شدت میں موت آتی ہے۔ اگر سمندر بھی پی لے تو پیاس نہیں بجھتی۔ قبر کے تین عذاب یہ ہیں اول اس پر قبر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں اور دوسرے قبر میں آگ جلا دی جاتی ہے۔ تیسرے قبر میں ایک سانپ اس پر ایسی شکل کا مسلط ہوتا ہے جس کی آنکھیں آگ کی ہوتی ہیں اور ناخن لوہے کے اتنے لایسے کہ ایک دن پورا چل کر ان کے آخری سرے تک پہنچا جائے۔ وہ میت کو زخمی کرتا ہے۔ اس کی آواز بجلی کی کڑک کی طرح ہوتی ہے۔ وہ

کہتا ہے کہ مجھے میرے رب نے تجھ پر مسلط کیا ہے کہ تجھے صبح کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے آفتاب نکلنے تک مارے جاؤں اور ظہر کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے عصر تک مارے جاؤں اور پھر عصر کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے غروب تک اور مغرب کی نماز کی وجہ سے عشاء تک اور عشاء کی نماز کی وجہ سے صبح تک مارے جاؤں۔ جب وہ ایک دفعہ اس کو مارتا ہے تو اس کی وجہ سے وہ مردہ متر باقہ زمین دھنس جاتا ہے۔ اسی طرح قیامت تک اس کو عذاب ہوتا رہے گا۔ اور قبر سے نکلنے کے بعد کے تین عذاب یہ ہیں۔ ایک حساب سختی سے کیا جائے گا، دوسرے حق تعالیٰ شانہ کا اس پر غصہ ہوگا، تیسرے جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔ یہ کل میزان چودہ ہوئی، ممکن ہے کہ پندرہواں بھول سے رہ گیا ہو۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اس کے چہرے پر تین سطرین لکھی ہوئی ہوتی ہیں۔ پہلی سطر، اللہ کے حق کو ضائع کرنے والے۔ دوسری سطر، اللہ کے غصہ کے ساتھ مخصوص، تیسری سطر جیسا کہ تو نے دنیا میں اللہ کے حق کو ضائع کیا آج تو اللہ کی رحمت سے مایوس ہے۔

بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ صبح کی نماز کے بعد صحابہؓ سے دریافت فرماتے کہ کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ اگر کوئی دیکھتا تو بیان کر دیتا، حضور اس کی تعبیر ارشاد فرمادیتے۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب معمول دریافت فرمایا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ دو شخص آئے اور مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ اس کے بعد بہت لمبا خواب ذکر فرمایا جس میں جنت، دوزخ اور

اس میں مختلف قسم کے عذاب لوگوں کو ہوتے ہوئے دیکھے منجملہ ان کے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا ہے اور اس کو زور سے پتھر مارا جاتا ہے کہ وہ پتھر ٹھٹھکتا ہوا دور جا پڑتا ہے اتنے میں اس کو اٹھایا جاتا ہے، وہ سر پھر دیا ہی ہو جاتا ہے تو دوبارہ اس کو زور سے مارا جاتا ہے گویا اسی طرح اس کے ساتھ برتاؤ کیا جا رہا ہے۔ حضور نے جب اپنے دونوں ساتھیوں سے دریافت فرمایا کہ یہ کون شخص ہے تو انہوں نے بتایا کہ اس شخص نے قرآن مجید پڑھا تھا اور اس کو چھوڑ دیا تھا اور فرض نماز چھوڑ کر سو جاتا تھا۔ ایک دوسری حدیث میں اسی قسم کا ایک اور قصہ ہے جس میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جماعت کے ساتھ یہ برتاؤ دیکھا تو حضرت جبرائیلؑ اسے دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نماز میں سستی کرتے تھے (ترغیب)

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حق تعالیٰ شانہ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں کسی جگہ عذاب بھیجنے کا ارادہ کرتا ہوں مگر وہاں ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں جو مسجدوں کو آباد کرتے ہیں، اللہ کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہیں، اخیر راتوں میں استغفار کرتے ہیں تو عذاب کو موقوف کر دیتا ہوں (رد مشور)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا جس میں یہ لکھا کہ اکثر اوقات مسجد میں گزارا کرو، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مسجد مشقی کا گھر ہے اور اللہ جل شانہ نے اس بات کا عہد فرمایا ہے کہ جو شخص اکثر مسجد میں رہتا ہے اس پر رحمت کروں گا، اس کو راحت دوں گا

اور تیامت میں پل صراط کا راستہ آسان کر دیں گا اور اپنی رضا نصیب کرونگا۔
ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے
ہیں کہ جو شخص مسجد سے اُفت رکھے حق تعالیٰ ثنائہ اس سے اُفت رکھتے
ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے
ہیں کہ جب مردہ قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو جو لوگ قبر تک ساتھ گئے تھے وہ
ابھی تک واپس نہیں ہوتے کہ فرشتے اس کے امتحان کے لئے آتے ہیں اس
وقت اگر وہ مومن ہے تو نماز اس کے سر کے قریب ہوتی ہے اور زکوٰۃ دائیں
جانب اور روزہ بائیں جانب۔ اور باقی جتنے بھلائی کے کام تھے وہ پاؤں کی جانب
ہو جاتے ہیں اور ہر طرف سے اس کا احاطہ کر لیتے ہیں کہ اس کے قریب تک
کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ فرشتے دُور ہی سے کھڑے ہو کر سوال کرتے ہیں۔ رُددِ غفور
ایک صحابی ارشاد فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
گھر والوں پر خرچ کی کچھ تنگی ہوتی تو آپ ان کو نماز کا حکم فرماتے اور یہ
آیت تلاوت فرماتے۔

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْتَكُفُ رِزْقًا نَحْنُ
نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ ۝

(ترجمہ) اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کیجئے اور خود بھی اس کا اہتمام کرتے
رہیئے، ہم آپ سے روزی پیدا کرانا نہیں چاہتے، روزی تو ہم دیں گے اور
بہترین انجام تو یہ بہیز گاری ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ قیامت کے دن سارے آدمی ایک جگہ جمع ہوں گے اور فرشتہ جو بھی آواز دے گا سب کو سنائی دے گی۔ اس وقت اعلان ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جو راحت اور تکلیف میں ہر حال میں اللہ کی حمد کرتے تھے۔ یہ سن کر ایک جماعت اٹھنے لگی اور حساب کتاب کے بغیر جنت میں داخل ہو جائے گی۔ پھر اعلان ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جو راتوں کو عبادت میں مشغول رہتے تھے اور ان کے پہلو بستروں سے دُور رہتے تھے، پھر ایک جماعت اٹھنے لگی اور حساب کتاب کے بغیر جنت میں داخل ہو جائے گی۔ پھر اعلان ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی تھی، پھر ایک جماعت اٹھنے لگی اور بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو جائے گی۔ ایک اور حدیث میں بھی یہی قصہ آیا ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ اعلان ہوگا آج عرشِ ولے دکھیں گے کہ کریم لوگ کون ہیں اور اعلان ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جن کو تجارتی مشاغل اللہ کے ذکر اور نماز سے نہیں روکتے تھے۔ ردِ غشور

شیخ نصر مرقندی نے تنبیہ الغافلین میں بھی یہ حدیث لکھی ہے۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ جب یہ حضرات بغیر حساب کتاب کے چھوٹ چکیں گے تو جہنم سے ایک لمبی گردن (عنق) ظاہر ہوگی جو لوگوں کو پھاندتی ہوئی چلی آئے گی۔ اس میں دو چمک دار آنکھیں ہوں گی اور نہایت فصیح زبان ہوگی۔ وہ کہے گی کہ میں ہر اس شخص پر مسلط ہوں جو تکبر و مزاج ہو اور مجمع میں سے ایسے لوگوں کو اس طرح چن لے گی جیسا کہ جانور دانہ چکاتا ہے۔ ان سب کو چن کر جہنم میں

پھینک دے گی۔ اس کے بعد پھر دوبارہ نکلے گی اور کہے گی کہ اب میں
ہر اس شخص پر مسلط ہوں جس نے اللہ کو اور اس کے رسول کو ایذا دی۔ ان لوگوں
کو بھی جماعت سے چن کر لے جائے گی۔ اس کے بعد سہ بار نکلے گی اور اس
مرتبہ تصویر والوں کو چن کر لے جائے گی۔ اس کے بعد جب یہ تینوں قسم کے
آدمی جمع سے چھٹ جائیں گے تو حساب کتاب شروع ہوگا۔

تنبیہ الغافلین میں ایک حدیث لکھی ہے کہ نماز اللہ کی رضا کا سبب
ہے۔ فرشتوں کی محبوب چیز ہے۔ انبیاء کی سنت ہے۔ اس سے معرفت کا
نور پیدا ہوتا ہے، دعا قبول ہوتی ہے، رزق میں برکت ہوتی ہے۔ یہ ایمان
کی جڑ ہے۔ بدن کی راحت ہے، دشمن کے لئے ہتھیار ہے، نازی کے لئے
سفارشی ہے، قبر میں چراغ ہے اور اس کی وحشت میں دل پہلانے والی ہے
منکر نیکر کے سوال کا جواب ہے اور قیامت کی دھوپ میں سایہ ہے۔ اور
اندھیرے میں روشنی ہے، جہنم کی آگ کے لئے آٹھ ہے، اعمال کی ترازو کا
بوجھ ہے۔ پل صراط پر جلدی سے گزارنے والی ہے، جنت کی کنجی ہے۔

حافظ ابن حجر نے متبہات میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے
نقل کیا ہے کہ جو شخص نماز کی محافظت کرے، اوقات کی پابندی کے ساتھ
اس کا اہتمام کرے، حق تعالیٰ شانہ نو چیزوں کے ساتھ اس کا اکرام فرماتے
ہیں۔ اول یہ کہ اس کو خود محبوب رکھتے ہیں۔ دوسرے تندستی عطا فرماتے
ہیں۔ تیسرے فرشتے اس کی حفاظت فرماتے ہیں۔ چوتھے اس کے گھر میں برکت
عطا فرماتے ہیں۔ پانچویں اس کے چہرے پر صلوات کے انوار ظاہر ہوتے ہیں۔

چھٹے اس کا دل نرم فرماتے ہیں۔ ساتویں وہ پل صراط پر بجلی کی طرح گزر جائے گا۔
 اکھٹویں جہنم سے نجات فرمادیتے ہیں۔ نویں جنت میں ایسے لوگوں کی ہمسائیگی
 نصیب ہوگی جن کے بارے میں لَاحِقُوتٌ عَلَیْہِمْ وَا لَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ وارد
 ہے یعنی نہ ان کو کوئی خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے۔

سفیریؑ نے کہا ہے کہ صبح کی نماز چھوڑنے والے کو لائکر اور فجر سے
 پکارتے تھے اور ظہر کی نماز چھوڑنے والے کو اور عصر سے اور عصر کی نماز
 چھوڑنے والے کو عاصیؑ سے اور مغرب کی چھوڑنے والے کو کافرؑ سے اور
 عشاء کی نماز چھوڑنے والے کو اذمضیعؑ راشد کا حق ضائع کرنے والے سے
 پکارتے ہیں (غایۃ الموعظ)

علامہ شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ مصیبت ہر اس آبادی
 سے ہٹا دی جاتی ہے کہ جہاں کے لوگ نمازی ہوں جیسا کہ ہر اس آبادی پر
 نازل ہوتی ہے جہاں کے لوگ نمازی نہ ہوں۔ ایسی جگہوں میں زلزلوں کا آنا
 بجلیوں کا گرتا، مکالوں کا دھنس جانا کچھ بھی مستبعد نہیں۔ اور کوئی یہ خیال نہ کرے
 کہ میں تو نمازی ہوں مجھے دوسروں سے کیا غرض۔ اس لئے کہ جب بلا نازل
 ہوتی ہے تو عام ہوا کرتی ہے (حدیث شریف میں مذکور ہے کسی نے سوال
 کیا کہ ہم لوگ ایسی صورت میں ہلاک ہو سکتے ہیں کہ ہم میں صلحاء موجود ہوں حضور
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں جب خباثت کا غلبہ ہو جائے
 اس لئے ان کے ذمہ یہ بھی ضروری ہے کہ اپنی وسعت کے مطابق دوسروں
 کو بُری باتوں سے روکیں اور اچھی باتوں کی ہدایت کریں (لواقح الانوار)

ابواللیث سمرقندی نے قسۃ العیون میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے جو شخص ایک فرض نماز بھی جان بوجھ کر چھوڑ دے اس کا نام جہنم کے دروازے پر لکھ دیا جاتا ہے اور اس کو اس میں جانا ضروری ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ کہو کہ اے اللہ ہم میں سے کسی کو شقی محروم نہ کر۔ پھر فرمایا جانتے ہو شقی محروم کون ہے؟ صحابہ کے استفسار پر ارشاد فرمایا کہ شقی محروم نماز کا چھوڑنے والا ہے اور اس کا کوئی حصہ اسلام میں نہیں ایک حدیث میں ہے کہ دیدہ دانستہ بلا عذر نماز چھوڑنے والے کی طرف حق تعالیٰ شانہ قیامت میں اتفات ہی نہ فرمائیں گے اور اس کو عذاب الیم دیا جائے گا ایک حدیث سے نقل کیا ہے کہ دس آدمیوں کو غاص طور سے عذاب ہوگا۔ من جملہ ان کے نماز کا چھوڑنے والا بھی ہے کہ اس کے ہاتھ بندھے ہوئے ہوں گے اور فرشتے منہ اور پشت پر ضرب لگا رہے ہوں گے۔ جنت کہے گی کہ میرا تیرا کوئی تعلق نہیں نہ میں تیرے لئے نہ تو میرے لئے۔ دوزخ کہے گی کہ آجا میرے پاس آجا تو میرے لئے ہے میں تیرے لئے۔ یہ بھی نقل کیا ہے کہ جہنم میں ایک دادی ہے جس کا نام لم لم ہے۔ اس میں سانپ ہیں جو اونٹ کی گردن کے برابر موٹے ہیں اور ان کی لمبائی ایک مہینے کی مسافت کے برابر ہے۔ اس میں نماز چھوڑنے والوں کو عذاب دیا جائے گا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک میدان ہے جس کا نام حب المحزن ہے وہ بچھڑوں کا گھر ہے اور ہر بچھڑا چتر کے برابر ہوتا ہے۔ وہ بھی نماز چھوڑنے والوں کو ڈسنے کیلئے ہر

ابن حجرؒ نے زواج میں لکھا ہے کہ ایک عورت کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس کا بھائی دفن میں شریک تھا۔ اتفاق سے دفن کرتے ہوئے ایک عقلی قبر میں گر گئی۔ اس وقت خیال نہیں آیا، بعد میں یاد آئی تو بہت رنج ہوا سپیکے سے قبر کھول کر نکالنے کا ارادہ کیا۔ قبر کو کھولا تو وہ آگ کے شعلوں سے بھر رہی تھی۔ روتا ہوا ماں کے پاس آیا اور حال بیان کیا اور پوچھا کہ یہ کیا بات ہے؟ ماں نے بتایا کہ وہ نمازیں سستی کرتی تھی اور قضا کر دیتی تھی۔ (عاذنا اللہ منہا۔
روح البیان میں ہے کہ مردے نہایت عجز و زاری کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ خداوند اہم کو دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت ملے مگر انہیں اجازت نہیں ملتی۔ تب وہ زندوں پر تعجب کرتے ہیں کہ زندوں کو کیا ہو گیا اور ان پر کیسی ظلمت چھا گئی کہ اپنی پیاری عمر کی قدر نہیں کرتے اور نمازیں نہیں پڑھتے۔ معتبر کتب میں مذکور ہے کہ بعض روسیہ اور گنہگار روسیہ کی حالت میں اس دنیا سے اپنی قبروں میں جائیں گے۔ اور جب اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو ان کے چہرے چاند کے مثل چمکتے ہوں گے۔ تب ان سے کہا جائے گا کہ یہ تو گنہگار روسیہ مرے تھے ایسے نورانی کس طرح ہوئے۔ اس وقت فرشتے جواب دیں گے کہ تم سچ کہتے ہو مگر ان گنہگاروں نے اپنے پیچھے نیک اولاد چھوڑی تھی، سو اس اولاد نے ان کی بخشش کی دعائیں کیں اور نمازیں پڑھیں اور ایصالِ ثواب سے بھی یاد کیا، اس وجہ سے یہ نور اور یہ روشنی پا گئی۔

فوائد سعدیہ میں ہے کہ جو شخص آداب میں سستی اور کاہلی کرے دوستِ پاک کی برکتوں سے محروم رہتا ہے اور جو سنتِ پاک میں سستی کرے

وہ خدا کی معرفت سے محروم رہتا ہے۔ توحید ایمان کا باعث ہے، پس جس کو
 شریعت نہیں اس کو ایمان بھی نہیں اور توحید بھی نہیں۔ اور شریعت ادب کا
 باعث ہے، پس جس کو ادب نہیں اس کے لئے شریعت بھی نہیں، ایمان
 بھی نہیں اور توحید بھی نہیں ہے یعنی با ادب با ایمان اور بے ادب
 بے ایمان ہے۔

زبدۃ العواظین میں ہے قیامت کے روز ایک ایسی جماعت
 ہوگی کہ جن کے منہ چاند کی طرح روشن ہوں گے اور ان کے بال سچے موتیوں
 سے بھرپور ہوں گے اور وہ نور کے منبر پر اس حال میں بیٹھے رہیں گے کہ لوگ
 حساب میں ہوں گے۔ تب اہل عجت کہیں گے کہ تم کوئی فرشتے ہو یا انبیاء
 وہ جواب دیں گے کہ ہم نہ تو فرشتے ہیں اور نہ انبیاء ہیں بلکہ ہم حضرت محمد مصطفیٰ
 علی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی ہیں۔ پھر فرشتے کہیں گے کہ یہ مرتبہ کیونکر پایا۔ وہ
 کہیں گے کہ ہم نے پنج وقتہ نماز، اس کے آداب اور سنتوں کے ساتھ باجماعت
 پڑھی ہے، اور دوسری بات یہ ہے کہ جب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
 کا نام مبارک آتا تھا تو آپ کی محبت اور عشق کے باعث ہماری آنکھوں سے
 آنسوؤں کا تار بندھ جاتا تھا۔ یعنی دل میں عشق نبی اور الفت نبی کا جوش و
 خروش پیدا ہو جاتا تھا۔ پھر ہم خلوص دل سے دعا اور صلوات پڑھتے تھے اور
 ہر حال میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر بجالاتے تھے۔

روح البیان۔ جو شخص دنیا میں ریاست اور سلطنت میں مشغول رہ کر نماز
 سے غافل رہا ہوگا اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے نماز پھوڑنے لے

عذر کرے گا کہ الہی تو نے مجھے بادشاہت دی تھی اس کی مصروفیت کے باعث نماز سے غافل رہا۔ تو اس وقت اللہ پاک کا حکم ہو گا کہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کو حاضر کر دو۔ جب یہ دونوں حضرات حاضر ہوں گے تو اللہ پاک فرمائے گا کہ دیکھ یہ بھی تو دونوں بادشاہ تھے، ان کی بادشاہت نے انہیں نماز سے کیوں نہ روکا۔ وہ رب العزت فرمائے گا کہ نہیں کسی کی بادشاہت نماز سے نہیں روکتی، بلکہ تو خود غافل تھا۔ اے فرشتو! اسے جاؤ اور جہنم میں جھونک دو۔

اگر کوئی اپنی بیماری کا عذر کرے گا کہ الہی مجھے بیماری نے فرصت نہ دی اور نماز کی طاقت نہ تھی اس لئے مجھ سے نماز رہ گئی تو ارشادِ عالی ہو گا کہ حضرت ایوب صابر کو بلاؤ۔ جب حضرت ایوب علیہ السلام حاضر ہوں گے تو رب العزت کی طرف سے حکم ہو گا کہ اے بیمار تو زیادہ بیمار تھا یا یہ ہمارا ایوب بندہ، دیکھ برسوں تک کیڑے پڑے رہے مگر ایک سانس یادِ الہی سے غافل نہ رہا۔ اگر دراصل بیماری یادِ الہی سے روکتی تو ایوب علیہ السلام کو بھی روک دیتی نہیں نہیں، بلکہ تو نے خود اپنی ذاتی غفلت سے روک دی اور ترک کی، اے فرشتو! اسے بھی دوزخ میں ڈال دو۔

اگر کوئی اولاد کا عذر کرے گا کہ الہی مجھے کثرتِ اولاد اور ان کی پرورش کی فکر اور مصیبت نے خصوصاً ان کی محنت نے نماز سے باز رکھا تو فرماؤ والا شان ہو گا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو بلاؤ۔ پھر حضرت یعقوب علیہ السلام تشریف لائیں گے۔ ارشاد ہو گا کہ تیری اولاد زیادہ تھی یا حضرت یعقوب علیہ السلام کی؟

تو زیادہ اولاد کے غم میں تھا یا یہ، جو فراق یوسف علیہ السلام میں برسوں روئے
حتیٰ کہ آنکھیں جاتی رہیں۔ اور کمر جھک گئی، بوڑھے ہو گئے مگر نماز سے ایکدم
غافل نہ رہے۔ اسے ملائکہ اے جاو، اسے جہنم میں ڈال دو۔

اگر کوئی عورت اپنے خاوند کے ظلم و ستم یا مرد اپنے آقا کے جور و حفا کا
عذر کرے گا کہ الہی مجھے ظالم خاوند یا حاکم مالک کے خوف سے نماز کی ہدایت
نہ ملی تو حکم ہو گا کہ بی بی آسیہ یعنی فرعون کی بیوی کو بلاؤ جب وہ حاضر ہوں گی
تو ارشاد رب العباد ہو گا کہ تیرا خاوند یا حاکم زیادہ ظالم اور نماز سے روکنے
والا تھا یا اس بی بی کا خاوند فرعون زیادہ ظالم تھا۔ عرض کرے گا کہ یا اللہ
فرعون زیادہ ظالم تھا۔ تب اللہ پاک فرمائے گا دیکھو ایسے جابر و ظالم کی
عورت تھیں پھر بھی وہ کسی عبادت گزار تھیں۔ اگر کسی خاوند یا مالک کا ظلم
کسی کو نماز سے روکنا تو آسیہ کو ضرور روکتا۔ اسے بے نماز خاوند یا حاکم کا
عذر غلط ہے، تو خود اپنے اللہ پاک کی عبادت سے غافل تھا اس لئے تو
نماز نہیں پڑھی۔ اسے فرشتوں! اسے بھی جہنم میں جھونک دو۔

کتاب الصلوٰۃ (امام منیل) حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے
نماز ترک کر دی اس کا اسلام میں کچھ حصہ نہیں۔ جو شخص کہ نماز کو ہلکا سمجھتا ہے
اس سے بے پروائی کرتا ہے وہ اسلام کو بھی خفیف سمجھتا ہے اور اس کی آیت
کرتا ہے پس جس قدر ان کو نماز میں ذوق ہو گا اسی قدر ان کو اسلام میں انہماک
ہو گا اور جس قدر ان کو نماز سے رغبت ہو گی اسی قدر ان کو اسلام سے رغبت
ہو گی۔

اے بندہ خدا! اپنے نفس کو جان اور اس بات سے پرہیز کر کہ تو اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملے کہ تیرے نزدیک اسلام کی کوئی قدر نہ ہو۔ پس جس قدر تیرے قلب میں نماز کی عزت ہوگی اسی قدر تیرے قلب میں اسلام کی عزت ہوگی۔

کتاب الصلوٰۃ (ابن قیم جوزی) امام احمد نے فرمایا ہے اور تحقیق حدیث شریف میں آیا ہے کہ اسلام میں اس شخص کے لئے حصہ نہیں ہے جو نماز کو چھوڑ دے۔ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اطراف ممالک میں لکھا کرتے تھے کہ تحقیق تمہارے اہم امروں میں سے میرے نزدیک نماز ہے، پس جو شخص اس کی حفاظت کرے گا اپنے دین کی حفاظت کرے گا اور جس نے اسے ضائع کر دیا وہ اس کے ماسوا کو بطریق اولیٰ ضائع کر دینے والا ہے، اور اس شخص کے لئے اسلام میں حصہ نہیں ہے جو نماز کو ترک کر دے۔ جو نماز کی خفقت اور امانت کرتا ہے پس وہ اسلام کی خفقت اور امانت کرتا ہے اور تحقیق نبی علی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث آئی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ نماز دین کا ستون ہے کیا تو نہیں جانتا کہ جب خیمہ کا ستون گر جاتا ہے تو خیمہ ہی گر جاتا ہے اور مینہیں اور طنائیں کچھ فائدہ نہیں دیتیں اور جب خیمہ کا ستون قائم ہو تو طنائیں اور مینوں سے فائدہ نکل سکتا ہے۔ ایسے ہی نماز اسلام کے لئے ہے۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ پہلے پہل قیامت میں بندہ سے اس کے عملوں سے نماز کی بابت ہی سوال کیا جائے گا پس اگر اس کی نماز قبول کی گئی تو اس کے باقی عمل بھی مقبول ہو گئے اور اگر اس کی نماز نامنظور ہوئی تو اس کے باقی اعمال بھی نامنظور و مردود

ہوئے۔ پس ہماری نماز ہمارے دین کا آخر ہے اور یہ ہمارے اعمال سے
قیامت کے دن پہلے پہل پوچھی جائے گی۔ اور نماز اسلام کے فرضوں سے پہلا
فرض ہے اور یہ آخر امر ہے جو دین سے منقود ہو۔ گویا یہ اسلام کا اول و آخر ہے
پس جب اسلام کا اول و آخر چلا گیا تو سب کا سب چلا گیا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ
خشوع و خضوع | قیامت میں سب سے پہلے نماز کا حساب کیا
جائے گا۔ اگر وہ اچھی اور پوری نکل آئی تو باقی اعمال بھی پورے آئیں گے
اور اگر وہ خراب ہو گئی تو باقی اعمال بھی خراب نکلیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ
تے اپنی خلافت کے زمانے میں ایک اعلان سب جگہ کے حکام کے پاس
بھیجا تھا کہ میرے نزدیک سب سے زیادہ ہتم بالشان چیز نماز ہے جو شخص
اس کی حفاظت اور اس کا اہتمام کرے گا وہ دین کے اور اجزاء کا بھی اہتمام
کر سکتا ہے، اور جو اس کو ضائع کر دے گا وہ دین کے اور اجزاء کو بھی زیادہ
برباد کر دے گا۔ (درنشور)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ
سے سنا کہ جو شخص قیامت کے دن پانچوں نمازیں ایسی لے کر حاضر ہو کر
کے اوقات کی بھی حفاظت کرتا رہا ہو اور وضو کا بھی اہتمام کرتا رہا ہو اور
نمازوں کو خشوع و خضوع سے پڑھتا رہا ہو، حق تعالیٰ شانہ نے عہد فرمایا
ہے کہ اس کو عذاب نہیں کیا جائے گا اور جو ایسی نمازیں نہ لے کر حاضر ہوا
کے لئے کوئی وعدہ نہیں چاہئے اپنی رحمت سے معاف فرمائیں چاہئے۔

عذاب دیں۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا تمہیں معلوم بھی ہے اللہ جل شانہ نے کیا فرما دیا صحابہؓ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ ہی جانتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہتمام کی وجہ سے تین مرتبہ یہی دریافت فرمایا اور صحابہؓ یہی جواب دیتے رہے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ حق تعالیٰ شانہ اپنی عزت اور اپنی بڑائی کی قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ جو شخص ان نمازوں کو اوقات کی پابندی کے ساتھ پڑھتا رہے گا اس کو جنت میں داخل کروں گا اور جو پابندی نہ کرے گا تو میرا دل چاہے گا رحمت سے بخش دوں گا ورنہ عذاب دوں گا۔

ابن ماجہ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت میں آدمی کے احوال میں سب سے پہلے فرض نماز کا حساب کیا جائے گا۔ اگر نماز اچھی نکل آئی تو وہ شخص کامیاب ہوگا اور بامراد۔ اور اگر نماز بے کار ثابت ہوئی تو وہ نامراد خسارہ میں ہوگا۔ اور اگر نماز میں کچھ کمی پائی گئی تو ارشاد خداوندی ہوگا کہ دیکھو اس بندہ کے پاس کچھ نفیس بھی ہیں جن سے فرضوں کو پورا کر دیا جائے، اگر نکل آئے تو ان سے فرضوں کی تکمیل کر دی جائے گی۔ اس کے بعد پھر اسی طرح باقی اعمال روزہ، زکوٰۃ وغیرہ کا حساب ہوگا۔

ایک دوسری حدیث میں یہ مضمون زیادہ وضاحت سے آیا ہے۔ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عبادات میں سب سے پہلے نماز کو فرض فرمایا ہے اور سب سے پہلے اعمال میں سے نماز ہی پیش کی جاتی ہے اور سب سے

پہلے قیامت میں نماز ہی کا حساب ہوگا۔ اگر فرض نمازوں میں کچھ کمی رہ گئی تو اس کو نفلوں سے پورا کیا جائے گا اور پھر اس کے بعد اسی طرح روزوں کا حساب کیا جائے گا اور فرض روزوں میں جو کمی ہوگی وہ نفل روزوں سے پوری کر دی جائے گی۔ اور پھر زکوٰۃ کا حساب اسی طریقہ سے ہوگا۔ ان سب چیزوں میں نوافل کو ملا کر بھی اگر نیکیوں کا پتہ بھاری ہو گیا تو وہ شخص خوشی خوشی حجت میں داخل ہو جائے گا ورنہ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، اخلاص والوں کے لئے خوش حالی ہو کہ وہ ہدایت کے چراغ ہیں۔ ان کی دھ سے سخت سے سخت فتنے دور ہو جاتے ہیں۔ نماز کے بارے میں اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے۔

✓ قَوْلُ الْمُتَصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ
الَّذِينَ هُمْ بِرِزْقٍ لَّهُ

ترجمہ بڑی خرابی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں جو ایسے ہیں کہ دکھلا د کرتے ہیں۔

دوسری جگہ منافقین کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے:

✓ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كَسَالَىٰ يُدْرَأُونَ النَّاسَ
وَلَا يُذَكَّرُونَ ۚ اللَّهُ الْأَقْبَلُ ۚ

(ترجمہ) اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بہت کاہلی سے کھڑے ہوتے ہیں، صرف لوگوں کو دکھلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے مگر

بیت مقور اسے۔

ایک جگہ ارشاد ہے۔

وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَتُهُمْ إِلَّا أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ
وَبِرَسُولِهِ وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَى وَلَا يُنْفِقُونَ إِلَّا
وَهُمْ كَارِهُونَ ط

(ترجمہ) اور ان کی خیر خیرات مقبول ہونے سے اور کوئی چیز بجز اس کے
مانع نہیں ہے کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر
کیا اور نماز نہیں پڑھتے مگر کاہلی سے اور نیک کام میں خرچ نہیں کرتے مگر
گرانی سے۔

اس کے بالمقابل اچھی طرح خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھنے والوں
کے بارے میں ارشاد ہے۔

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ
..... وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يَحْفَظُونَ ۝ أُولَٰئِكَ
هُمُ الْكَارِهُونَ ۝ الَّذِينَ يُزْطَوْنَ الْفَرْدُوسِ ط هُمْ فِيهَا
خَالِدُونَ ۝

(ترجمہ) بے شک کامیابی اور فلاح کو پہنچ گئے وہ مومن جو اپنی نماز میں
خشوع کرنے والے ہیں اور جو اپنی نمازوں کا اہتمام کرنے والے ہیں
یہی لوگ جنت کے وارث ہیں جو فردوس کے وارث بنیں گے اور ہمیشہ ہمیشہ
اس میں رہیں گے۔

دوسری جگہ نماز کے بارے میں ارشاد الہی ہے۔

وَأَنهَآ لَكِبَيْرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ ۚ الَّذِينَ يَظُنُّونَ
أَنَّهُم مُّقْرَّبُونَ ۚ أَتَاهُم مِّنْ رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝

ترجمہ ہے شک نماز دشوار ہے مگر جن کے دلوں میں خشوع ہے ان پر
کچھ دشوار نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اس کا خیال رکھتے ہیں کہ بلاشبہ وہ اپنے
رب سے قیامت میں ملنے والے ہیں اور مرنے کے بعد اسی کی طرف لوٹ
کر جانے والے ہیں۔

رسالہ غوثیہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
مجھے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے غوث الاعظم اس شخص کی کوئی معراج نہیں قبول
کی نماز نہ ہو اور جو شخص نماز سے محروم ہے وہ معراج سے بھی محروم ہے
کیونکہ نماز بھی بحکم الصلوٰۃ معراج المسلمین ایک قسم کی معراج ہے
جس سے محرومی گویا معراج سے محرومی ہے۔ عام لوگوں کی معراج تو یہ
ہے کہ غیبت وغیرہ بے ہودہ کاموں اور حدت اور ظاہری پلیدی کو چھوڑ
دیں اور خاصوں کی یہ کہ خطرات نفسانی و شیطانی اور باطنی پلیدی بلکہ دوئی
کو چھوڑ کر متصف باتحاد ہو جائیں، اور خاص الخاصوں کی معراج خودی اور
دوئی اور ہستی اور شعور اور ترک وحی اور سر سے نکل آنا، غرض کہ نماز ایک
ایسی جامع عبادت ہے کہ اس میں قرآن تسبیح اور درود، دعا، مراقبہ
حضوری وغیرہ ہر ایک قسم کی عبادت موجود ہے۔ اسی واسطے اس کے
حق میں فرمایا گیا المصلیٰ یناجی ربہ نمازی اپنے پروردگار سے مناجات

کرتا ہے، نماز کی بھی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ نماز عام۔

۲۔ نماز خاص۔

۳۔ نماز خاص الخاص

نماز عام یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے گویا وہ اس کے جمیع حالات ظاہری و باطنی کو دیکھ رہا ہے۔

نماز خاص یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے گویا یہ حق تعالیٰ کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہے یعنی ایسا مستغرق اور محو ہو جائے کہ باطنی مشاہدہ حاصل ہو۔

نماز خاص الخاص یہ ہے کہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ، کے نصیب عظمیٰ کہ نماز کے وقت اپنے شعور وغیرہ سے بالکل بے خبر رہتے۔ انہیں کا یہ قول ہے کہ سماعیلاً ربّاً حتیٰ اداہ یعنی میں پروردگار کی عبادت نہیں کرتا جب تک کہ اس کو دیکھ نہ لوں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص نمازوں کو اپنے وقت پر پڑھے، وضو بھی اچھی طرح کرے، خشوع و خضوع سے بھی پڑھے، کھڑا بھی پورے وقار سے ہو۔ پھر اسی طرح رکوع سجدہ بھی اچھی طرح اطمینان سے کرے، غرض ہر چیز کو اچھی طرح ادا کرے تو وہ نماز نہایت روشن چمک دار بن کر جاتی ہے۔ اور نمازی کو دعا دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ تیری بھی ایسی ہی حفاظت کرے جیسی تو نے میری حفاظت کی، اور جو شخص نماز کو بری طرح پڑھے،

وقت کو بھی ٹال دے، وضو بھی اچھی طرح نہ کرے، رکوع سجدہ بھی اچھی طرح نہ کرے تو وہ نماز بڑی صورت سے سیاہ رنگ میں بدو عادتیں ہوئی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے بھی ایسا ہی برباد کرے جیسا تو نے مجھے ضائع کیا۔ اس کے بعد وہ نماز پڑانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر نماز کے منہ پر مار دی جاتی ہے۔

(طبرانی)

ترغیب۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نماز میں رکوع اچھی طرح نہ کیا جائے کہ کمر پوری جھک جائے اس کی مثال اس عورت کی سی ہے جو حاملہ ہو اور جب بچہ ہونے کا وقت قریب آ جائے تو اسقاط کر دے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جن کو روزہ سے بھوکا اور پیاسا رہنے کے سوا کوئی حاصل نہیں اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں جن کو جاگنے کے علاوہ کوئی چیز نہیں ملتی۔

ابن خزیمہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بدترین چور کرنے والا شخص وہ ہے جو نماز میں سے بھی چوری کرے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سے کس طرح چوری کرے گا۔ ارشاد فرمایا کہ اس کا رکوع اور سجدہ اچھی طرح نہ کرے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ اس وقت علم دیا ہے اٹھ جانے کا وقت ہے۔ حضرت زیاد صحابی نے عرض کیا کہ

یارسول اللہ علم ہم سے کس طرح اٹھ جائے گا۔ ہم لوگ قرآن شریف پڑھتے
ہیں اور اپنی اولاد کو پڑھاتے ہیں اور یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا میں تو تجھے بڑا سمجھدار خیال کرتا تھا۔ یہ یہود و نصاریٰ بھی توراۃ انجیل
پڑھتے پڑھاتے ہیں پھر ان کے کس کام آیا؛ ابودرداءؓ کے شاگرد کہتے ہیں
کہ میں نے دوسرے صحابی حضرت عبادہؓ سے جا کر یہ قصہ سنایا۔ انہوں
نے فرمایا کہ ابودرداءؓ یہ کہتے ہیں اور میں بتاؤں کہ سب سے پہلے کیا چیز
دنیائے اٹھنے کی۔ سب سے پہلے نماز کا شروع اٹھ جائے گا کہ بھری مسجد
میں ایک شخص بھی شروع سے نماز پڑھنے والا نہ ہوگا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ
جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدار کہلاتے ہیں وہ بھی فرماتے ہیں کہ
سب سے پہلے نماز کا شروع اٹھایا جائے گا (در غشوا)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ اس نماز کی طرف توجہ ہی نہیں
فرماتا جس میں رکوع سجدہ اچھی طرح نہ کیا جائے۔ ایک حدیث میں ارشاد نبویؐ
ہے کہ آدمی ساٹھ برس تک نماز پڑھتا ہے مگر ایک نماز بھی قبول نہیں ہوتی
کہ کبھی رکوع اچھی طرح کرتا ہے تو سجدہ پورا نہیں کرتا۔ سجدہ کرتا ہے تو رکوع
پورا نہیں کرتا۔

ترمذی شریف۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ اُمّ روان
فرماتی ہیں کہ میں ایک مرتبہ نماز پڑھ رہی تھی۔ نماز میں ادھر ادھر جھکنے لگی۔
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا تو بے اس زور سے ڈانٹا کہ
(تو کی وجہ سے) نماز توڑنے کے قریب ہو گئی پھر ارشاد فرمایا کہ میں نے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنبھلے کہ جب کوئی شخص نماز کو کھڑا ہو تو اپنے تمام بدن کو بالکل سکون سے رکھے۔ یہود کی طرح ہلے نہیں۔ بدن کے تمام اعضاء کا نماز میں بالکل سکون سے رہنا نماز کے پورا ہونے کا جزو ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے دریافت کیا کہ خشوع کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ خشوع دل میں ہوتا ہے یعنی دل سے نماز میں متوجہ رہنا، اور یہ بھی اس میں داخل ہے کہ کسی طرف توجہ نہ کرے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خشوع کرنے والے وہ ہیں جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں اور نماز میں سکون سے رہنے والے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ نفاق کے خشوع سے اللہ ہی سے پناہ مانگو۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضور نفاق کا خشوع کیا چیز ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ظاہر میں تو سکون ہو اور دل میں نفاق ہو۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بھی اسی قسم کا ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا کہ نفاق کا خشوع یہ ہے کہ ظاہر بدن تو خشوع والا معلوم ہو اور دل میں خشوع نہ ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک شخص کو دیکھا کہ دائرہ پر ہاتھ پھیر رہا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو بدن کے سارے اعضاء سکون ہوتا۔

بہت سے صحابہ اور تابعین سے نقل کیا گیا ہے کہ خشوع سکون کا

نام ہے یعنی نماز نہایت سکون سے پڑھی جائے۔ متعدد احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نماز ایسی طرح پڑھا کرو گویا یہ آخری نماز ہے۔ ایسی طرح پڑھا کرو جیسا وہ شخص پڑھتا ہے جس کو یہ گمان ہو کہ اس وقت کے بعد مجھے دوسری نماز کی نوبت ہی نہ آئے گی (جامع الصغیر)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے حق تعالیٰ شانہ کے ارشاد **ثُمَّ اسْأَلُوا تَهْلِي عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ** (بے شک نماز رکتی ہے بے حیائی سے اور ناشائستہ حرکتوں سے) کے متعلق دریافت کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کی نماز ایسی نہ ہو اور اس کو بے حیائی اور ناشائستہ حرکتوں سے نہ روکے وہ نماز ہی نہیں (درغشور)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز میں گناہوں سے روک ہے اور گناہوں سے ہٹانا ہے۔ حضرت ابو العالیۃ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ کے ارشادات **ثُمَّ اسْأَلُوا تَهْلِي عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ** کا مطلب یہ ہے کہ نماز میں تین چیزیں ہوتی ہیں۔ اخلاص، اللہ کا خوف اور اللہ کا ذکر۔ جس نماز میں یہ چیزیں نہیں وہ نماز ہی نہیں۔ اخلاص نیک کاموں کا حکم کرتا ہے، اور اللہ کا خوف بڑی باتوں سے روکتا ہے اور اللہ کا ذکر قرآن پاک ہے جو مستقل طور پر اچھی باتوں کا حکم کرتا ہے اور بڑی باتوں سے روکتا ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جو نماز بڑی باتوں اور نامناسب حرکتوں سے نہ روکے وہ نماز بجائے اللہ کے قرب کے اللہ سے دوری پیدا کرتی ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جس شخص کی نماز اس کو بری باتوں سے نہ روکے وہ نماز ہی نہیں اس نماز کی وجہ سے اللہ سے دوری پیدا ہوتی ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص نماز کی اطاعت نہ کرے اس کی نماز ہی کیا اور نماز کی اطاعت یہ ہے کہ بے حیائی اور برسی باتوں سے روکے۔

کُدرِ منشور۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ فلاں شخص رات کو نماز پڑھتا رہتا ہے اور صبح ہوتے چوری کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی نماز اس کو اس فعل سے عنقریب ہی روک دے گی۔

مکتبہ۔ رَاتِ الصَّلَاةِ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ
یعنی نماز نامناسب باتوں سے روکتی ہے۔ عوام الناس کو کھانے، پینے بولنے، ہنسنے اور نماز کے غلات ادھر ادھر دیکھنے اور حرکت کرنے سے اور خاص لوگوں کو سوائے اللہ پاک کے دوسرے کی طرف آنکھ اٹھانے خیال لے جانے سے روکتی ہے اور اولیاء اللہ اور مقرب لوگوں کو ان کے جسمی اور جان کے باہمی تعلق اور اتحاد سے روکتی ہے۔

اولیاء اللہ اور مقربین کو نماز میں شہادۂ دیدار الہی میسر ہو جاتا ہے اور اولیاء اللہ اور مقربین کی روح کو جسم سے زیادہ پیاری شے نماز میں نظر آتی ہے اس لئے ان کی روح نماز میں بے تعلق ہو جاتی ہے۔

تہذیب الکمال فی اسماء الرجال۔ حضرت سفیان ثوریؒ
 ایک دن کعبہ کے پاس نماز میں مشغول تھے۔ جب آپ سجدہ میں گئے تو کسی
 دشمن نے آپ کے ایک پاؤں کی دو انگلیاں اور دوسرے پاؤں کی پانچ
 انگلیاں کاٹ ڈالیں مگر اللہ اکبر! آپ کو نماز میں مشاہدہ دیدارِ الہی اور شراب
 وحدت کا کچھ ایسا نشہ چڑھا ہوا تھا کہ انگلیاں کٹ گئیں مگر آپ کو اس کی مطلق
 خبر نہ ہوئی۔

نکتہ۔ نماز میں شراب وحدت کے نشہ میں یہ بے خبری کا عالم
 کہ انگلیاں تک کٹ جائیں اور مطلق خبر نہ ہو۔ اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ یہ سب
 کچھ حب وطن کا اثر ہے کیونکہ روح کا وطن عرشِ معلیٰ کے اوپر ہے اگرچہ دنیا
 میں روح جسم پر بادشاہت کرتی ہے لیکن یہ اپنے وطن یعنی عالم ارواح کی جدائی
 میں نہایت بے چین رہتی ہے کیونکہ اس روح کا عالم اجسام یعنی دنیا میں آنے
 سے پہلے ملائے علیٰ میں یہی کام تھا کہ شراب وحدت کے نشہ میں ہمیشہ سرشار و
 مست رہنا۔ اب نماز میں روح کو اس کی اصل غذا یعنی شراب وحدت کا جام
 ملا اور ملتے ہی مست و بخود ہو گئی۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ افضل نماز وہ ہے جس میں
 لمبی لمبی رکعتیں ہوں۔ مجاہد کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ کے ارشاد دَقُّوْا
 لِلّٰہِ قَسَارَتَیْنِ (اور نماز میں کھڑے رہو اللہ کے سامنے تودب) میں رکعت بھی
 داخل ہے اور شروع بھی اور لمبی رکعت ہونا بھی اور آنکھوں کو پست کرنا، بازوؤں
 کو جھکانا (یعنی اکڑ کے کھڑا نہ ہونا) اور اللہ سے ڈرنا بھی شامل ہے (کہ لفظ نفوت

میں جس کا اس آیت میں حکم دیا گیا ہے یہ سب چیزیں داخل ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے جب کوئی شخص نماز کو کھڑا ہوتا تھا تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا تھا اس بات سے کہ ادھر ادھر دیکھے یا ر سجدہ میں جلتے ہوئے کنکریوں کو الٹ پلٹ کرے (عرب میں صفوں کی جگہ کنکریاں بچھائی جاتی ہیں) یا اور کسی لغو چیز میں مشغول ہو یا دل میں کسی دنیاوی چیز کا خیال لائے، ہاں جہول کے خیال آگیا ہو تو دوسری بات ہے۔ (ترغیب)

قَوْمُوا لِلّٰهِ قَسَبَاتٍ کی تفسیر میں مختلف ارشادات وارد ہوئے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ قَسَبَاتٍ کے معنی خشوع کے ہیں یعنی خشوع سے نماز پڑھنے والے، اسی کے موافق مجاہد یہ نقل کرتے ہیں جو اوپر ذکر کیا گیا کہ یہ سب چیزیں خشوع میں داخل ہیں یعنی لمبی لمبی رکعات کا ہونا اور خشوع و حضور سے پڑھنا، نگاہ کو نیچی رکھنا۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابتداء میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رات کو جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے کورسی سے باندھ لیا کرتے کہ نیند کے غلبہ سے گر نہ جائیں۔ اس پر طبرانی نے مَا أَتَوْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِنَشْفِيَ نَازِلَ ہوئی۔ اور یہ مضمون تو کئی حدیثوں میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنی طویل رکعت کیا کرتے تھے کہ کھڑے کھڑے پاؤں پر دم آجاتا تھا۔ اگرچہ ہم لوگوں پر شفقت کی وجہ سے حضور نے یہ ارشاد فرما دیا کہ جس قدر تحمل اور نباہ ہو سکے اتنی محنت کرنی چاہیئے۔ چنانچہ ایک صحابی عودت نے بھی اسی طرح رستی میں اپنے آپ کو باندھنا شروع کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے منع فرمادیا۔ مگر اتنی بات ضرور ہے کہ تحمل کے بعد نماز عتبی لمبی ہوگی اتنی ہی
 بہتر اور افضل ہوگی۔ آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنی لمبی نماز پڑھنا کہ پائے مبارک
 پر ورم آجاتا تھا کوئی تو بات رکھتا ہے۔ صحابہ کرام عرض بھی کرتے کہ سورہ فتح
 میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 ارشاد فرماتے کہ پھر میں شکر گزار بندہ کیوں نہ بنوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ
 جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے تو آپ کے سینہ مبارک سے
 رونے کی آواز (سانس رکنے کی وجہ سے) ایسی مسلسل آتی تھی جیسے پگی کی آواز
 ہوتی ہے۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ ایسی آواز ہوتی تھی جیسے کہ ہنڈیا
 کے پکنے کی آواز ہوتی ہے (ترغیب)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں میں نے حضور اکرم
 صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک درخت کے نیچے کھڑے نماز پڑھ رہے تھے
 اور رو رہے تھے۔ کہ اسی حالت میں صبح فرمادی۔ متعدد احادیث میں ارشاد
 ہے کہ حق تعالیٰ شانہ چند آدمیوں سے بے حد خوش ہیں منجملہ ان کے وہ شخص
 ہے جو سردی کی رات میں نرم بستر پر لحاف میں لپٹا ہوا فحوا استراحت
 ہو اور پھر تہجد کے لئے اٹھے اور نماز میں مشغول ہو جائے۔ باوجود عالم الغیب
 ہونے کے فرشتوں سے فخر کے طور پر دریافت فرماتے ہیں کہ اس بندہ کو
 کس بات نے مجبور کیا کہ اس طرح کھڑا ہو گیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ آپ کے
 لطف و عطا یا کی امید نے اور آپ کے عتاب کے خوف نے۔ ارشاد ہوتا
 ہے کہ اچھا جس چیز کی اس نے مجھ سے امید رکھتی وہ میں نے عطا کی اور جس

چیز کا اس کو خوف ہے اس سے اس نجات بخشتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کسی بندہ کو اللہ کی طرف سے کوئی عطا اس سے بہتر نہیں دی گئی کہ اس کو دو رکعت نماز کی توفیق ہو جائے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی بیوی فرماتی ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز سے زیادہ وضو اور نماز میں مشغول ہونے والے تو اور بھی ہوں گے۔ مگر ان سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا میں نے نہیں دیکھا۔ عشاء کی نماز کے بعد مصلتے پر بیٹھ جاتے اور دعائے واسطے ہاتھ اٹھاتے اور روتے رہتے حتیٰ کہ اس میں نیند کا غلبہ ہوتا تو آنکھ لگ جاتی، پھر جب آنکھ کھلتی تو اسی طرح رفتہ رفتہ اور دعائیں مشغول رہتے کہتے ہیں کہ خلافت کے بعد سے جنابت کے غسل کی نوبت نہیں آئی۔ ان کی بیوی عبدالملک بادشاہ کی بیٹی تھیں۔ باب نے بہت سے زیورات خواہر دیئے تھے اور ایک ایسا ہیرا دیا تھا جس کی نظیر نہیں تھی۔ آپ نے بیوی سے فرمایا کہ دو باتوں میں سے ایک اختیار کرو یا تو وہ زیور سارا اللہ واسطے دے کہ میں اس کو بیت المال میں داخل کر دوں، یا مجھ سے جدائی اختیار کر لے۔ مجھے یہ چیز ناگوار ہے کہ میں اور وہ مال ایک گھر میں جمع رہیں۔ بیوی نے عرض کیا کہ وہ مال کیا چیز ہے میں اس سے کئی چند زیادہ پر بھی آپ کو نہیں چھوڑ سکتی یہ کہہ کر سب بیت المال میں داخل کر دیا۔

حضرت امام احمد بن حنبل جو فقہ کے مشہور امام ہیں دن بھر مسائل میں مشغول رہنے کے باوجود رات دن میں تین سو رکعات نفل پڑھتے تھے۔

حضرت سعید بن جبیر ایک رکعت میں پورا قرآن شریف پڑھ لیتے تھے۔
 محمد بن منکدر حفاظ حدیث میں ہیں۔ ایک رات تہجد میں اتنی کثرت
 سے روئے کہ حد نہ رہی کسی نے دریافت کیا تو فرمایا تلاوت میں یہ آیت
 آگئی تھی وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ
 (انحر سورہ زمر) اور یہی آیت میں اس کا ذکر ہے کہ اگر ظلم کرنے والے کے
 پاس دنیا کی ساری چیزیں ہوں اور اتنی ہی ان کے ساتھ اور بھی ہوں تو
 وہ قیامت کے دن سخت عذاب سے چھوٹنے کے لئے فدیہ کے طور پر
 دینے لگیں اس کے بعد ارشاد ہے وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ
 سے ان کے لئے عذاب کا وہ معاملہ پیش آئے گا جس کا ان کو گمان بھی نہ
 تھا اور اس وقت ان کو اپنی تمام بد اعمالیاں ظاہر ہو جائیں گی۔ محمد بن منکدر
 وفات کے وقت بھی بہت گھبراہٹ سے تھے اور فرماتے تھے کہ اسی آیت
 سے ڈر رہا ہوں۔

حضرت مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہ نے اپنے مکتوبات میں نماز
 کے اہتمام پر بہت زور دیا ہے اور بہت سے گرامی ناموں میں مختلف مضامین
 پر بحث فرمائی ہے۔ ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ سجدہ میں ہاتھوں
 کی انگلیوں کو ملانے کا اور رکوع میں انگلیوں کو علیحدہ علیحدہ کرنے کا اہتمام بھی
 ضروری ہے۔ شریعت نے انگلیوں کو ملانے کا کھولنے کا حکم بے فائدہ نہیں
 فرمایا ہے یعنی ایسے معمولی آداب کی رعایت بھی ضروری ہے۔ اسی سلسلے میں
 تحریر فرماتے ہیں کہ نماز میں کھڑے ہونے کی حالت میں سجدہ کی جگہ نگاہ کا جائے

رکھنا اور رکوع کی حالت میں پاؤں پر نگاہ رکھنا، اور سجدہ میں جا کر ناک پر نگاہ رکھنا نماز میں خشوع کو پیدا کرتا ہے اور اس سے نماز میں دل جمعی نصیب ہوتی ہے جب ایسے معمولی آداب بھی اتنے اہم فائدے رکھتے ہیں تو بڑے آداب اور سنتوں کی رعایت تم سمجھ لو کہ کس قدر فائدہ بخشنے گی۔

صوفیہ کہتے ہیں کہ نماز میں بارہ ہزار چیزیں ہیں جن کو حق تعالیٰ شانہ نے بارہ چیزوں میں منضم فرمایا ہے۔ ان بارہ کی رعایت ضروری ہے تاکہ نماز مکمل ہو جائے اور اس کا پورا فائدہ حاصل ہو۔ یہ بارہ چیزیں حسب ذیل ہیں۔

اول علم۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ علم کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی جہل کی حالت کے بہت سے عمل سے افضل ہے۔ دوسرے وضو۔ تیسرے لباس۔ چوتھے وقت۔ پانچویں قبلہ کی طرف رخ کرنا۔ چھٹے نیت۔ ساتویں تکبیر تحریرہ۔ آٹھویں نماز میں کھڑا ہونا۔ نویں قرآن شریف پڑھنا۔ دسویں رکوع۔ گیارہویں سجدہ۔ بارہویں التحيات میں بیٹھنا۔ اور ان سب کی تکمیل اخلاص کے ساتھ ہے۔ پھر ان بارہ کے تین تین جزو ہیں۔

اول علم کے تین جزو یہ ہیں کہ فرضوں اور سنتوں کو علیحدہ علیحدہ معلوم کرے دوسرے یہ معلوم کرے کہ وضو اور نماز میں کتنی چیزیں فرض ہیں کتنی سنت ہیں تیسرے یہ معلوم کرے کہ شیطان کس کس کرے نماز میں رخنہ ڈالتا ہے اس کے بعد وضو کے بھی تین جزو ہیں۔

اول یہ کہ دل کو کینہ اور حسد سے پاک کرے جیسا کہ ظاہری اعضاء کے

پاک کر رہا ہے۔ دوسرے ظاہری اعضاء کو گناہوں سے پاک رکھتے تیسرے وضو کرنے میں نہ اسراف کرے نہ کوتاہی کرے۔ پھر لباس کے بھی تین حسد ہیں۔

اول یہ کہ حلال کمائی سے ہو۔ دوسرے یہ کہ پاک ہو، تیسرے سنت کے موافق ہو کہ ٹخنے، بغیرہ ڈھکے ہوئے نہ ہوں، تکبر اور بڑائی کے طور پر نہ پہنا ہو۔ پھر وقت میں بھی تین چیزوں کی رعایت ضروری ہے۔

اول یہ کہ دھوپ، استاروں وغیرہ کی بھی خبر گیری رکھے تاکہ اوقات صحیح معلوم ہو سکیں۔ دوسرے اذان کی خبر رکھے۔ تیسرے دل میں ہر وقت نماز کے وقت کا خیال رکھے، کبھی ایسا نہ ہو کہ وقت گزر جائے اور پتہ نہ چلے۔ پھر قبلہ کی طرف منہ کرنے میں بھی تین چیزوں کی رعایت رکھے۔

اول یہ کہ ظاہری بدن سے اُس طرف متوجہ ہو۔ دوسرے یہ کہ دل سے اللہ کی طرف توجہ رکھے کہ دل کا کعبہ وہی ہے۔ تیسرے مالک کے سامنے جس طرح ہمہ تن متوجہ ہونا چاہیے اس طرح متوجہ ہو۔ پھر نیت بھی تین چیزوں کی محتاج ہے۔

اول یہ کہ کون سی نماز پڑھ رہا ہے۔ دوسرے یہ کہ اللہ کے سامنے کھڑا ہے اور وہ دیکھتا ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ دل کی حالت کو بھی دیکھتا ہے۔ پھر تکبیر تحریمہ کے وقت بھی تین چیزوں کی رعایت کرنی ہے۔

اول یہ کہ لفظ صحیح ہو۔ دوسرے ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائے رکھ دیا اشارہ ہے کہ اللہ کے سامنے سب چیزوں کو پیچھے پھینک دیا، تیسرے یہ کہ

اللہ اکبر کہتے ہوئے اللہ کی بزرگی اور عظمت دل میں بھی موجود ہو۔ پھر نیا م یعنی کھڑے ہونے میں بھی تین چیزیں ہیں۔

اول یہ کہ نگاہ سجدے کی جگہ رہے۔ دوسرے دل سے اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کا خیال کرے۔ تیسرے کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو۔ پھر قرأت میں بھی تین چیزوں کی رعایت کرے۔

اول صحیح ترتیل سے پڑھے۔ دوسرے اس کے معنی پر غور کرے۔ تیسرے جو پڑھے اس پر عمل کرے۔ پھر رکوع میں بھی تین چیزیں ہیں۔

اول یہ کہ رکوع میں مکر کو بالکل سیدھا رکھے نہ نیچا کرے نہ اونچا رکھے۔ علماء نے لکھا ہے کہ سر اور کمر اور سرینغ تینوں چیزیں برابر ہیں (دوسرے ہاتھوں کی انگلیاں کھول کر چوڑی کر کے گھٹنوں پر رکھے، تیسرے تسبیحات کو عظمت اور وقار سے پڑھے۔ پھر سجدہ میں بھی تین چیزوں کی رعایت کرے۔

اول یہ کہ دونوں ہاتھ سجدہ میں کانوں کے برابر رہیں۔ دوسرے ہاتھوں کی کہنیاں کھڑی رہیں، تیسرے تسبیحات کو عظمت سے پڑھے۔ پھر بیٹھنے میں بھی تین چیزوں کی رعایت کرے۔

اول یہ کہ دایاں پاؤں کھڑا کرے اور بائیں پر بیٹھے۔ دوسرے یہ کہ عظمت کے ساتھ معنی کی رعایت کر کے تشهد پڑھے کہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ہے، مومنین کے لئے دعا ہے۔ پھر فرشتوں پر اور دائیں بائیں جانب جو لوگ ہیں ان پر سلام کی نیت کرے۔ پھر اخلاص کے بھی تین جزو ہیں۔

اول یہ کہ اس نماز سے صرف اللہ کی خوشنودی مقصود ہو، دوسرے یہ سمجھے کہ اللہ ہی کی توفیق سے یہ نماز ادا ہوئی۔ تیسرے اس پر ثواب کی امید رکھے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ جب وضو فرماتے تو چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا۔ کسی نے پوچھا یہ کیا بات ہے؟ تو ارشاد فرمایا کہ ایک بڑے جبار بادشاہ کے حضور میں کھڑے ہونے کا وقت آ گیا ہے۔

حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ روزانہ ایک ہزار رکعت پڑھتے تھے، تہجد بھی سفر یا حضر میں ناغہ نہیں ہوا۔ جب وضو کرتے تو چہرہ زرد ہو جاتا تھا۔ اور جب نماز کو کھڑے ہوتے تو بدن پر لرزہ آ جاتا۔ کسی نے دریافت کیا تو فرمایا کیا تمہیں خبر نہیں کہ کس کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں۔ ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے کہ گھر میں آگ لگ گئی۔ یہ نماز میں مشغول رہے۔ لوگوں نے عرض کیا تو فرمایا کہ دنیا کی آگ سے آخرت کی آگ نے غافل رکھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق نقل کیا گیا ہے کہ جب نماز کا وقت آتا تو چہرے کا رنگ بدل جاتا، بدن پر کنکپی آ جاتی۔ کسی نے پوچھا تو ارشاد فرمایا کہ اس امانت کے ادا کرنے کا وقت ہے جس کو آسمان زمین نہ اٹھا سکے۔ پہاڑ اس کے اٹھانے سے عاجز ہو گئے، میں نہیں سمجھتا کہ اس کو پورا کر سکوں یا نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جب اذان کی آواز سنتے تو اس قدر روتے کہ چادر تر ہو جاتی، رگیں پھول جاتیں، آنکھیں سرخ ہو جاتیں۔ کسی نے عرض کیا کہ ہم تو اذان سنتے ہیں مگر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا، آپ اس قدر گھبراتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ توذن کیا کہتا ہے تو راحت و آرام

سے محروم ہو جائیں اور نیند اڑ جائے۔ اس کے بعد اذان کے ہر ہر جملہ کی تنبیہ کو مفصل ذکر فرمایا۔

نَزْهَةُ الْمَسَاتِينِ - ایک شخص نقل کرتے ہیں کہ میں نے ذوالنون مصریٰ کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی۔ جب انہوں نے اللہ اکبر کہا تو لفظ اللہ کہتے وقت ان پر جلال الہی کا ایسا غلبہ تھا گویا ان کے بدن میں روح نہیں رہی بلکہ بالکل مہیوت سے ہو گئے اور جب ”اکبر“ زبان سے کہا تو میرا دل ان کی اس تکبیر کی ہدیت سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

حضرت اویس قرنیؓ مشہور بزرگ اور افضل ترین تابعی ہیں، بعض مرتب رکوع کرتے اور تمام رات اسی حالت میں گزار دیتے، کبھی سجدہ میں یہی حالت ہوتی کہ تمام رات ایک ہی سجدہ میں گزار دیتے۔ (نزہۃ المساتین)

عصام نے حضرت حاتم زاہدؓ سے پوچھا کہ آپ نماز کس طرح پڑھتے ہیں فرمایا کہ جب نماز کا وقت آتا ہے اول نہایت اطمینان سے اچھی طرح وضو کرتا ہوں، پھر اس جگہ پہنچتا ہوں جہاں نماز پڑھنی ہوتی ہے اور اول نہایت اطمینان سے کھڑا ہوتا ہوں کہ گویا کعبہ میرے منہ کے سامنے ہے اور میرا پاؤں پل صراط پر ہے۔ داہنی طرف جنت ہے، بائیں طرف دوزخ ہے۔ موت کا فرشتہ میرے سر پر ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ میری آخری نماز ہے پھر اور کوئی نماز شاید پیش نہ ہو اور میرے دل کی حالت کو اللہ ہی جانتا ہے۔ اس کے بعد نہایت عاجزی کے ساتھ اللہ اکبر کہتا ہوں، پھر معنی کو سوچ کر قرآن پڑھتا ہوں۔ تواضع کے ساتھ رکوع کرتا ہوں۔ عاجزی کے ساتھ سجدہ کرتا ہوں اور اطمینان سے نماز

پوری کرتا ہوں۔ اس طرح کہ اللہ کی رحمت سے اس کے قبول ہونے کی امید رکھتا ہوں اور اپنے اعمال سے مردود ہو جانے کا خوف کرتا ہوں۔ عصام نے پوچھا کہ کتنی مدت سے آپ ایسی نماز پڑھتے ہیں؟ عاتق نے کہا تیس برس سے۔ عصام رونے لگے کہ مجھے ایک بھی نماز ایسی نصیب نہ ہوئی۔

سعید بن المسیبؓ کہتے ہیں کہ بیس برس کے عرصہ میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اذان ہوئی ہو اور میں مسجد میں پہلے سے موجود نہ ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے باتیں کرتے تھے اور ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرتے تھے لیکن جب نماز کا وقت آجاتا تو ایسے ہو جاتے گویا ہم کو پہچانتے ہی نہیں اور ہمہ تن اللہ کی طرف مشغول ہو جاتے تھے۔

سعید تنوخیؒ جب تک نماز پڑھتے رہتے مسلسل آنسوؤں کی ٹہری رخساروں پر جاری رہتی۔

بہجة النفوس میں لکھا ہے کہ ایک صحابی رات کو نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک چور آیا اور گھوڑا کھول کر بے گیا۔ لیجالتے ہوئے اس پر نظر پڑ گئی مگر نماز نہ توڑی۔ بعد میں کسی نے کہا بھی کہ آپ نے پکڑ لیا۔ فرمایا جس چیز میں مشغول تھا وہ اس سے بہت اونچی تھی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق مشہور ہے کہ جب لڑائی میں ان کے تیر لگ جاتے تو وہ نماز ہی میں نکالے جاتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ران میں ایک تیر گھس گیا۔ لوگوں نے نکالنے کی کوشش کی مگر بے سود۔ آپس میں مشورہ

کیا کہ جب یہ نماز میں مشغول ہوں اس وقت نکالا جائے، آپ نے جب نفل شروع کئے اور سجدہ میں گئے تو ان لوگوں نے اس کو ذور سے کھینچ لیا، جب نماز سے فارغ ہوئے تو اس پاس جمع دیکھا مفرمایا کیا تم تیر نکالنے کی خاطر آئے ہو، لوگوں نے عرض کیا کہ وہ تو ہم نے نکال بھی لیا۔ آپ نے فرمایا مجھے خبر ہی نہیں ہوئی۔

عامر بن عبداللہ جب نماز پڑھتے تو گھروالوں کی باتوں کی تو کیا خبر ہوتی ڈھول کی آواز کا بھی پتہ نہ چلتا تھا۔ کسی نے پوچھا کہ تمہیں نماز میں کسی چیز کی بھی خبر ہوتی ہے؟ فرمایا ہاں مجھے اس کی خبر ہوتی ہے کہ ایک دن اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہونا ہوگا۔ اور دونوں گھروں حقت یا دوزخ میں سے ایک میں جانا ہوگا ہنر کے لئے عرض کیا یہ نہیں پوچھتا، ہماری باتوں میں سے بھی کسی کی خبر ہوتی ہے؟ فرمایا کہ مجھ میں انیسویں کی بجائیں گھس جائیں یہ اچھا ہے اس سے کہ مجھے نماز میں تمہاری باتوں کا پتہ چلے۔ ان کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اگر آخرت کا منظر اس وقت میرے سامنے ہو جائے تو میرے یقین اور ایمان میں اضافہ نہ ہو کہ غیب پر ایمان اتنا ہی پختہ ہوتا ہے جتنا مشاہدہ پر ہوتا ہے۔

ابو داؤد - لشکر اسلام غزوہ ذات رقاہ سے واپس چلا آتا تھا کہیں کوئی کافر اپنا بدلہ لینے کے لئے چھپا چھپا پیچھے چلا آ رہا تھا کبھی منزل تک اسے موقع ہا تھا نہ آیا۔ ایک رات مسلمانوں کا لشکر ایک پہاڑ کے غار میں جا کر ٹھہرا۔ رات کے وقت جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج رات کو جو شخص غار کے دروازے پر پہرہ دے گا اللہ تعالیٰ اس کو

اجر عظیم عنایت فرمائے گا۔

آپ کا فرمانِ مبارک سنتے ہی دو شخص ایک مدینہ طیبہ کے اور دوسرے
 مکہ معظمہ کے رہنے والے کھڑے ہوئے اور غار کے دروازے پر پہرہ دینے
 کے لئے پہنچ گئے۔ جب کافی رات گزر گئی تو مدینہ والے انصاری نے
 اپنے ہاجر بھائی کو والے سے کہا کہ آپ آرام سے سو رہے ہیں پہرہ
 دوں گا۔ غرض کہ ہاجر سو گئے اور انصاری جاگتے رہے مگر یہ سمجھ کر کہ خالی
 رہنا برا ہے۔ فوراً نماز کی نیت باندھ کر کھڑے ہو گئے اور نماز میں سورہ کہف
 شروع کر دی۔ عالمِ محویت میں آواز بلند ہو گئی۔ اُس جاسوس کافر کو موقع مل گیا
 اور اس نے آواز پر تیر مارنے شروع کئے۔ پے درپے کئی تیران مچائی کی
 چھاتی سے پار نکل گئے۔ خونِ نثار کی طرح نکلنے لگا۔ مگر یہ بندہ خدا اُسی طرح
 نماز اور قرأت میں مشغول رہے۔ انہیں مطلق خبر نہ ہوئی اور نہ نماز میں ذرہ بھر
 لغزش ہوئی۔ جب دوسرے شخص پر جو قریب ہی سو رہے تھے گرم گرم خون
 پڑا تو وہ گھبرا کر بھاگے اور بھائی انصاری کی حالت دیکھ کر پوچھا کہ بھائی تمہیں تو
 کسی کافر نے زخمی کر دیا ہے۔ تم خون میں نہا گئے۔ اسے بھائی تم تیروں سے
 چھڑ گئے ہو۔ تب انہوں نے کہا کہ قسم ہے وعدہ لا شریک کی کہ میں نے
 نماز میں سورہ کہف شروع کر دی تھی۔ ان تیروں کے گرنے اور اپنے زخمی
 ہونے اور خون کے جاری ہونے کی مجھے بالکل خبر نہ ہوئی۔

اقامة الحجۃ - ثابت بنانی حفاظ حدیث میں ہیں۔ اس قدر اللہ
 کے سامنے روتے تھے کہ حد نہیں۔ کسی نے عرض کیا کہ آنکھیں جاتی رہیں گی۔

فرمایا کہ ان آنکھوں سے اگر روئیں نہیں تو فائدہ ہی کیا ہے۔ دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ اگر کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت ہو سکتی ہو تو مجھے بھی ہو جائے۔ اہل سنن کہتے ہیں خدا کی قسم میں ان لوگوں میں تھا جنہوں نے ثابت کو دفن کیا۔ دفن کرتے ہوئے لحد کی ایک اینٹ گر گئی تو میں نے دیکھا کہ وہ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا دیکھو یہ کیا ہو رہا ہے۔ اس نے مجھے کہا چپ رہو۔ جب دفن کر چکے تو ان کے گھر جا کر ان کی بیٹی سے دریافت کیا کہ ثابت کا عمل کیا تھا؟ اس نے کہا کیوں پوچھتے ہو؟ ہم نے قصہ بیان کیا۔ اس نے کہا کہ پچاس برس شب بیداری کی اور صبح کو ہمیشہ ہی دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ اگر تو کسی کو یہ دولت عطا کرے کہ وہ قبر میں نماز پڑھے تو مجھے بھی عطا فرما۔

حضرت امام ابو یوسفؒ باوجود علمی مشاغل کے جو سب کو معلوم ہیں اور ان کے علاوہ قاضی القضاۃ ہونے کی وجہ سے قضا کے مشاغل علیحدہ تھے لیکن پھر بھی دو رکعت نوافل روزانہ پڑھتے تھے۔

محمد بن نصر مشہور محدث ہیں۔ اس انہماک سے نماز پڑھتے تھے جس کی نظیر مشکل ہے۔ ایک مرتبہ پیشانی پر ایک بھڑنے کا ٹاٹا جس کی وجہ سے خون بھی نکل آیا، مگر نہ حرکت ہوئی نہ خشوع و خضوع میں کوئی فرق آیا۔ کہتے ہیں کہ نماز میں کڑی کی طرح بے حرکت کھڑے رہتے تھے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق بہت کثرت سے یہ چیز نقل کی گئی ہے کہ تیس یا چالیس یا پچاس برس عشاء اور صبح ایک وضو سے پڑھ

اور یہ اختلاف نقل کرنے والوں کے باہمی اختلاف کی وجہ سے ہے کہ جس شخص کو جتنے سال کا علم ہوا اتنا ہی نقل کیا۔ لکھا ہے کہ آپ کا معمول صرف دوپہر کو تھوڑی دیر سونے کا تھا اور یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ دوپہر کے سونے کا حدیث میں حکم ہے۔

حضرت امام شافعیؒ کا معمول تھا کہ رمضان میں ساٹھ قرآن شریف نماز میں پڑھتے تھے۔ ایک شخص کہتے ہیں کہ میں کئی روز تک امام شافعیؒ کے یہاں رہا۔ صرف رات کو تھوڑی دیر سوتے تھے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ تین سو رکعتیں روزانہ پڑھتے تھے اور جب بادشاہ وقت نے آپ کے کوڑے لگوائے اور اس کی وجہ سے ضعف بہت ہو گیا تو ڈیڑھ سو رکعتیں اور تقریباً اسی برس کی عمر تھی۔

ابو عتاب سلمیٰ چالیس برس تک رات بھر روتے تھے اور دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے۔

حضرت ہناد ایک محدث ہیں۔ ان کے شاگرد کہتے ہیں کہ وہ بہت ہی زیادہ روتے تھے۔ ایک مرتبہ صبح کو ہمیں سبق پڑھاتے رہے اس کے بعد وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر زوال تک نقل پڑھتے رہے۔ دوپہر کو گھر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر میں آکر ظہر کی نماز پڑھائی اور عصر تک نفلوں میں مشغول رہے پھر عصر کی نماز پڑھائی اور قرآن پاک کی تلاوت مغرب تک فرماتے رہے۔ مغرب کے بعد میں واپس چلا آیا۔ میں نے ان کے ایک پڑوسی سے ازراہ تعجب کہا کہ یہ شخص کس قدر عبادت کرتے ہیں۔ اس نے کہا کہ

شہر برس سے ان کا یہی عمل ہے اور اگر تم ان کی رات کی عبادت دیکھو گے
تو اور بھی تعجب کرو گے۔

زواجِ مکی۔ بزرگانِ دین نے نماز کا عمدہ طریقہ یوں بتایا ہے کہ
جس وقت نماز کے واسطے کھڑا ہو تو یہ جان کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے اور
تیری طرف متوجہ ہے اور تو بھی اس کی طرف متوجہ ہے، وہ تجھ سے نزدیک
ہے اور تجھ کو دیکھتا ہے جس وقت تو رکوع میں جلتے تو امید مت رکھ کہ سر
اٹھائے گا، جب سر اٹھائے تو امید مت رکھ کہ جھکائے گا اور یہ سمجھ کہ جنت
تیرے دابنے ہے اور دوزخ تیرے بائیں ہے اور پل صراط تیرے
قدموں کے نیچے ہے، اپنے کو جب ایسا فنا کر کے نماز پڑھے گا تو نازی ہوگا۔
یہ اویاد اللہ کی نماز ہے، عوام کو بھی مقدر کے موافق کوشش کرنا بندگی کی
نشانی ہے۔

سلک السلوک۔ جس نے اللہ کی عبادت جنت حاصل کرنے کی
خاطر کی وہ خدا کا بندہ نہیں بلکہ بہشت کا بندہ ہے اور جس نے اللہ کی عبادت
دوزخ کے خوف سے کی وہ دوزخ کا بندہ ہے۔ اے عزیز! اگر تو خدا پرست
بندہ ہے تو بہشت اور دوزخ کا خیال دل سے دور کر دے کہ بہشت آدم علیہ السلام
کے لئے قید خانہ بن گیا تھا اور آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر باغ بن گئی تھی۔
بندہ بخشی کہتا ہے کہ اگر تجھے یہ اختیار دیا جائے کہ یا دو رکعت نماز پسند کرے
یا آٹھوں بہشت، تو تجھے لازم ہے کہ تو دو رکعت نماز کو پسند کرے، کیونکہ آٹھوں
بہشت سے دو رکعت نماز حاصل نہیں ہوتی لیکن دو رکعت نماز سے ہزاروں

اچھے بہشت حاصل ہو سکتے ہیں۔ صاحبِ حضوری لکھتے ہیں کہ عاشقِ ایسا ہونا چاہیے کہ سب کو چھوڑ کر معبود میں مشغول رہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ یہودی اور آتش پرستوں کو صدقہ دینا چاہیے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا دینا چاہیے۔ لوگوں نے عرض کی کہ کیا آپ بے نماز کو صدقہ دینا جائز قرار دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ لوگوں نے پھر عرض کی کیا بے نماز یہودی اور آتش پرست سے کم ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ لیکن میں نے یہ بات صرف اس لئے کہی ہے تاکہ اُسے بھلی معلوم ہو اور بے نمازی سے توبہ کرے۔

سنو! سنو! ایک روز ایک شخص حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ جس قدر میں زیادہ محنت کرتا ہوں اتنا ہی بھوکا رہتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاید تو نماز نہیں پڑھتا۔ اُس نے کہا کہ میں نماز پڑھتا ہوں۔ پھر آنجناب نے پوچھا کہ تیرے اہل و عیال کی کیا حالت ہے؟ آیا نماز ادا کرتے ہیں؟ اُس نے عرض کی کہ میرے فرزند داس ہیں اور مجھ سے بڑھ کر نمازی ہیں۔ یہ سن کر رسول خدا کو تعجب ہوا اور فرمایا کہ جس گھر میں نماز ادا کی جاتی ہے اس میں درویشی کا کیا کام۔ جنابِ الہی سے حکم ہوا کہ ایک دفعہ ایک بے نماز وہاں سے گزرا۔ اس وقت اُس گھر کا دروازہ کھلا تھا۔ جب اُس کی نگاہ اس گھر کے اندر پڑی تو اس گھر سے چالیس سال کی برکت اٹھالی گئی۔

اے عزیز! جس گھر سے بے نمازی کی ایک نگاہ پڑنے سے چالیس سال کی برکت اٹھالی گئی ہے، پناہ بخدا اگر اُس میں چالیس روز تک نماز ادا نہ

اس میں
انارہ
فصیف احادیث سے
اس لئے لایا گیا ہے

نخشی تا توان نازی باش

تن بہ پاکی دیں سپردہ زکو

گرچہ مردن بخوبی شذیک

مردم بے نماز مردہ زکو

(ترجمہ) اے نخشی جہاں تک تجھ سے ہو سکے نازی بن، بدن کو دین ہی

کی پاکیزگی میں سپرد کرنا بہتر ہے۔ اگرچہ مرنا اچھا نہیں لیکن بے نماز آدمی کا مرجانا

ہی بہتر ہے۔

کتاب الصلوٰۃ راہم نبیل، لوگو! اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔ تکبر و

غرور سے بچو۔ کیونکہ کوئی عمل تکبر کے ساتھ قبول نہیں ہوتا ہے اور اپنی نمازوں

میں تواضع اور عاجزی اختیار کرو۔ جب تم سے کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے حضور

میں نماز کے لئے کھڑا ہو تو اللہ تعالیٰ کے احسانات کو اور اس کی بے انتہا

نعمتوں کو یاد کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں سے تم کو عزت بخشی اور تم نے

گناہ کر کے اپنے آپ کو ذلیل کیا۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے آگے بہت زیادہ

گڑ گڑائے اور اپنے کو سیت سمجھے۔

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے

پاس دجی بھیجی کہ جب تو میرے سامنے کھڑا ہو تو حقیر و ذلیل کی طرح سے اپنے

نفس کو مذمت کرتا ہوا کھڑا ہو اس وجہ سے کہ نفس مذمت کا مستحق ہے جب

تو دماغ کے توجہ سے اس حالت میں مانگ کہ تیرے اعضاء کانپ رہے

ہوں۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی اسی طرح سے دینی بھیجی۔

پس اسے برادرِ عزیز جب تو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہو تو تجھے کس قدر اپنے نفس کی مذمت کرنی مناسب ہے۔ روایت ہے کہ حضرت ابن سیرین جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اللہ تعالیٰ کے خوف و دہشت سے چہرے کی سُرخی جاتی رہتی، اور مُسَلِّم سے روایت ہے کہ جب وہ نماز شروع کرتے تو اللہ تعالیٰ کے خوف اور نماز میں محویت کی وجہ سے کوئی آواز ان کو نہ سنائی دیتی۔

عامر البعدی نے جو عامر بن عبد قیس کہلاتے تھے ایک سلسلہ گفتگو میں جس کا ایک حصہ یہ ہے فرمایا کہ میری گردن پر تلوار رکھ دی جائے مجھے زیادہ محبوب ہے نسبت اس کے کہ میں نماز پڑھنے کی حالت میں دنیاوی کاموں کو سوچتا ہوں۔

حضرت سعید بن معاویہ نے فرمایا کہ میں نے کبھی کوئی نماز ایسی نہیں پڑھی کہ جس میں مجھے دنیاوی باتوں کا خیال نماز پڑھنے کی حالت میں نماز ختم کرنے سے پہلے آیا ہو۔

حضرت ابو درداءؓ نے فرمایا کہ میرے چہرے کا خاک آلود ہونا اللہ تعالیٰ کے سامنے ضروری ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا کمال ہے۔ اس لئے تم میں سے کوئی مٹی سے نہ بچے اور نہ مٹی پر سجدہ کرنے کو برا سمجھے، کیونکہ تم

میں سے ہر شخص کو ایک دن مٹی میں لٹا ہے اور نہ تم میں سے کوئی شخص پوری طرح مٹی سے بچ سکتا ہے۔ انسان اس عجز و انکسار کی وجہ سے اپنی گلو خلاصی طلب کرتا ہے اور دوزخ کی آگ سے رہائی چاہتا ہے۔ اس آگ کے سامنے بڑے بڑے مضبوط اور سنگلاخ پہاڑ جو زمین کی مچیں بنائے گئے ہیں نہیں ٹھہر سکتے، اور نہ زمین جو خالق کے واسطے گھڑی ہے اور نہ سات سمندر جن کی گہرائی کو اور نہ جن کی قدر کو سوائے اللہ تعالیٰ کے جو ان کا پیدا کرنے والا ہے کوئی دوسرا جان سکتا ہے۔ پس کس طرح سے ہمارے ضعیف جسم اور ہماری نازک ہڈیاں اور ہماری تلی کھالیں اس آگ کے عذاب کو برداشت کر سکتی ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں کہ وہ ہم کو دوزخ کی آگ سے بچائے۔

لوگو! اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے جب نماز کے لئے کھڑے ہو تو اگر تم سے ہو سکے تو یہ سمجھو کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھتے ہو لیکن اگر تم سے ایسا نہ ہو سکے تو سمجھو کہ وہ تم کو دیکھتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈر کہ تو اس کو دیکھتا ہے لیکن اگر تو اس کو نہ دیکھے تو وہ تو تجھ کو دیکھتا ہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام حالات میں مسلمان کو یہ تاکید فرمائی ہے۔ پس نماز میں جب کہ وہ خاص جگہ اور خاص مقام میں اللہ تعالیٰ ہی کے سامنے کھڑا ہو اور اسی کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو تو اس وصیت کا اس کو کس قدر خیال رکھنا چاہیے اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ سے نزویگی کی

جو کیفیت اس کو نماز کے اندر حاصل ہے وہ کسی اور حالت میں نہیں ہوتی۔
 کتاب الصلوٰۃ ابن قیم، ہشام بن عیسیٰ کی روایت میں امام احمد بن حنبل
 سے مروی ہے کہ لوگوں کا اسلام سے اسی قدر حصہ ہے جس قدر انہیں نماز سے
 حظ ہے اور اسلام سے انہیں اسی قدر محبت ہوتی ہے جس قدر انہیں نماز
 سے محبت ہوتی ہے۔ سوائے خدا کے بندے اپنے آپ کو پہچان لے اور
 اس امر سے ڈرتا رہے کہ تیرے دل میں اسلام کی اسی قدر عزت ہوگی جس قدر
 کہ نماز کی تیرے دل میں عزت ہوگی۔ اور وہ دل جو سبب نماز کے خدا کی
 محبت اور رغبت اور کفایت و عظیم سے مالا مال ہو ایسے دل کی طرح نہیں
 ہوتا۔ جو ان امور سے ویران اور خالی ہو۔ جب وہ شخص نماز کے سامنے
 کھڑے ہوتے ہیں تو یہ ایک ایسے دل سے کھڑا ہوتا ہے کہ جس میں خشوع
 ہے اور برائی کی کشمکشوں سے بچا ہوا ہے اور اس کے کوئے ہیبت سے
 مالا مال ہیں اور اس میں ایمان کا نور چمک رہا ہے اور خواہش نفسانی اور نفس
 کا پردہ اس سے دور کیا گیا ہے، تو وہ قرآن کے معانی کے باغ میں بسر کرتا
 ہے اور اس میں ایمان کی بشارت، خدا کے اسماء اور صفات اور بلندی اور
 اعلیٰ درجہ کے جمال و کمال اور پروردگار کی یگانگت صفات جمالی بڑی ہیں
 مل جاتی ہے پس اس کا ارادہ خدا تعالیٰ پر نچتہ ہو جاتا ہے اور اس کی آنکھ
 کی ٹھنڈک اسکی ذات سے ہو جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کا بے نظیر تقرب
 پاتا ہے سو اس کا دل اس کے لئے فارغ ہو جاتا ہے اور بتماہر اسی کی
 طرقت متوجہ ہو جاتا ہے اور اس کی یہ توجہ خدا کی ددلوں دو جہوں کے بیچ

میں ہوتی ہے اس لئے کہ پہلے ذات باری کی توجہ اس کی طرف معطوف
 ہوتی ہے جس سے اس کا دل ایک خاص کشش سے منجذب ہو جاتا ہے
 جب اس توجہ کے اثر سے وہ خدا کی جانب متوجہ ہوتا ہے تو خداوند کریم کی
 طرف سے نظر عنایت اور توجہ ہوتی ہے جو پہلی توجہ سے بدرجہا کامل اور پورے
 درجہ کی ہے اور یہاں پر اس کے لئے ایک نہایت عجیب و غریب حالت
 حاصل ہوتی ہے جس کا دل قرآن کے اسماء و صفات کے معانی کو سمجھتا ہے
 اور ان کی ایمان آوری کی بشارت اس کے دل میں اس طرح مل جاتی ہے
 کہ ایک اسم و صفات الہی کے لئے نماز میں خاص موقع و مقام جانتا ہے
 کیونکہ جب خداوند تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو اس کا دل خداوند تعالیٰ
 کی قائمی کو مشاہدہ کرتا ہے اور جب اللہ اکبر کہتا ہے تو اس کی بڑائی
 اور کبریائی دیکھتا ہے اور جب سبحانک اللہم وبحمدک و
 تبارک اسمک و تعالیٰ جددک و لا الہ غیرک پڑھتا ہے تو
 اس کے دل میں ایسے پروردگار کا خیال آتا ہے جو ہر ایک عیب سے بچا ہوا
 ہر ایک نقص سے محفوظ ہر ایک تعریف سے تعریف کیا گیا، سو اس کی تعریف
 ہر ایک کامل وصف کو مستلزم ہے، ہر ایک نقص سے اس کی برادرت کو مستلزم ہے
 حقوڑی چیز پر اس کا مبارک نام لینے سے برکت ہو جاتی ہے اور خیر پر لینے سے
 بے برکت ہو جاتی ہے۔ آفت کو اس کا مبارک نام دفع کر دیتا ہے شیطان کو مرد
 اور وحشکارا ہوا کر دیتا ہے راسخ کا کامل ہونا مسیحی کی کمالیت پر دلالت کرتا ہے
 جب اس کے مبارک نام کی یہ حالت ہوتی کہ زمین و آسمان میں اس کے طفیل

کوئی چیز ضرر نہیں دے سکتی تو مسیحی کی حالت بہت بلند اور رافع ہوگی اور اس کی عظمت سب بزرگیوں سے بالا اور فوق ہوگی اور اس کی شان سب شانوں سے اونچی اور سلطنت سب سلطنتوں سے زبردست ہوگی۔ اور جب اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بولتا ہے تو اس کے مضبوط رکھنے سے پناہ لیتا ہے اور اپنے دشمن سے جو کہے پروردگار کے رات سے کاٹتا اور اس کی تقریب سے اسے دور کرنا چاہتا ہے محفوظ ہونے کے لئے خداوند تعالیٰ کی قوت اور طاقت سے جنگل مارتا ہے تاکہ وہ دشمن خستہ حال ہو جائے اور جب اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ کہتا ہے تو تھوڑا سا توقف کرتا ہے تاکہ خداوند کریم سے حمد فی ربی کی آواز سنے اور جب الرحمن الرحیم کہتا ہے تو اثنیٰ علی عبدی در تعریف کی میری میرے بندہ نے اس جواب کا منتظر رہتا ہے اور جب مَالِكِ يَوْمَ الدِّينِ کہتا ہے تو مجد فی عبدی دعوت کرتا ہے میری میرا بندہ اس جواب کا منتظر رہتا ہے۔ سو اس کے دل کی لذت اور اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور اس کی جان کی تازگی اپنے خداوند کے تین دفعہ عبدی کہنے سے کتنی زیادہ ہو جاتی ہے مجھے خدا کی قسم ہے اگر دلوں پر شہوات کے بچار اور جانوں پر غفلت کے بادل نہ ہوتے تو اپنے پروردگار اپنے خالق اور اپنے معبود کا حمد فی عبدی، اثنیٰ علی عبدی، مجد فی عبدی فرمانا اسے خوشی سے اڑتا ہے جاتا۔ پھر اس کے دل میں اللہ رب رحمن کے مشاہدہ سے جو اسمائے حسنہ کے اصول ہیں جولان پیدا ہوتا،

اور اللہ کے ذکر سے اس کا دل ایک ایسی ذات پاک کو مشاہدہ کرتا جو موجود
 اور موجود ہے اور اس کے سوا کوئی متحی عبادت نہیں ہے۔ سب چہرے
 اس کے آگے ذیل ہیں اور موجودات اس کے آگے فروتنی کرنے والی
 اور آوازیں بھی ہیں۔ سات آسمان سات زمینیں اور جو کچھ ان میں ہے اسے
 پاکی سے یاد کرتے ہیں۔ زمین آسمان کی سب چیزیں اس کی فرمانبرداری میں ہیں۔
 زمین آسمان اور جو کچھ ان میں ہے سب اسی نے پیدا کیا۔ جن، انسان،
 پرند، چرند، بہشت و دوزخ سب اسی نے موجود کئے۔ پیغمبر اس نے بھیجے
 کتابیں اس نے اتاریں، شریعتوں کی بنیاد رکھی۔ امر نہی بندوں پر واجب
 کیا۔ رب العالمین کے ذکر سے ایک قوم کا مشاہدہ کرتا ہے جو خود بخود
 قائم ہے اور سب چیزیں اس کے وجود کے طفیل ہوتی ہیں۔ وہ ہر ایک کے لئے
 نیکی بدی کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ اپنے عرش پر ہے۔ اپنے ملک
 کی تدبیریں کسی کی رائے نہیں لیتا۔ سب تدبیر اس کے ہاتھ میں ہے اور
 سب امور کا مرجع اور آل اسی کی طرف ہے۔ دنیا، دوزخ، نیچے کرنا، اونچا
 کرنا، بندش، کشاکش، تکلیفوں کا دور کرنا۔ فریادیوں کی فریاد کو پہنچانا ان سب
 امور کی تدبیریں اسی کی طرف سے فرشتوں پر نازل ہوتی ہیں۔ فرشتے اور
 جبرائیل اس کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے آسمانوں پر چڑھتے ہیں اور
 صبح و شام کے اعمال اس کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ سو وہ تقدیروں کو
 مقرر کرتا ہے۔ پھر تقدیروں کو اس کے اوقات معینہ کی طرف بلاتا ہے
 بحالیکہ وہ ان سب کی تدبیر اور حفاظت اور مصالح کے ساتھ قائم ہے۔ پھر

رُحْن کے ذکر کے وقت ایک ایسے پروردگار کا دھیان کرتا ہے جو اپنی مخلوقات
 پر طرح طرح کے احسان کرتا ہے، رحمت و علم میں ہر ایک شے پر عام ہے،
 نعمت اور فضیلت میں ہر مخلوق پر وسیع ہے۔ اس کی رحمت ہر ایک چیز کے لئے
 عام ہے اور اس کی نعمت ہر ایک زندہ کے لئے تام ہے اور علم کی طرح اس
 کی رحمت بھی ہر جگہ پہنچی ہوئی ہے، اپنے عرش پر اپنی رحمت سے قائم ہے۔
 مخلوقات کو اس نے اپنی رحمت سے پیدا کیا، کتابیں رحمت سے اُتاریں،
 پیغمبر رحمت سے بھیجے، ثمرات رحمت سے مقرر فرمائیں۔ بہشت کو رحمت سے
 پیدا کیا بلکہ آگ کو بھی رحمت سے پیدا کیا اس لئے کہ آگ اس کے عذاب کا
 کوڑا ہے جس سے وہ اپنے مسلمان بندوں کو بہشت کی طرف ہانکتا ہے اور اس
 سے گناہگاروں، مومنوں کی میل کھیل دودھ کرتا ہے۔ اور وہ پاک ذات اس
 میں تعدی کرنے والے بندوں کو قید کرے گی سو اس کے امر، نہی و وصیتوں
 نصیحتوں کی رحمت کو سوچ کہ کسی کامل اور کسی فراخ ہے سو خدا کی طرف سے
 رحمت بھی ایک ذریعہ ہے جس سے وہ اپنے بندوں سے قریب ہوتا ہے
 جیسے بندوں کی طرف سے عبادت بھی ایک عمدہ وسیلہ ہے جس سے وہ
 اپنے خداوند بے مانند کے قریب ہوتے ہیں سو ان سے خداوند کریم کی طرف
 عبادت ہے اور خدا سے ان کی طرف رحمت ہے پس جب مالک یوم الدین
 کتاب سے تو اس وقت وہ عزت مشاہدہ کرتا ہے جو سوائے ایسی ذات کے
 لائق نہیں ہے جو مالکِ حق بن ہے پس ایسے مالک غالب پادشاہ کا مشاہدہ
 کرتا ہے جس کی سب مخلوقات فرمانبردار ہے۔ اور سب ممتہ اس کے آگے

ذیل میں اور اس کی عظمت کے لئے جبار سر جھکاٹے ہوئے ہیں اور ہر ایک
 معزز اس کی عزت کے آگے سرنگون ہے سواپنے دل میں ایک ایسے بادشاہ
 کا دھیان کرتا ہے جو آسمانی عرش پر ہے اور ہمیں ہے اس کی عظمت کے لئے
 منہ جھکتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور جس پر چاہتا
 ہے رحم کرتا ہے، اور جسے چاہتا ہے اسے دیتا ہے جسے چاہتا ہے مقرب
 بناتا ہے اور جسے چاہتا ہے دور کرتا ہے۔ اس کا ایک عذاب خانہ ہے یعنی
 دوزخ کی آگ اور ایک اس کا سعادت خانہ ہے یعنی بہشت، جس نے کچھ
 بھی اس سے نہ مانتا یا کسی بات کا انکار کیا اس نے اس کے ملک میں طعنہ
 کی اور کمالت و تمامیت کو اس سے روکا ایسے ہی جس نے اس کے عام
 قضا اور تقدیر میں انکار کیا گویا اس نے اس کی ملک اور کمالت سے انکار
 کیا۔ سو نمازی خداوند تعالیٰ کی عزت مالت یوم الدین میں شاہد کرتا ہے
 اور جب ایاک نعبد و ایاک نستعین کہتا ہے تو اس میں پیدا کرنے
 اور امر کرنے کا، اور دنیا و آخرت کا بھیدا جاتا ہے۔ اور یہ بڑی سے بڑی
 غایتوں اور افضل ترین وسیلہ پر جاوی ہے۔ بڑی سے بڑی غایت خدا تعالیٰ
 کی عبودیت ہے اور عمدہ ترین وسیلہ اس کی اعانت ہے۔ اس کے سوا کوئی
 معبود مستحق عبادت نہیں ہے اور اس کے سوا اس کی عبادت کے لئے کوئی
 اور مددگار نہیں ہے واللہ تعالیٰ نے ایک سو چار کتابیں نازل فرمائیں جن کا
 مطلب چار کتابوں تورات، انجیل، قرآن، زبور میں بیان فرمادیا اور ان چاروں
 کے مضامین قرآن میں اور قرآن کا مضمون سورہ مفصل میں اور سورہ مفصل کا

سورہ فاتحہ میں اور سورہ فاتحہ کا ایتانک نعید و ایتانک تستعین میں جمع فرمایا اور یہ کلمہ
دونوں قسموں کی توحید یعنی توحید ربوبیت اور توحید الوہیت اور رب اور اللہ
کے اسم سے عبادت کرنے پر مشتمل ہے۔ سو وہ اپنی الوہیت کے جہت سے
عبادت کیا جاتا ہے اور ربوبیت کے جہت سے مدد چاہا جاتا ہے اور سید
راستہ کی طرف اسی کی رحمت سے رہنمائی ہوتی ہے۔ یہ پہلی سورت ہے
جس میں اللہ رب رحمن کا ذکر مطابق سوال سائل بلحاظ عبادت اور اعانت اور
ہدایت کے ہے اور وہی ذات اس کل امر کے دینے کے لئے یکتا ہے۔
اس کی عبادت کے لئے اس کی ذات کے سوا کوئی مددگار نہیں ہے اور
اس کے سوا کوئی رہبر نہیں ہے پھر دعا کرنے والا اهدنا الصراط المستقیم
سے اپنی سخت احتیاج اور ضرورت اس سوال کی طرف پاتا ہے جس سے
زیادہ تر وہ کسی چیز کی طرف محتاج نہیں ہے کیونکہ وہ سیدھے راستے کی طرف
تو ہر دم اور ہر لحظہ محتاج ہوتا ہے اور یہ مطلب دعا کا خدا کی ہدایت اور راہبر
کے سوا حاصل نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ نے فرض کیا ہے کہ اس سے ذات دن
میں کئی مرتبہ ہدایت کے اچھے حالات کی درخواست کرے پھر خداوند تعالیٰ
نے بیان فرمایا کہ ایسے ہدایت والے ہی اس کی نعمت سے فائدہ اٹھائے گئے
ہیں نہ وہ لوگ جن پر قہر الہی نازل ہے، اور مشہور وہ لوگ ہیں جنہوں نے حق
کو دل سے پہچان تو لیا مگر ازراہ تعصب اس کی اطاعت نہ کی اور نہ وہ لوگ
جو گمراہ ہیں اور گمراہ وہ فریق ہے جس نے خدا کی پرستش بغیر معرفت کے کی۔
نزهة المجالس۔ سالم ص ۱۱۱ ایک بزرگ تھے، تجارت کرتے تھے،

جب اذان کی آواز سنتے تو رنگ متغیر ہو جاتا اور بے قرار ہو جاتے، دوکان کھلی
چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے اور یہ اشعار پڑھتے۔

اِذَا مَدَّ عَاكِدَا عِيْنِكُمْ ثَمَّتْ مُسْرِعًا
مُحْيِيًا لِنَهْوِي جَلَّ لَيْسَ لَهُ مِثْلٌ

جب تمہارا منادی (مؤذن) پکارنے کے واسطے کھڑا ہو جاتا ہے تو
میں جلدی سے کھڑا ہو جاتا ہوں ایسے مالک کی پکار کو قبول کرتے ہوئے
جس کی بڑی شان ہے اس کا کوئی مثل نہیں۔

اُجِيْبُ اِذَا نَادَى بِسْمِ وَطَاعَةِ
وَبِنِ نَشْوَةِ نَبِيِّكَ يَا مَنْ لَهُ الْفَضْلُ

جب وہ منادی (مؤذن) پکارتا ہے تو میں بحالت نشاط اطاعت و
فرمانبرداری کے ساتھ جواب میں کہتا ہوں کہ اے فضل و بزرگی والے
ملک یعنی میں حاضر ہوتا ہوں۔

وَلِيُصَغِّرَ لِي خِيفَةً وَمَهَابَةً
وَيَرْجِعَ لِي عَنْ كُلِّ شُغْلٍ بِهِ شُغْلُ

اور میرا رنگ خوف اور سہیت سے زرد پڑ جاتا ہے اور باس پاک
ذات کی مشغولی مجھے ہر کام سے بے خبر کر دیتی ہے۔

وَحَقِّقْكُمْ مَا لَدُنِي غَيْرُ ذِكْرِكُمْ
وَذِكْرُنِي اَكْثَرُ فِي قَلْبِي قَطًّا لَا يَجِدُوْ

تمہارے حق کی قسم تمہارے ذکر کے سوا مجھے کوئی چیز بھی لذیذ نہیں

معلوم ہوتی اور تمہارے سوا کسی کے ذکر میں بھی مجھے مزا نہیں آتا۔

مَنْ يَجْعَلُ الْآيَاتِ رَبِّكَ وَبَيْنَكُمْ

وَيَنْفِرَ مَشَقَّاتٍ إِذَا جَمَعَ الشُّمْلُ

دیکھتے زمانہ عجب کو اور تم کو کب جمع کرے گا اور مشتاق تو حبیب ہی

خوش ہوتا ہے جب اجتماع نصیب ہوتا ہے۔

فَمَنْ شَهِدَتْ عَيْنَاكَ نَوَاجِمًا يَكْمُرُ

بِمَوْتِ أَشْتِيَاقًا نَحْوَكُ قَطُّ لَا يَسْكُرُ

جس کی آنکھوں نے تمہارے جمال کا نور دیکھ لیا ہے وہ تمہارے

اشتیاق میں مر جائے گا اور کبھی تسلی نہیں پاسکتا۔

حدیث کی کتابوں میں بہت کثرت

نماز کے متعلق چالیس حدیثیں

سے نماز کے فضائل اور ترغیبات

ذکر کی گئی ہیں۔ ان سب کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ تبرکاً چند احادیث کا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

(۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہ نے میری امت پر سب چیزوں سے پہلے نماز فرض کی اور قیامت میں سب سے پہلے نماز ہی کا حساب ہوگا۔

(۲) آدمی کے اور شرک کے درمیان نماز ہی حائل ہے۔

(۳) نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو، نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔

نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔

(۴) اسلام کی علامت نماز ہے جو شخص مول کو فارغ کر کے اور اوقات اور مستحبات کی رعایت رکھ کر نماز پڑھے وہ مومن ہے۔

(۵) نماز دین کا ستون ہے۔

(۶) حق تعالیٰ شانہ نے کوئی چیز ایمان اور نماز سے افضل فرض نہیں کی۔

اگر اس سے افضل کسی اور چیز کو فرض کرتے تو فرشتوں کو اس کا حکم دیتے، فرشتے دن رات کوئی رکوع میں ہے کوئی سجدہ میں۔

(۷) نماز شیطان کا منہ کالا کرتی ہے۔

(۸) نماز مومن کا نور ہے۔

(۹) نماز افضل جہاد ہے۔

(۱۰) جب آدمی نماز میں داخل ہوتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ اس کی طرف پوری توجہ فرماتے ہیں۔ جب وہ نماز سے ہٹ جاتا ہے تو وہ بھی توجہ ہٹا لیتے ہیں۔

(۱۱) جب کوئی آسمان سے اترتی ہے تو مسجد کے آباؤ کرنے والوں سے ہٹ جاتی ہے۔

(۱۲) اگر نماز گزار کسی وجہ سے جہنم میں جاتا ہے تو اس کی آگ سجدہ کی جگہ نہیں کھاتی۔

(۱۳) اللہ نے سجدہ کی جگہ کو آگ پر حرام فرمادیا ہے۔

(۱۴) سب سے زیادہ پسندیدہ عمل اللہ کے نزدیک وہ نماز ہے جو وقت پر پڑھی جائے۔

(۱۵) اللہ جل شانہ کے ساتھ آدمی کو سب سے زیادہ قرب سجدہ میں ہوتا ہے۔

(۱۶) اللہ جل شانہ کو آدمی کی ساری حالتوں میں سب سے زیادہ یہ پسند ہے کہ اس کو سجدہ میں پڑا ہوا دیکھے کہ پیشانی زمین سے رگڑ رہا ہے۔

(۱۷) جنت کی کنجیاں نماز میں۔

(۱۸) جب آدمی نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اللہ جل شانہ کے اور اس نماز کے درمیان کے پردے ہٹ جاتے ہیں جب تک کہ کھانسی وغیرہ میں مشغول نہ ہو۔

(۱۹) نمازی شہنشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جو دروازہ کھٹکھٹاتا رہا ہے تو کھلتا بھی ہے۔

(۲۰) نماز کا مرتبہ دین میں ایسا ہے جیسا کہ سر کا درجہ بدن میں ہے۔

(۲۱) نماز دل کا نور ہے، جو اپنے دل کو نورانی بنانا چاہے بنائے۔

(۲۲) جو شخص اچھی طرح وضو کرے اس کے بعد خشوع خضوع سے دو یا چار

رکعت نماز فرض یا نفل پڑھ کر اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہے اللہ تعالیٰ شانہ معاف فرمادیتا ہے۔

(۲۳) زمین کے جس حصہ پر نماز کے ذریعہ سے اللہ کی یاد کی جاتی ہے وہ حصہ زمین کے دوسرے ٹکڑوں پر فخر کرتا ہے۔

(۲۴) جو شخص دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا مانگتا ہے تو حق تعالیٰ وہ دعا قبول فرمالتے ہیں، خواہ فوراً یا کسی مصلحت سے کچھ دیر کے بعد۔

مگر قبول ضرور فرماتے ہیں۔

(۲۵) جو شخص تنہائی میں دو رکعت نماز پڑھے جس کو اللہ اور اس کے فرشتوں کے سوا کوئی نہ دیکھے تو اس کو جہنم کی آگ سے بڑی ہونے کا پروانہ مل جاتا ہے۔

(۲۶) جو شخص ایک فرض نماز ادا کرے اللہ اعلیٰ شانہ کے یہاں اس کی ایک دعا مقبول ہو جاتی ہے۔

(۲۷) جو شخص پانچوں نمازوں کا اہتمام کرتا رہے اُن کے رکوع، سجود اور وضو وغیرہ کو اہتمام کے ساتھ اچھی طرح پورا کرتا رہے جنت اس کے لئے واجب ہو جاتی ہے اور دوزخ اس پر حرام ہو جاتی ہے۔

(۲۸) مسلمان جب تک پانچوں نمازوں کا اہتمام کرتا رہتا ہے شیطان اس سے ڈرتا رہتا ہے، اور جب وہ نمازوں میں کوتاہی کرنے لگتا ہے تو شیطان کو اس پر جرات ہو جاتی ہے اور اس کے بھانے کی طمع کرنے لگتا ہے۔

(۲۹) سب سے افضل عمل اول وقت نماز پڑھنا ہے۔

(۳۰) نماز ہر شئی کی قربانی ہے۔

(۳۱) صبح کے وقت جو شخص نماز کو جاتا ہے اس کے ہاتھ میں ایمان کا جھنڈا

ہوتا ہے اور جو بازار کو جاتا ہے اس کے ہاتھ میں شیطان کا جھنڈا

ہوتا ہے۔

(۳۲) ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعتوں کا ثواب ایسا ہے جیسا کہ تہجد کی چار

رکعتوں کا۔

(۳۳) ظہر سے پہلے چار رکعتیں تہجد کی چار رکعتوں کے برابر شمار ہوتی ہیں۔

(۳۴) جب آدمی نماز کو کھڑا ہوتا ہے تو رحمت الہیہ اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔

(۳۵) افضل ترین نماز آدمی رات کی ہے مگر اس کے پڑھنے والے بہت ہی کم ہیں۔

(۳۶) اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نماز کو اول وقت پڑھنا ہے۔

(۳۷) میرے پاس حضرت جبریل آئے اور کہنے لگے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

خواہ کتنا ہی آپ زندہ نہیں آخر ایک دن مرنا ہے، اور جس سے چاہے

محنت کریں آخر ایک دن اس سے جدا ہونا ہے اور آپ جس قسم کا بھی

عمل کریں اس کا بدلہ ضرور ملے گا، اس میں کوئی تردید نہیں کہ مومن کی شرافت

تہجد کی نماز ہے اور مومن کی عزت لوگوں سے استغناء ہے۔

(۳۸) اخیر رات کی دو رکعتیں تمام دنیا سے انفضل ہیں۔ اگر مجھے مشقت کا اندیشہ

نہ ہوتا تو امت پر فرض کر دیتا۔

(۳۹) تہجد ضرور پڑھا کر وہ تہجد صالحین کا طریقہ ہے اور اللہ کے قریب کا

سبب ہے۔ تہجد گناہوں سے روکتا ہے اور خطاؤں کی معافی کا ذریعہ

ہے اس سے بدن کی تندرستی بھی ہوتی ہے۔

(۴۰) حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے کہ اے آدم کی اولاد، تو دن کے شروع

میں چار رکعتوں سے عاجز نہ بن، میں تمام دن تیرے کاموں کی کفایت

کروں گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اوصیائے بکے وقت خاص طور پر نماز کی وصیت فرمائی اور اس کے اہتمام کی تاکید فرمائی۔ متعدد احادیث میں ارشاد نبوی نقل کیا گیا ہے **التقوا اللہ فی الصلوٰۃ** یعنی نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ تمام اعمال میں مجھے نماز سب سے زیادہ محبوب ہے۔

حافظ ابن قیم زاد السعاد میں تحریر فرماتے ہیں کہ نماز روزی کو کھینچنے والی ہے۔ صحت کی محافظ ہے، بیماریوں کو رفع کرنے والی ہے، دل کو تقریت پہنچاتی ہے، چہرے کو خوبصورت اور منور کرتی ہے، جان کو فرحت پہنچاتی ہے، اعضاء میں نشاط پیدا کرتی ہے، کالی کو دفع کرتی ہے، شرع حد کا سبب ہے، روح کی غذا ہے، دل کو منور کرتی ہے، اللہ کے انعام کی محافظ ہے اور عذاب الہی سے حفاظت کا سبب ہے۔ شیطان کو دور کرتی ہے اور جہنم سے قرب پیدا کرتی ہے۔ غرض روح اور بدن کی صحت کی حفاظت میں اس کو خاص دخل ہے۔ اور دونوں چیزوں میں اس کی عجیب تاثیر ہے۔ نیز دنیا اور آخرت کی مضرتوں کے دور کرنے میں اور دونوں جہان کے منافع پیدا کرنے میں اس کو بہت خصوصیت ہے۔

۱۔ بعین (امام غزالی) حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری یاد کے لئے نماز قائم کرو اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نماز دین کا ستون ہے۔ خوب سمجھ لو کہ تم نماز میں اپنے پروردگار سے باتیں کرتے ہو لہذا دیکھ لیا کہ وہ نماز کیسی پڑھ رہے ہو اور چونکہ اللہ پاک نے اقامتِ صلوٰۃ یعنی نماز کے

درست کرنے کا حکم فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نماز اور نماز کے سرے
تمام ضرورتوں کی پوری رعایت کرو۔ لہذا نمازیں ان تینوں باتوں کا پورا لحاظ
رکھنا چاہیے۔ اول نماز سے پہلے وضو کی نگہداشت کرو اور اس کا طریقہ
یہ ہے کہ وضو میں جس قدر سختیں اور مستحبات ہیں ان کو بجا لاؤ اور ہر عضو
کے دھونے کے وقت وہ دعا پڑھو جو حدیث میں آئی ہے اور اس کے
ساتھ ہی کپڑوں کا اور وضو کے پانی کا خیال رکھو کہ دونوں پاک ہوں لیکن
اس میں اتنا مبالغہ نہ کرو کہ وضو اس تک نوبت پہنچ جائے کہ یہ وضو
شیطانی ہے اور شیطان اکثر عبادت کرنے والے نیک بندوں کے اوقات
اسی شش و پنج میں ضائع کرتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ نمازی کے کپڑوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی پھل کے
اوپر کا پھلکا، اور بدن کی مثال ایسی ہے جیسے اندر کا پھلکا اور قلب کی مثال
ایسی ہے جیسے اندر کی گری اور مغز، اور ظاہر ہے کہ مقصود مغز ہونا کرتا
ہے۔ اسی طرح اس ظاہری پاکی سے بھی قلب کا پاک اور نورانی ہونا مقصود
ہے۔ شاید تم کو یہ شبہ ہو کہ کپڑے کے دھونے سے قلب کس طرح پاک ہو
سکتا ہے لہذا سمجھ لو کہ حق تعالیٰ نے ظاہر اور باطن میں ایک ایسا خاص
تعلق رکھا ہے جس کی وجہ سے ظاہری طہارت کا اثر باطنی طہارت تک
ضرور پہنچتا ہے، چنانچہ جب چاہے دیکھ لو کہ جب تم وضو کر کے کھڑے
ہوتے ہو تو اپنے قلب میں ایسی صفائی اور انشراح پاتے ہو جو وضو سے
پہلے نہ تھی اور ظاہر ہے کہ یہ وضو ہی کا اثر ہے جو بدن سے آگے بڑھ کر

دل تک پہنچا ہے۔ دوم نماز کے جملہ ارکان خواہ کشتیں ہوں یا مستحبات اور ذکر ہوا یا تسبیح سب کو اپنے اپنے قاعدہ پر ادا کروا دیا در کھو کہ جس طرح بدن کی ظاہری طہارت نے قلب کی باطنی صفائی میں اثر دکھایا تھا اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ نماز کے ارکان کا اثر قلب میں ہوتا ہے اور نورانیت پیدا کرتا ہے اور جس طرح مریض کو دوا پینے سے ضرور نفع ہوتا ہے اگرچہ وہ دوا کے اجزاء کی تاثیروں سے واقف نہ ہو اسی طرح تم کو نماز کے ارکان ادا کرنے سے ضرور نفع پہنچے گا اگرچہ تمہیں اس کے اسرار و رموز سے واقفیت نہ ہو۔

جاننا چاہیے کہ جاندار مخلوق کی طرح حق تعالیٰ نے نماز کو بھی ایک صورت اور روح مرحمت فرمائی ہے چنانچہ نماز کی روح تو نیت اور قلب ہے۔ اور قیام و قعود نماز کا بدن ہے اور رکوع و سجدہ نماز کا سر اور ہاتھ پاؤں ہیں اور جس قدر اذکار و تسبیحات نماز میں ہیں وہ نماز کے آنکھ کان وغیرہ اور اذکار و تسبیحات کے معنی کو سمجھنا گویا آنکھ کی بینائی اور کانوں کی قوت سماعت وغیرہ ہے اور نماز کے تمام ارکان کو اطمینان اور خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرنا نماز کا حسن یعنی بدن کا سڈول اور رنگ و روغن کا درست ہونا ہے الغرض اس طرح نماز کے اجزاء اور ارکان کو بحضور قلب پورا کرنے سے نماز کی ایک حسین و جمیل اور پیاری صورت پیدا ہو جاتی ہے اور نماز میں جو تقرب نمازی کو حق تعالیٰ سے حاصل ہوتا ہے اس کی مثال ایسی سمجھو جیسے کوئی فرد مشغول اپنے بادشاہ کی خدمت میں کوئی خوبصورت کینز ہدیہ پیش کرے اور اس وقت

اس کو بادشاہ سے تقرب حاصل ہو پس اگر تمہاری نماز میں خلوص نہیں ہے تو گویا مردہ اور بے جان کینز بادشاہ کے نذر کر رہے ہو اور ظاہر ہے کہ یہ ایسی گستاخی و بے باکی ہے کہ ایسا گستاخ شخص اگر قتل کر دیا جائے تو عجب نہیں اور اگر نماز میں رکوع و سجدہ نہیں ہے تو گویا لنگڑی بولی اور اپاہج لونڈی نذر کرتے ہو اور اگر اس میں ذکر و تسبیح نہیں ہے تو گویا لونڈی کے آنکھ کان نہیں، اور اگر سب کچھ موجود ہے مگر ذکر و تسبیح کے معنی نہیں سمجھے اور نہ دل متوجہ ہوا تو ایسا ہے جیسے کینز کے اعضا تو سب موجود ہیں لیکن اس میں حس و حرکت بالکل نہیں یعنی حلقہ چشم موجود ہے مگر بینائی نہیں ہے اور کان موجود ہیں مگر بھری ہے کہ سنائی نہیں دیتا۔ ہاتھ پاؤں ہیں مگر شل اور بے حس ہیں۔ اب تم خود سمجھ سکتے ہو کہ اندھی بہری کینز شاہی نذرانہ میں قبول ہو سکتی ہے یا نہیں؟ شاید تمہیں یہ شبہ ہو کہ جب نماز کے فرض اور واجب ادا کر دیئے جاتے ہیں تو علمائے شریعت اس نماز کے صحیح ہو جانے کا فتویٰ دے دیتے ہیں خواہ معنی سمجھے ہوں یا نہ سمجھے ہوں اور جب نماز صحیح ہو گئی تو جو مقصود تھا وہ حاصل ہو گیا اس سے معلوم ہوا کہ معنی کا سمجھنا نماز میں ضروری نہیں ہے۔ لہذا سمجھ لو کہ علماء کی مثال طبیب کی سی ہے پس اگر کوئی لونڈی اپاہج اور کسی ہی عیب دار کیوں نہ ہو اگر اس میں روح موجود ہے تو طبیب اس کو دیکھ کر ضرور یہی کہے گا کہ یہ زندہ ہے مردہ نہیں ہے۔ اسی طرح نماز کی روح اور اعضائے رئیسہ کے موجود ہونے سے علماء فتویٰ دے دیں گے کہ نماز صحیح ہے اور قاسد نہیں ہے۔ ایسی صورت میں طبیب نے اور عالم نے اپنے منصب کے موافق جو کچھ کہا وہ صحیح

کہتا ہے، اگر نماز تو شاہی ہندرانہ اور سلطانی تقرب حاصل ہونے کی حالت ہے
 اور اتنا قسم خود سمجھ سکتے ہو کہ عیب دار کینہہ اگرچہ زندہ ہے مگر سلطانی نذرانہ پیش کرنے
 کے قابل نہیں ہے بلکہ ایسی کینہہ کا تحفہ پیش کرنا گستاخی اور شاہی عتاب کا موجب ہے
 اسی طرح اگر ناقص نماز کے ذریعہ سے اللہ کا تقرب چاہو گے تو کچھ عجیب نہیں
 کہ پھٹے پرانے کپڑوں کی طرح لوٹا دی جائے اور منہ پر پھینک باری جائے نقص
 نماز سے مقصود چونکہ حق تعالیٰ کی تعظیم ہے لہذا نماز کے سنن اور مستحبات و
 آداب میں حسن قدر بھی کمی ہوگی اسی قدر احترام و تعظیم میں کوتاہی بھی ہونے لگی ہے
 موسم نماز کی روح کا زیادہ خیال رکھو یعنی نماز میں شروع سے اخیر تک اخلاص
 اور حضور قلب قائم رکھو اور جو الفاظ زبان سے کہتے ہو یا جو کام اعضاء سے کرتے
 ہو ان کا اثر دل میں بھی پیدا کرو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب رکوع میں بدن
 جھکے تو دل بھی عاجزی کے ساتھ جھک جانا چاہیے اور جب زبان اللہ اکبر
 کہے تو دل میں بھی یہی ہو کہ بے شک اللہ سے بڑی کوئی چیز نہیں ہے اور
 جب الحمد پڑھو تو قلب بھی اللہ کی نعمتوں کے شکر یہ سے سرشار ہو اور جس
 وقت زبان سے اَیُّکَ نَعْبُدُ وَ اَیُّکَ نَسْتَعِیْنُ کہے تو دل بھی اپنے ذلیل
 و ضعیف اور محتاج ہونے کا اقرار کرے یعنی قلب میں بھی یہی ہو کہ بے شک
 بجز خدا کے کسی چیز کا نہ مجھے اختیار ہے نہ کسی دوسرے کو۔ غرض تمام اذکار و
 تسبیحات اور جملہ ارکان و حالات میں ظاہر و باطن یکساں اور ایک دوسرے
 کے موافق ہونا چاہیے اور سمجھ لو کہ نامہ اعمال میں نماز وہی لکھی جاتی ہے جو
 سوچ سمجھ کر پڑھی گئی ہو۔ پس جتنا حصہ بغیر سمجھے ادا ہوگا وہ درج نہ ہوگا۔ ہاں

یہ ضرور ہے کہ شروع شروع میں پوری طرح حضور قلب قائم رکھنے میں غم کو بہت دشواری معلوم ہوگی لیکن اگر عادت ڈال دے تو رفتہ رفتہ ضرور عادت ہو جائے گی اس لئے اس کی طرف توجہ کر دو اور اس توجہ کو ۲ ہفتہ ۲ ہفتہ بڑھاؤ۔ مثلاً اگر تمہیں چار فرض پڑھنے ہوں تو دیکھو کہ اس میں حضور قلب کس قدر حاصل ہوا؟ فرض کرو کہ ساری نمازیں دو رکعت کے برابر تو دل کو توجہ رہی اور دو رکعت کے برابر غفلت رہی تو ان دو رکعتوں کو نماز میں شمار ہی نہ کرو اور اتنی نفلیں پڑھو کہ جن میں دو رکعت کے برابر حضور قلب حاصل ہو جائے۔ غرض جتنی غفلت زیادہ ہو اسی قدر نفلوں میں زیادتی کرو حتیٰ کہ اگر دس نفلوں میں چار فرض رکعتوں کا حضور قلب پورا ہو جائے تو امید کرو کہ حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے فراغ کا نقصان ان نفلوں سے پورا فرمادے گا اور اس کمی کا تدارک نوافل سے منظور فرمائے گا۔

Handwritten text in Urdu script, appearing to be a list or a series of entries. The text is heavily faded and difficult to read, but it seems to contain names and possibly dates or locations. The entries are arranged in horizontal lines across the page.

وضو کی فضیلت

حدیث شریف میں آیا ہے۔ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ الصَّلَاةُ وَ
مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطَّهْرُ (ترجمہ) جنت کی کنجی نماز اور نماز کی کنجی
وضو ہے۔

مطلب یہ ہے کہ نماز بغیر وضو قبول نہیں ہوتی۔ فضائل وضو میں بیشمار
حدیثیں آئی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وضو آدھا ایمان
ہے اور وضو پر وضو کرنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں۔ جہاں تک وضو کا پانی
پہنچے گا وہاں تک متوضی دو وضو کرنے والا کو قیامت کے روز قسمتی زیور

پہنائے جائیں گے۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے لوگ قیامت کے دن اس حال میں بلائے جائیں گے کہ ان کے اعضاء وضو کے اثر سے چمکتے ہوں گے۔

بعض صحابہ ہمیشہ با وضو رہتے تھے حضرت عدی بن حاتم کا قول ہے

ما اقيمت الصلاة منذ اسلمت الا وانا على وضوء

(ترجمہ) جب سے میں اسلام لایا ہر نماز کے وقت با وضو رہتا تھا۔

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے

پوچھا کہ کل تم مجھ سے پہلے کیونکر حنیت میں داخل ہو گئے؟ بلال نے یا رسول اللہ

میرا معمول یہ ہے کہ جب اذان کہتا ہوں تو دو رکعت نماز لازمی طور پر پڑھ لیتا

ہوں اور جس وقت وضو ٹوٹ جاتا ہے اسی وقت فوراً وضو کر لیتا ہوں۔

طہنقات سبکی میں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے موسیٰ

ہمیشہ با وضو رہو، اگر توبے وضو رہے اور تجھ پر کچھ بلا و مصیبت آجائے تو اپنے

نفس کے سوا کسی کو ملامت نہ کر کیونکہ بے وضو رہنے سے بلا و مصیبت پہنچتی

ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت انسؓ سے فرمایا کہ جہاں تک

ممکن ہو ہمیشہ با وضو رہنا چاہیے کیونکہ جس وقت ملک الموت بندے کی روضہ

قبض کرتا ہے تو اگر وہ بندہ با وضو ہے تو اس کو شہید کا مرتبہ ملتا ہے۔

زواج مسکئی روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے

میں ایک پارہا عورت تنور میں روٹی لگا کر نماز پڑھنے کھڑی ہو گئی۔ ابلیس
 بعین ایک خوبصورت عورت بن کر اس کے پاس آکر کہنے لگا کہ اے عورت
 روٹی جلی جاتی ہے۔ وہ عورت نماز ہی میں مشغول رہی۔ جب ابلیس نے
 اس کو نماز میں بہت مشغول اور مضبوط پایا تو اس کے پیچھے کو اس جلتے ہوئے
 تنور میں ڈال دیا۔ وہ عورت پھر بھی خدا کی طرف متوجہ رہی اور نماز پڑھتی رہی
 اس کے مرد نے باہر سے آکر دیکھا تو پیچھے کو تنور میں ہنستا کھیتا ہوا پایا۔
 اللہ تعالیٰ نے اس آگ کو لعل و عقیق و یاقوت بنا دیا۔ یہ خبر حضرت عیسیٰ
 علیہ السلام کو معلوم ہوئی۔ آپ نے اس عورت کو بلا کر پوچھا کہ تیرا کیا عمل اللہ تعالیٰ
 کو پسند آیا جو تجھ کو طرح طرح کی کرامتیں عنایت فرمائیں۔ عورت نے کہا
 یا روح اللہ جس وقت میرا وضو ٹوٹتا ہے اسی وقت وضو کر لیتی ہوں اور لوگوں
 کے رنج و اذہا سہتی ہوں، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھ کو یہ کرامتیں بخشا ہے۔
 ابو عثمان کہتے ہیں کہ میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک درخت
 کے نیچے تھا۔ انہوں نے اس درخت کی ایک خشک ٹہنی پکڑ کر اس کو
 حرکت دی جس سے اس کے پتے گر گئے۔ پھر مجھ سے کہنے لگے کہ اے
 ابو عثمان تم نے مجھ سے یہ نہ پوچھا کہ میں نے یہ کیوں کیا؟ میں نے کہا بتا دیجئے
 کیوں کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
 ایک درخت کے نیچے تھا۔ آپ نے بھی درخت کی ایک خشک ٹہنی پکڑ
 کر اسی طرح کیا تھا جس سے اس ٹہنی کے پتے جھڑ گئے تھے۔ پھر حضور نے
 ارشاد فرمایا تھا کہ سلمان پوچھتے نہیں کہ میں نے اس طرح کیوں کیا۔ میں نے

عرض کیا کہ بتا دیجئے کیوں کیا؟ آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جب مسلمان اچھی طرح وضو کرتا ہے، پھر پانچوں نمازیں پڑھتا ہے تو اس کی خطائیں اس سے ایسے گر جاتی ہیں جیسے یہ پتے گرتے ہیں۔ پھر آپ نے قرآن کی آیت
 اَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي الْمَكَارِ وَذَهَبَ مِنَ اللَّيْلِ اِنْ الْحَسَنَاتِ
 يَذُوبْنَ اَسْبَابِ ذَلِكْ ذَلِكْ لَسْتَ اَكْبَرِ تِلَاوَت فرمائی
 جس کا ترجمہ یہ ہے کہ قائم کر نماز کو دن کے دونوں سرور میں اور رات کے
 کچھ حصوں میں، بے شک نیکیاں دور کر دیتی ہیں گناہوں کو، یہ ہے نصیحت،
 نصیحت ماننے والوں کے لئے۔

ان روایات میں وضو بھی اچھی طرح کرنے کا حکم ہے جس کا مطلب یہ ہے
 کہ اس کے آداب و مستحبات کی تحقیق کر کے ان کا اہتمام کرے مثلاً وضو کی ایک
 سنت مسواک ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ جو نماز مسواک کر کے پڑھی جائے
 وہ اس نماز سے جو بلا مسواک پڑھی جائے شتر درجے افضل ہے۔ ایک حدیث
 میں وارد ہے کہ مسواک کا اہتمام کیا کرو۔ اس میں دس فائدے ہیں۔ مثلاً
 کہ صاف کرتی ہے، اللہ کی رضا کا سبب ہے، شیطان کو غصہ دلاتی ہے
 مسواک کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اور فرشتے محبوب رکھتے ہیں۔ مسوڑوں کو
 قوت دیتی ہے، لعیم کو قطع کرتی ہے، منہ میں خوشبو پیدا کرتی ہے، صفا
 کو دور کرتی ہے، نگاہ کو تیز کرتی ہے، منہ کی بدبو کو نائل کرتی ہے اور ان
 سب کے علاوہ یہ ہے کہ سنت ہے دنیہات ابن حجر
 علامہ نے لکھا ہے کہ مسواک کے اہتمام میں شتر فائدے ہیں جن میں سے

ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ شہادت پڑھنا نصیب ہوتا ہے اور اس کے بالمقابل افیون کھانے میں شتر مضر ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ یاد نہیں آتا۔ اچھی طرح وضو کرنے کے فضائل احادیث میں بڑی کثرت سے آئے ہیں۔ وضو کے اعضاء قیامت میں روشن اور چمک دار ہوں گے اور اس سے فوراً حضور اپنے امتی کو پہچان لیں گے۔

ابو سلمہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو امامہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھ سے ایک صاحب نے آپ کی طرف سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ ارشاد سنا ہے کہ جو شخص اچھی طرح وضو کرے اور پھر فرض نماز پڑھے تو حق تعالیٰ اجل ثناء اس دن وہ گناہ جو چلنے سے ہوتے ہوں اور وہ گناہ جو اس کے کانوں سے صادر ہوتے ہوں اور وہ گناہ جن کو اس نے آنکھوں سے کیا ہو اور وہ گناہ جو اس کے دل میں پیدا ہوئے ہوں سب کو معاف فرما دیتا ہے۔ حضرت ابو امامہؓ نے فرمایا کہ میں نے یہ مضمون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کئی دفعہ سنا ہے۔

الترغیب والترہیب۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جناب نے فرمایا جو کوئی مسلمان وضو کامل کر کے اپنی نماز میں کھڑا ہو کر جو کچھ پڑھے سمجھ کر پڑھے تو وہ ضرور ایسی حالت میں فارغ ہوگا جیسا اس دن تھا کہ اس کی والدہ نے اس کو جنا تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ناگواری کے وقت وضو کامل کرنا اور قدموں کو مسجد کی طرف لگانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظام کرنا گناہوں کو بالکل دھو دیتا ہے۔ اس کو بزار اور حاکم نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے وضو کیا اور خوب اچھا وضو کیا اس کے تمام گناہ اس کے جسم سے نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں۔

حضرت عمرو بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ وضو کرے اور اس کو کامل کرے پھر کہے اشہد ان لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ واشہد ان محمد عبده ورسوله اور اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھلیں کہ جس سے چاہے داخل ہو جائے۔

سورۃ فاتحہ کی فضیلت

صحن حصین - سورۃ فاتحہ قرآن شریف کی سب سے بڑی
مرتبہ والی سورت ہے جس کا نام قرآن پاک میں "سبع مثانی" اور قرآن عظیم
سے - (بخاری - ابن ماجہ)

حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے مجھے فاتحۃ الکتاب عرش الہی
کے نیچے سے عطا ہوئی ہے (عاکم)

اس اثنا میں کہ جبرائیل علیہ السلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے یکایک انہوں نے اوپر سے ایک آواز سنی اور سر اٹھا کر فرمایا یہ ایک ایسا فرشتہ زمین پر اترا ہے جو آج سے پہلے کبھی نہیں اترا تھا، پھر اس فرشتہ نے سلام کیا اور کہا یا رسول اللہ! مبارک ہو، لیکن یہ دونوں آپ کو دیکھے گئے ہیں اور یہ نور آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیکھے گئے، ایک فاتحہ، دوسرے سورۃ بقرہ کی اخیر آیتیں۔ ان میں سے جو حرف آپ پڑھیں گے اس کا ثواب آپ کو ملے گا مسلم، نسائی،

شعب الایمان۔ حضرت عبدالملک بن عمیر رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ میں ہر بیماری سے شفا ہے۔

سورۃ فاتحہ کے فضائل بہت سی روایات میں وارد ہوئے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک صحابی نماز پڑھتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا وہ نماز کی وجہ سے جواب نہ دے سکے جب فاسخ ہو کر حاضر ہوئے تو حضور نے فرمایا کہ میرے پکارنے پر جواب کیوں نہیں دیا؟ انہوں نے نماز کا مندر کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن شریف کی آیت میں نہیں پڑھا، **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ رَأْيَ إِيْمَانٍ** واللہ اور اس کے رسول کی پکار کا جواب دو۔ جب بھی وہ تم کو بلائیں، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے قرآن تمہارے کی سب سے بڑی سورت یعنی سب سے افضل تلاوتوں کا۔ پھر حضور نے ارشاد

فرمایا کہ وہ الحمد کی سات آیتیں ہیں۔ یہ سبع مثانی ہیں اور قرآن عظیم۔ بعض
 صوفیاء سے منقول ہے کہ جو کچھ پہلی کتابوں میں تھا وہ سب کلام پاک میں آگیا اور
 جو کلام پاک میں ہے وہ سب سورۃ فاتحہ میں آگیا اور جو کچھ فاتحہ میں ہے وہ بسورۃ
 میں آگیا اور جو بسورۃ میں ہے وہ اس کی بت میں آگیا۔ اس کی شرح بتلاتے
 ہیں کہ بت کے معنی اس جگہ لانے کے ہیں اور مقصود سب چیز سے بندہ کا
 اللہ جل شانہ کے ساتھ ملا دینا ہے بعض نے اس کے آگے اضافہ کیا ہے
 کہ بت میں جو کچھ ہے وہ اس کے نقطے میں آگیا یعنی وحدانیت کہ نقطہ اصطلاح
 میں اس چیز کو کہتے ہیں جس کی تقسیم نہ ہو سکتی ہو بعض مشائخ سے منقول ہے کہ
 اَیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اَیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں تمام مقاصد دینی و دنیوی آگئے۔
 ایک دوسری روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا
 ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس جیسی سورت
 نازل نہیں ہوئی نہ تورات میں نہ انجیل میں نہ زبور میں نہ بقیۃ قرآن پاک میں۔
 مشائخ نے لکھا ہے کہ اگر سورۃ فاتحہ کو ایمان و یقین کے ساتھ پڑھے تو
 ہر بیماری سے شفا ہوتی ہے دینی ہو یا دنیوی، ظاہری ہو یا باطنی۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ سورۃ فاتحہ ثواب میں دو تہائی قرآن
 کے برابر ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ عرش کے خاص خزانہ سے مجھ کو
 چار چیزیں ملی ہیں کہ اور کوئی چیز اس خزانے سے کسی کو نہیں ملی۔ سورۃ فاتحہ
 آیتہ الکرسی اور سورۃ بقرہ کی اخیر آیات اور سورۃ کوثر۔ ایک روایت میں
 آیا ہے کہ حسن بصریؒ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں

کہ جس نے سورہ فاتحہ کو پڑھا اس نے گویا تورات، انجیل، زبور اور قرآن شریف کو پڑھا۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ ابلیس کو اپنے اوپر نوحہ وزاری اور سر پر خاک ڈالنے کی چار مرتبہ نوبت آئی اقل جب کہ اس پر لعنت ہوئی دوسرے جب کہ اس کو آسمان سے زمین پر ڈالا گیا تیسرے جب کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت ملی چوتھے جب کہ سورہ فاتحہ نازل ہوئی۔
(حلیۃ الاولیاء)

شعبی سے روایت ہے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور دردِ گردن کی شکایت کی، شعبی نے کہا کہ اس قرآن پڑھ کر درد کی جگہ دم کو اس نے پوچھا کہ اس قرآن کیا ہے؟ شعبی نے کہا کہ سورہ فاتحہ۔

تحفۃ الاسلام۔ سورہ فاتحہ کا نام سورہ الصلوٰۃ بھی ہے اس نام کی وجہ یہ ہے کہ نماز میں اس کا پڑھنا بہت ضروری ہے چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے سرورِ کائنات فخرِ موجودات علیہ اکل التحیۃ و افضل الصلوٰۃ سے اور آپ نے روایت کی ہے حق تعالیٰ سے کہ فرما اللہ تعالیٰ نے کہ میں نے نماز کو تقسیم کیا ہے اپنے اور اپنے بندے کے درمیان کہ آدمی میرے واسطے ہے، جو جس وقت میرا بندہ کہتا ہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تب حق تعالیٰ فرشتوں کو ارشاد فرماتا ہے کہ دیکھو میرا بندہ مجھے یاد کرتا ہے اور جب بندہ کہتا ہے الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ تب حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ دیکھو میرا بندہ میری خوبیوں کو بیان کرتا ہے۔

اور جب بندہ کہتا ہے الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ تب خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ دیکھو
میرا بندہ میری بزرگی اور تعظیم سے مجھے یاد کرتا ہے اور جب بندہ کہتا ہے
مَآلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ تب حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ دیکھو میرا بندہ میری
بڑائی بیان کرتا ہے اور جب کہتا ہے اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ
تب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مضمون اس آیت کا مشترک ہے میرے اور
میرے بندے کے درمیان، کیونکہ عبادت میرا حق ہے اور مدد طلب کرنا میرے
بندے کا حق ہے، سو اِیَّاكَ نَعْبُدُ کہنے میں میرا حق ادا کیا اور اِیَّاكَ
نَسْتَعِیْنُ کہنے سے اس نے اپنا حق طلب کیا اور جب بندہ کہتا ہے اِهْدِنَا
الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ
الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ تب حق تعالیٰ فرماتا ہے
کہ یہ تمام مضمون میرے بندے کے واسطے ہے، میرے بندے کا جو سوال
ہے وہ پورا کر دوں گا یعنی سیدھی راہ دکھاؤں گا اور غضب کی گمراہی سے اپنی
پناہ میں رکھوں گا۔

اس سورت کا نام سبعہ مثانی بنے وجہ اس کی یہ ہے کہ ہر رکعت
میں اور ہر نماز میں یہ سات آیات بار بار پڑھی جاتی ہیں۔ اس کا باعث یہ کہ
حق تعالیٰ کی راہ کے سات دروازے ہیں اور یہ سات گنجیاں ساتوں دروازوں
کی ہیں۔ بندہ جس وقت ساتوں دروازوں کو کشادہ کرتا ہے تو اس وقت موئے
کی راہ میں داخل ہوتا ہے اور نماز میں اس کو کیفیت آتی ہے یہاں تک کہ دنیا
و مافیہا سے غافل ہو جاتا ہے اور کلام الہی کو سننے لگتا ہے اسی لئے رسول اکرم ﷺ

فرمایا ہے کہ اصلوۃ معراج المومنین یعنی نماز مومنوں کی معراج ہے۔
 اللہ تعالیٰ کی راہ کے سات دروازے یہ ہیں (۱) ذکر (۲) شکر (۳) امید
 (۴) خوف (۵) اخلاص (۶) دعا (۷) انبیاء، صلحاء و اولیاء کے ساتھ تعلق
 پیدا کرنا۔

✓ سوا بسمجہیں کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ذکر کی کنجی ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ
 رَبِّ الْعَالَمِیْنَ شکر کی کنجی ہے اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ امید کی کنجی ہے
 مَا لَکَ یَوْمَ الدِّیْنِ خوف کی کنجی ہے اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ
 نَسْتَعِیْنُ۔ اخلاص کی کنجی ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ دعا کی کنجی ہے
 صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِہُمْ وَ الرَّضَاکِیْنَ
 انبیاء، صلحاء و اولیاء کی راہ سے تعلق پیدا کرنے کی کنجی ہے۔ اسی لئے
 اس مبارک سورت کو ہر نماز میں پڑھتے ہیں کہ اللہ پاک کی راہ کے ساتوں
 دروازے کھل جائیں۔ سبحان اللہ امنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 اس مبارک سورت کو نماز میں پڑھ کر رومانی معراج حاصل کرتی ہے۔

اور اس سورت کا نام اَمْرُ الْقُرْآنِ اور اَمْرُ الْکِتَابِ ہے جو وہ
 اس کی یہ ہے کہ اس میں قرآن پاک کا تمام علم موجود ہے۔
 نکستہ۔ انسان میں تین چیزیں ایسی ہیں جن کے باعث شیطان
 انسان کو بہت ہلاک کرتا ہے۔ پہلی چیز شہوت ہے کہ آدمی اس کے غلبہ
 سے اپنے اوپر ظلم کرتا ہے۔ دوسری چیز غضب ہے کہ اس کے باعث
 غیر پر ظلم کرتا ہے اور تیسری ہوا ہے کہ اس کے باعث اپنے پروردگار

کی نافرمانی یعنی شرک کرتا ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ ظلم تین قسم کے ہیں۔ ایک ظلم ہے کہ وہ ہرگز نہ بخشا جائے گا۔ دوسرا ظلم وہ ہے کہ ہرگز نہ چھوڑا جائے گا یعنی بغیر بدلہ کے معاف نہ ہوگا۔ تیسرا ظلم ایسا ہے کہ اس کی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے اب وہ ظلم کہ نہ بخشا جائیگا وہ اللہ پاک کے ساتھ شرک ہے، اور وہ ظلم کہ نہ چھوڑا جائے گا وہ بندوں کا آپس میں ہے کہ ایک دوسرے پر کرتے ہیں اور وہ ظلم کہ جس کی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے وہ انسان کا اپنے نفس پر ظلم کرنا ہے جو ان تین چیزوں یعنی شہوت، غضب، ہوا سے چھ چیزیں اور پیدا ہوتی ہیں۔ شہوت سے حرص اور نخل پیدا ہوتا ہے، غضب سے عجب اور تکبر پیدا ہوتا ہے اور ہوا سے کفر اور بدعت کا ظہور ہوتا ہے اور ان چھ چیزوں سے ایک اور چیز پیدا ہوتی ہے جس کا نام حسد ہے اور علامت حسد کی یہ ہے کہ آدمی کے تمام اخلاق بگڑ جاتے ہیں اور اس پر شیطان پوری طرح قبضہ کر لیتا ہے اور عاصدا آدمی خدا تعالیٰ کی جناب میں ملعون ہو جاتا ہے۔

لہذا مذکورہ بالا چیزوں یعنی شہوت، غضب، ہوا، حرص، نخل، عجب، تکبر، کفر، بدعت سے باز رہنے اور ان کے علاج کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس سورہ اُم القرآن کو مقرر فرمایا ہے۔

مثلاً جس وقت انسان نے اپنے دل سے کہا یسبح اللہ الرحمن الرحیم تو اس مبارک کلمہ سے شہوت، غضب، ہوا یہ تینوں چیزیں دور اور فنا ہو جاتی ہیں کیونکہ اس مبارک کلمہ میں تین نام ہیں یعنی لفظ اللہ نے

شہوت کو فنا کیا، لفظ رحمن نے غضب کو مٹایا، لفظ رحیم نے ہوا کو
دور کیا۔ اور جب انسان صاف دل سے کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ
العٰلَمِیْنَ اس وقت حرص اور بخل دونوں دور ہو جاتے ہیں، کیونکہ جب
آدمی کو یقین ہو کہ تمام جہان کو پالنے والا رب ہے تو اس کے ساتھ یہ بھی
یقین ہوتا ہے کہ جو تمام عالم کو پالتا ہے وہ مجھ کو بھی پالے گا، پھر جب یقین
مضبوط ہو جاتا ہے تو اس وقت حرص مطلق زائل ہو جاتی ہے اور سمجھنے لگتا
ہے کہ میری پرورش اس پاک ذات کے اختیار میں ہے، پھر میرے حرص
کرنے سے کیا ہوتا ہے، اور بخل بھی باطل جاتا رہتا ہے کیونکہ اپنے خدا کو
اور مالک کو سخی دیکھ کر آپ بھی سخاوت کرنے لگتا ہے اور جب کہا اَلْمَرْحُومُ
الْمَرْحُومُ مَالِکُ یَوْمَ الدِّیْنِ تو اس کلمہ سے غضب دور ہو جاتا ہے
کیونکہ اپنے مالک کو رحیم جان کر خود بھی رحم کرنے لگتا ہے اور جب کہا اِنَّکَ
تَعْبُدُ وَاِنَّکَ تَسْتَعِیْنُ تو اس کلمہ سے عجب اور تکبر دور ہو جاتا
ہے کیونکہ جب عاجزی کرنے لگا تو تکبر نہیں رہتا ہے، اور جب کہا
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ
غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَكَالضَّالِّیْنَ تو ان لفظوں کے کہنے سے
کفر اور بدعت دور ہو جاتی ہے۔

اس مبارک سورت میں اللہ پاک نے اپنے بندوں کو مانگنے کا طور
سکھایا ہے کہ اس آدمی سے مانگنا چاہیے جو صاحبِ مقدر اور سخی، کریم
اور ہمت والا ہو اور جس میں یہ اوصاف نہیں اس سے مانگنا باعثِ ذلت

ہے، کیونکہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ صاحبِ مقدور ہیں لیکن سخی نہیں ہیں۔

اور بہت سے ایسے ہیں کہ سخی ہیں لیکن کریم نہیں، اور جب بہت سے لوگ ان سے مانگنے لگتے ہیں تو گھبرا کر اور خفا ہو کر انہیں نکلا دیتے ہیں، اس سبب سے پھر ان کے پاس کوئی نہیں جاتا ہے اور بعض سخاوت کے ساتھ کریم بھی ہوتے ہیں لیکن کم ہمتی کے باعث اپنے وافق سلوک نہیں کرتے ہیں۔

سو اس مبارک سورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بڑی رغبت دلائی ہے کہ مجھ ہی سے مانگا کریں اور دوسرے سے طلب نہ کریں، اس لئے

پاک ذاتِ قاضی الحاجات نے اپنا مقدور بیان کیا ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ یعنی اے لوگو! تمام خوبیاں اللہ ہی کے واسطے ہیں، سو تم اُسی سے مانگو اور کسی سے طلب نہ کرو۔ جب لوگوں نے یہ سنا تو ان کے خیال میں یہ آیا کہ مقدور والا

تو ہے لیکن کہیں خلیل نہ ہو کہ مانگنے والا خالی جامے تو فرمایا کہ ذٰبِ الْفَلَاحِ یعنی کہ تمہارا خدا خلیل نہیں ہے بلکہ اس پاک ذات کی پرورش عرش سے فرش تک پھیلی ہوئی ہے اور اس پاک ذات کی سخاوت ہر عالم میں مشہور ہے۔

پھر اس کے بعد یہ دھیان آیا کہ سخی تو ہے لیکن دیتے وقت کسی کو برا نہ کہتا ہو اور جب بہت سے لوگ مانگنے کے لئے جمع ہو جائیں تو کہیں ان کو نکلا نہ

دیتا ہو۔ سو اس کے بعد فرمایا کہ اَلرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ یعنی اللہ پاک بڑا مہربان ہے اور اپنے بندوں کو بہت ہی پیار کرتا ہے اور جو نہیں مانگتا اُس پر بہت

خفا ہوتا ہے اور جو مانگتا ہے اس سے بہت خوش ہوتا ہے۔ پھر اس کے بعد

یہ خیال پیدا ہوا کہ بہت سے لوگ سخی ہوتے ہیں اور کریم بھی مگر ان کی ہمت

پت ہوتی ہے اس سبب سے مانگنے والوں کی حاجتوں کو بخیر پورا نہیں
 سکتے اس وجہ سے آگے فرمایا کہ مَا لَكَ يَحْيٰى مِنَ الدِّينِ ط یعنی وہ پاک
 روز جزا کی مالک ہے، دنیا کی کیا اصل و حقیقت ہے وہ رب العزت
 ایسا عالی ہمت ہے کہ قیامت کے روز اپنے بندوں کو چاندی اور سونے
 کٹی کٹی محل عطا کرے گا اور قسم قسم کے باغوں میں رکھے گا۔ اس کی ہمت
 اعلیٰ اور بلند ہے تم سے جو مانگا جائے سوا مانگو۔

پھر اس کے بعد اس منزہ و مقدس ذات کی طرف سے ایک آواز
 گیا کہ اے میرے بندو! تم کو یہ نہ چاہیے کہ جب ہم تمہاری حاجتوں کو پورا
 کرتے ہیں تم ہماری عبادت کرو اور ہمارے در پر پڑے رہو، اور جب ہم تم
 حاجتوں کو روک دیتے ہیں تو اس وقت دوسرے لوگوں کی خوشامد در آمد کرو
 اُن کے دروازوں پر جا جا کر اُن سے مانگنے لگو تو ایسے بندے اور غلام
 ہٹوا کرتے ہیں۔ لہذا تم کو چاہیے کہ اس طرح کہو کہ اِيَّاكَ كَعْبِدُ وَ اِيَّاكَ
 نَسْتَعِيْنُ یعنی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیری ہی مدد کے
 لیے، چاہے ہماری حاجت پوری ہو یا نہ ہو ہم تیرے در کو چھوڑ کر اور دوسرے
 دروازوں پر ہرگز نہ جائیں گے اور تیرے سوا کسی کی عبادت نہ کریں گے
 کے بعد اس پاک ذات نے مانگنے کا ایک اور طریقہ تعلیم فرمایا کہ اے میرے
 بندو! تم یہ نہ کیا کرو کہ جو چیز اپنے نزدیک بھی خیال کرو وہی مانگو کیونکہ اکثر چیزیں
 اپنے حق میں بہتر تصور کرتے ہو وہ حقیقت تمہارے لیے زبوں و بد ہیں
 سو تم دعا کرو کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَاَلِالصَّالِحِيْنَ۔ یعنی اے پاک
 لوگو! ہمیں یہ یاد رکھا کہ راستہ دکھا اور ان لوگوں کا راستہ دکھا جن پر تیرا انعام و اکرام
 ہے اور ان کا راستہ نہ بتا کہ جن پر تیرا غیظ و غضب ہوا ہے اور نہ ان کی
 دکھا کہ جو گمراہ و تباہ ہو گئے ہیں یعنی ہم کو وہ چیزیں عطا کر کہ جس میں ہماری
 تقسیم قائم ہے۔ اگر دنیا بھی دے تو ایسی دے کہ جس میں ہمارا دین برباد
 اور ایسی دنیا نہ دے جس سے ہم مقہور ہو جائیں اور تیری راہ کو بھٹول
 ۔ آمین یا رب العالمین۔

تکمیل۔ اس مبارک سورت کا ہر رکعت میں بار بار پڑھنا اس لئے
 ہے کہ نماز میں سات بڑے رکن ہیں اور اس سورت کی آیات بھی سات
 ہو گویا ایک ایک رکن کے مقابل میں ایک ایک آیت مقرر ہے مثلاً
 بِرَحْمَةِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مقابل قیام کہ ہے اور الْحَمْدُ لِلّٰهِ
 الْعَلِيِّ الْمُتَعَالِیِّ مقابل رکوع کہ ہے اور الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
 بل قوسے کے ہے اور مَالِكِ يَوْمِ الدِّیْنِ مقابل سجدے کے
 اور اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ مقابل جلسے کے ہے اور
 اِنَّا اِنصَرَاطُ الْمُسْتَغِيْمِ مقابل دوسرے سجدے کے ہے اور صَوَاطِیْ الدِّیْنِ
 مِنْكَ عَلٰیہُمْ غَيْرُ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَاَلِالصَّالِحِيْنَ۔
 بل قعدے کے ہے۔

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ مبارکہ میں اپنے پانچ مبارک نام
 ارشاد فرمائے ہیں (۱) اللہ (۲) رب (۳) رحمن (۴) رحیم

(۵) مَالِكٌ يَقُولُ الْمَدِينِ طَبِيعُ پانچ نام ارشاد فرمائے کی وجہ یہ ہے کہ بندہ اس مبارک سورت میں اللہ پاک سے پانچ چیزیں طلب کر رہا ہے تاکہ ہر ایک نام ہر ایک سوال کے مقابل آجائے۔ بندہ جو پانچ سوال اللہ پاک سے کرتا ہے وہ یہ ہیں (۱) عبادت (۲) استعانت (۳) ہدایت (۴) استقامت (۵) انعام۔ گویا اس کا اشارہ یوں ہوا کہ اے میرے بندے میرا نام اللہ ہے اس واسطے میں ہی عبادت کے لائق ہوں اور اے میرے بندے میرا نام رب ہے اگر بد مانگنا چاہے تو مجھ ہی سے مانگ۔ اپنی پرورش کی شان سے تیرا سوال رد نہ کروں گا۔ اے میرے بندے میرا نام رحمن ہے اگر ہدایت طلب کرے تو مجھ ہی سے طلب کرے میں اپنی رحمت عام سے کبھی گمراہ نہ ہونے دوں۔ اے میرے بندے میں رحیم ہوں اگر تو استقامت اور ثابت قدمی چاہے تو مجھ ہی سے چاہ، میں اپنی رحمت خاص سے ہرگز تیرے قدم ڈگمگانے نہ دوں۔ اے میرے بندے میں مَالِكٌ يَقُولُ الْمَدِينِ ہوں، اگر انعام واکرام کی خواہش ہو تو مجھ ہی سے کہہ، میں تمام جہان کا مالک و مختار ہوں، تجھے اپنے فضل و کرم سے محروم نہ رکھوں گا۔

سبحان اللہ! غازی اپنی غازیں سورہ الْحَمْد شریف پڑھ کر دولت و عبادت و استعانت اور دولت ہدایت و استقامت اور دولت انعام سے مالا مال ہو کر دونوں عالم کی تکالیف سے فارغ البال ہو گیا۔

انسان کا مکمل دستہ عبد اکرم جلیؑ جان کہ فاتحہ الکتاب کا نام بیع تھا ہے اور وہ سات صفات نفیسہ ہیں کہ وہ حیات، علم، ارادت، قدرت،

بصر کلام میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ کو اپنے اور اپنے بندہ کے درمیان تقسیم کیا ہے، یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وجود خلق اور حق پر منقسم ہے پس انسان بہ اعتبار اپنے ظاہر کے خلق اور بہ اعتبار اپنے باطن کے حق ہے، اور وجود بھی ظاہر و باطن میں منقسم ہے کیا تو نہیں دیکھتا کہ صفات نفیہ بہ نفس خود و بذات خود صفات محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں جیسا کہ حق کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ حق عالم یعنی زندہ جاننے والا ہے محمد کی بابت بھی کہا جاتا ہے کہ وہ حق عالم ہے۔ اسی طرح جمیع صفات کو قیاس کر دیں یہ سورۃ فاتحہ کا حق اور عبد میں انقسام ہے۔ فاتحہ جس سے اس پر دلالت لی جاتی ہے اس سیکل انسانی کی طرف اشارہ ہے جس سے خدا نے وجود کے فضل کھولے، اور عبد اور رب کے باہن اس کا انقسام اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ انسان اگرچہ خلق ہے پر حق اس کی حقیقت ہے۔ پھر جیسا کہ وہ اوصاف عبودیت کو حاوی ہے ایسا ہی اوصاف ربوبیت کو بھی حاوی ہے اس لئے کہ اللہ اس کی حقیقت ہے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد ہے اور وہاں کوئی اس کا غیر نہیں ہے اور دونوں مرتبوں خلق و حق میں وہی معتبر ہے اور ان دونوں ممکنوں میں وہی موجود ہے کیا تو سورۃ فاتحہ کی طرف نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تقسیم دو باتوں پر کیسے فرمائی ہے ایک ثلثے حق دوسری بندہ کے لئے دعا۔ پھر بندہ کو دیکھو کہ کیسے اس کے بھی دس حصے کئے ہیں۔ ایک کمالات الہیہ حکیمہ غیبیہ و جودیت۔ دوسرا نقائص خاقیہ غیبیہ شہودیت۔ پس وہ یعنی عبد، فاتحہ الکتاب ہے اور وہ سبع مثانی ہے۔

اور اس سورت میں بہت سے اسرار ہیں جن کی راق اور ارق میں گنجائش نہیں بلکہ بعض ایسے ہیں جن کی اشاعت کی ہم کو حق و صنعت نہیں۔ بلا بدی ہے کہ ہم بطریق تبیین کلام الہی سے برکت لینے کے طور پر ظاہر سورت کے متعلق گفتگو کریں۔

قال الله تعالى - يسع الله الرحمن الرحيم - بسم الله

کے متعلق ہم نے ایک مستقل کتاب سنی بالکلیف والرحیم فی شرح بسم الله الرحمن الرحیم لکھی ہے جو اس کی شرح دیکھنی چاہے وہ اس کا مطالعہ کرے۔ اس کتاب میں ہم بطریق اشارہ اس کے متعلق کچھ گفتگو کریں گے اور اشارہ کا یہی مقام ہے۔ علامے عربیہ نے کہا ہے کہ بآذ بسط استعانت کے معنوں میں ہے۔

معنی اس کے یہ ہیں کہ اللہ کے نام کی برکت سے ظلاں کام کر۔ فعل کا ذکر چھوڑ دیا گیا ہے تاکہ ہر فعل کو عام ہو، اور لسان اشارہ سے فعل کی تقریر ہو۔

بسم اللہ یعرف اللہ اس لئے کہ اس کی معرفت کی طرف کوئی راہ نہیں لیکن اس وقت جب کہ اس اسم کی تجھ پر تجلی ہو، اس لئے کہ وہ کمالات کے لئے ایک آئینہ رکھا گیا ہے جس میں تو اپنے چہرے کو مشاہدہ کرتا ہے پس تو اپنے چہرے

کو سوائے آئینہ کے اور کسی چیز میں نہیں دیکھ سکتا پس جس چیز کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے اس کو سمجھ، اس لئے کہ تیرا آئینہ بحر حقیقت کی کشتی ہے جس کا چلنا اور ٹھہرنا اللہ کے نام کے ساتھ ہے نہ اس کے بغیر کے نام سے۔ پھر جب

بحر توحید میں قلب کا تلاح اسم کی کشتی پر سوار ہو گیا اور رحمانیت کی ہوائی داجد نفسی الرحمن من جانب الیمین کی جڑ میں چلنے لگی یعنی نفس اسم ورحیم

کی رحمت کی ہدایت سے ذات کے کنارے تک پہنچ گیا۔ پھر وہ اپنے اسماء و
 صفات میں منتر ہوا اور وجود کی فاتحہ کو کھولا اور ثابت ہو گیا کہ عابدین معبود ہے۔
 پھر کہا الْحَمْدُ لِلّٰہ۔ اللہ کے نفس کی ثناء کی ساتھ اس چیز کے جس کا کہ وہ مستحق
 ہے اور اس کے نفس کی ثناء عین اس کا ظہور ہے اور الف اور لام اگر دونوں
 شمول کے معنوں میں ہوں جس کا ان معنوں پر اعتبار کیا گیا ہے کہ جمیع محامد اللہ کے
 لئے ہیں اور وہ حق و خالق کی جمیع صفات محمودہ سے مراد ہے، پس اپنے نفس
 پر اس کی ثناء مراتب الہیہ و مراتب خلقیہ میں اس کا ظہور کرنا ہے جیسا کہ وجود
 میں وہ ظہور کئے ہوئے ہے اور لام حمد کے متعلق اہل سنت کا یہی مذہب
 ہے کہ وہ شمول کے معنوں میں ہے اور معتزلہ نے کہا ہے اور بعض علماء نے سنت
 کا بھی یہ قول ہے کہ لام الحمد عہد کا ہے اور اس صورت میں معنی یہ ہیں کہ وہ
 حمد جو اللہ کو لائق ہے اللہ کے لئے ہے۔ اس اعتبار سے لفظ الحمد میں
 اشارہ ان معنوں کی طرف ہے کہ اپنے نفس پر اس کی ثناء ان محامد و اوصاف
 کے ساتھ ہے جو اس کے مرتبہ الہیہ کے لائق ہیں۔ اس کے بعد معلوم کرنا چاہیے
 کہ مقام حمد ایک لے درجہ کا مقام ہے۔ اسی لئے قیامت کے دن محمد
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جھنڈا احمد کا جھنڈا یعنی لوائے حمد ہوگا اس جہت سے
 کہ انہوں نے حق سبحانہ و تعالیٰ کی ثناء کی اس چیز کے ساتھ جو اس کی شان
 الہیت کے شایاں ہے اور مراتب حقیقہ و خلقیہ میں ظاہر ہوئے جیسا کہ اس
 پر وجود کا ظہور ہے اسم اللہ کو حمد کے لئے اس لئے مخصوص کیا گیا ہے کہ
 الہیت جمیع معانی وجود اور اس کے مراتب کو شامل ہے اور اسم اللہ حقائق وجود

میں ہے ہر ذی حق کو اس کا حق عطا کرنے والا ہے، اور یہ بات کسی دوسرے اسم کو حاصل نہیں۔ پھر اسم اللہ کی کہ جس کی بابت ہم نے ذکر کیا ہے کہ وہ حقیقت انسان ہے نعت فرمائی کہ وہ رب العالمین ہے یعنی جمیع عوالم کا صاحب ان کا پیدا کرنے والا اور ان میں وجود رکھنے والا اور ان کا منظر، پس عوالم الہیہ اور عوالم عبدیہ میں سولے اس کے اور کوئی نہیں ہے وہی ظاہر ہے وہی باطن، اور وہی رحمن و رحیم سے مراد ہے۔

جان کہ اسم رحیم اس کے اسم رحمن سے زیادہ خاص ہے اور رحمن اس سے عام تر ہے، اور وہ رحمت جس سے ہر چیز کو احاطہ کیا ہوا ہے اس کے اسم رحمن کا فیضان ہے، اور وہ لوگ جو دیتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں ان کے لئے جو رحمت لکھی گئی ہے وہ اس کے اسم رحیم کے فیضان سے ہے اور اصل میں یہ بات ہے کہ رحمت رحمن میں کبھی نعمت کی بھی آمیزش ہوتی ہے مثلاً باپ کا بیٹے کو مار کر ادب دینا کہ بظاہر نعمت ہے لیکن دراصل اس پر رحمت ہے یا مثلاً بدمزہ دودھ کا پینا کہ اگرچہ دراصل وہ رحمت ہے لیکن اس میں نعمت کی بھی آمیزش ہے اور رحمن ہر رحمت کو جو ہے اور جس طور پر ہے عام ہے۔ برابر ہے کہ نعمت کی ملاوٹ اس میں ہو یا نہ ہو مثلاً اس کے اسم رحیم کے کہ وہ ہر رحمت خاص کے ساتھ کہ جس میں نعمت کی ملاوٹ نہیں مختص ہے۔ اسی لئے اس کے اسم رحیم کا ظہور عالم آخرت میں قوی تر ہوگا کیونکہ جنت کی نعمتوں میں نعمت کی کدورت نہیں پائی جاتی۔ وہ محض اس کے اسم رحیم سے ہے۔ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس

نول میں اپنی امت کو آگ سے داغ دینے کو کر وہ جانب سے کہ میری امت کی
کی شفاعتیں چیزوں میں سے کتاب الہی کی آیت میں، یا شہد کے چاہنے
میں یا آگ سے داغ دینے میں، اور میں دوست نہیں رکھتا ہوں کہ میری امت
کو آگ سے داغ دیا جائے۔

دیکھو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام رحیم رکھا اور
فرمایا عَزِيزٌ عَلَيْهِ عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُفٌ
رَحِيمٌ۔ یعنی اس رسول پر تمہارا رنج اٹھانا دشوار ہے، وہ تمہاری اصلاح کا
حرص ہے، یوموں کا نہایت مہربان اور شفیق ہے۔ آپ کا نام رحیم اس لئے
رکھا گیا کہ آپ کی رحمت میں کدورتِ نعمت کی طوفانی نہ تھی وہ رحمتہ للعالمین
تھے۔

پھر اس کے آگے حقیقتِ مجتبیہ کہ وہ ہر فردِ انسانی کی ذات کی عین ہے، جس
کی پہلے نعت کی گئی ہے، وصف فرمایا اور کہا مَالِكٌ يَوْمَ الدِّينِ یعنی
ملک، حاکم، شدید القوت اور یوم سے مراد یہاں تجلی الہی ہے کہ ایام الہی
میں سے ایک یوم ہے اور دین۔ ادا نیت سے لیا گیا ہے، پس یَوْمَ الدِّينِ
تجلی ربانی سے مراد ہے کہ تمام موجودات اس کی فرمانبرداری کرتی ہے اور وہ
ان میں تصرف کرتا ہے جس طور پر کہ وہ چاہتا ہے اور وہ ان کا بادشاہ ہے، اور
مَالِكٌ يَوْمَ الدِّينِ جو دار و ثواب ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ عالمِ باطنی کا
صاحب عالمِ باطنی سے مراد قیامت اور بساعت ہے اور اس عالمِ باطنی کا صاحب ہونے سے مراد یہ
ہے کہ وہ خود شاکی صورت اور موجودات کی روحانیت کا محل ہے پس اسکو تجد، پھر آپ ہی اپنے آپ کو مخاطب کر کے

کہنے لگا اِيَّاكَ تُعْبَدُ یعنی تیرا غیر کوئی نہیں ہے تو خود ہی عابد ہے اور خود ہی معبود، شاعر اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔ ع

طحاہک قلب فی الحسنات طروب

تیرا طحاب، کہ نام ایک موضع کا ہے، قلب ہے جس میں معشوق رہتا ہے اور خوشیاں حسینوں کے ساتھ ہی ہٹوا کرتی ہیں۔

اس بات کا نام علم معافی و بیان میں التفات رکھا جاتا ہے۔ اس سے یہاں شاعر نے مکان تکلم سے مقام خطاب کی طرف انتقال کیا ہے، یہاں اُسے یوں کہنا تھا طحابی قلب اور اُس نے بجائے اس کے طحاہک قلب کہا ہے اور اپنے نفس کو مخاطب کی جگہ رکھا ہے اِیَّاہِی اللہ تعالیٰ اِيَّاكَ تُعْبَدُ میرے نفس کو مخاطب کر رہا ہے یعنی وہی اپنے آپ کا مظاہر مخلوقات میں عابد ہے کیونکہ وہی ان کا فاعل، وہی ان کا محرک، وہی ان کا مسکن ہے پس اُن کا اس کی عبادت کرنا خود اس کا اپنے آپ کی عبادت کرنا ہے اور اس لئے کہ اس کا ان کو ایجاد کرنا اپنے اسماء و اوصاف کو ان کا حق عطا کرنے کے سوا کچھ نہیں ہیں ان کے ساتھ اس نے اپنے ہی نفس کی عبادت کی۔ پھر لسانِ خلق سے حق کہ خود ہی ہے مخاطب کر کے فرمایا اِيَّاكَ نَسْتَعِیْنُ کیونکہ خلق و حق سے وہی مراد ہے۔ پس اگر چاہتا ہے تو کلام حق سے خلق کے نفس کو مخاطب کرتا ہے، اور خلق کے کان سے اس کو سنتا ہے اور چاہتا ہے تو کلام خلق سے اپنے نفس کو مخاطب کرتا ہے اور حق کے کانوں سے اس کو سنتا ہے جب اس نے ہمیں بتا دیا کہ وہ مخلوق کی صورت میں خود ہی اپنے آپ کا عابد ہے تو ہم

اپنے آپ میں اُس کے مشہور پر آگاہی پائی کہا وَاَيُّكَ تَشْتَعِبُ
 تاکہ ہم حمل، قوت، قدرت سے بے تعلق ہو کر ان سب کو اسی کی طرف
 مصروف کریں اور تاکہ ہم اس کو اپنے آپ سے اور اپنے آپ میں ملاحظہ
 کریں اور اس سے غافل نہ بنیں۔ اس سے اس کی معرفتِ واحدیت کی
 طرف ترقی کریں اور اس کی تجلیات سے بہرہ یاب ہوں اور تاکہ وہ شخص
 ہم میں سے سعادت حاصل کرے جو پہلے ہی ازل میں سعید بن چکا ہے
 ان دو کلموں کے اس قدر معانی ہیں جن کی شرح ان اوراق میں نہیں سہجائی
 پس ہم اسی گفتگو پر اکتفا کرتے ہیں کیونکہ ہم نے اختصار کا قصد کیا ہے نہ کہ
 تطویل کا۔ پھر لسانِ خلق سے فرمایا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ اس لئے کہ
 نصف اول بِسْمِ اللّٰهِ سے لے کر مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ تک یہ
 سب حق کی زبان سے اپنے نفس کی بابت خبر دینا تھا اور نصف ثانی میں لسانِ
 خلق سے حق کو مخاطب کیا ہے، پس صراطِ مستقیم سے مراد مشہدِ حضرت احدیت
 کا طریق ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے نفس کے لئے تجلی فرماتا ہے اور اسی
 کی طرف اُس نے اپنے قول صِرَاطَ اللّٰهِ سے اشارہ فرمایا ہے یعنی ظہورِ تجلی
 کی طرف اس کا طریق۔ پھر اس مشہد کے لوگوں کی اشد کی راہ میں ان کے مقام
 جمع کے بعد لسانِ تفرقہ سے نعمت فرمائی اور کہا صِرَاطَ الَّذِينَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ
 راہ ان لوگوں کی جن پر تو نے اپنے وجودِ شہود کا انعام فرمایا اور قریبِ الہی کی
 نعمتوں سے ان پر ظاہر ہوا غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ نہ مغضوبِ علیہم کی
 راہ جو نتیجہ سے دور افتادہ ہیں اور جن پر تو نے اسمِ مستقیم سے گہرے اور

غلیظ حجابات کے رنگ میں اپنی تہری تجلی خرمائی ہے۔ وَلَا الْمُضْطَّائِنِ
 اور یہ وہ لوگ ہیں جو باوجود حق کی ہدایت کے گمراہ ہو گئے، پھر انہوں نے
 اس کو نہ پایا لیکن وہ معصوب علیہ نہیں ہیں بلکہ حق ان سے رونا مندا
 ہے کہ ان کو اپنی ہمسائیگی میں جگہ دی ہے نہ کہ اپنے پاس، اور یہ وہ لوگ
 ہیں جن سے اللہ تعالیٰ سوال کرے گا اور ان کو کہے گا اے میرے بندو
 مجھ سے کچھ مانگو وہ کہیں گے اے ہمارے رب ہاں تجھ سے تیری رضا مانگتے
 ہیں۔ پھر ان کو یہ کہے گا میں تم سے راضی ہوں، تم کو میں اپنی ہمسائیگی میں جگہ
 دیتا ہوں۔ پھر دوبارہ ان کو یہ کہے گا میں تم سے راضی ہوں، تم کو میں اپنی
 ہمسائیگی میں جگہ دیتا ہوں۔ پھر دوبارہ ان کو کہے گا کہ کچھ مانگو، پس وہ سوال کرے
 اس کی رضا کے کچھ نہیں مانگیں گے اس لئے کہ وہ اس کو نہیں پہچانتے ہیں
 اگر وہ پہچانتے ہوتے تو وہ ضرور خود اس کو طلب کرتے، اور وہ کوئی نعمتوں
 سے جنت کے باغوں میں منعم ہوں گے، یہ وہ لوگ ہیں جن پر خدا تعالیٰ اس چیز
 میں تجلی نہیں کرے گا جو خود اس کی ذات کے لئے ہے وہ رحمن سے گمراہ
 ہیں لیکن لذاتِ جنت سے نعمت پانے والے ہیں اس کو سمجھو واللہ یعلم
 الْحَقُّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ۔

کلمہ طیبہ کے فضائل

نماز میں چونکہ کلمہ طیبہ پڑھا جاتا ہے لہذا چند فضائل کلمہ طیبہ کے بھی تحریر کئے جاتے ہیں۔

مشکوٰۃ شریف۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز جمع عام تھا اور ختم المرسلین، سید الاولین والآخرین علیہ الصلوٰۃ والسلام اس جمع میں رونق افروز تھے۔ اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور

آپ کو سب نے دیکھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب میں سامنے بیٹھ کر فرمایا
 یا حضرت مجھے بتا دیجئے کہ اسلام کیا شے ہے؟ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 ارشاد فرمایا کہ کلمہ طیبہ پڑھنا۔ نماز ادا کرنا۔ زکوٰۃ دینا۔ رمضان مبارک کے
 روزے رکھنا۔ اگر طاقت ہو تو حج کرنا۔ حضرت جبرائیلؑ نے یہ سن کر فرمایا یا حضرت
 آپ نے درست فرمایا کہ اسلام کے پانچ رکن یہی ہیں۔ اس کے بعد حضرت جبرائیلؑ
 نے ایسے ہی سوال و جواب کئے اور تشریف لے گئے۔ سرور کائنات صلی
 علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ لوگو! یہ شخص حضرت جبرائیلؑ علیہ السلام
 تھے جو تمہیں دین اسلام کی تعلیم دینے کے لئے ایک سائل کی صورت میں
 آئے تھے۔

نکتہ۔ اس حدیث میں کلمہ طیبہ کو پہلا رکن قرار دیا ہے اور اسلام کے
 سب رکنوں پر کلمہ طیبہ کو مقدم رکھا ہے کیونکہ اس کی فضیلت بہ نسبت اور رکنوں
 کے بہت زیادہ ہے۔

نسائی وابن حبان۔ حضرت ابی سعید خدریؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
 روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب الہی میں عرض کیا کہ
 اے پاک ذات مجھے کوئی ایسا کلمہ یا اسم اعظم بتایا جائے کہ مجھے جب تک کہ
 منظور ہو تب اسی کلمہ سے پکار لیا کروں اس پاک ذات کی طرف سے یہ راز
 ہوا کہ اے موسیٰ تم لا الہ الا اللہ کہا کرو اور یہی کہہ کر میں پکار لیا کروں
 یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دوبارہ عرض کیا کہ اے پاک ذات اگر اللہ
 الا اللہ یہ تو ایک عام کلمہ ہے جس کو عام طور سے سب لوگ کہتے ہیں، بھلا میں

دوسری خصوصیت یہی کیا ہوئی۔ الہی میں تو کوئی خاص کلمہ لینا چاہتا ہوں جو میرے سوا
 کوئی دوسرا شخص نہ جانے۔ اُس پاک ذات کی طرف سے جو اب ملا کہ اے دوستی
 تو وہ خاص الخاص کلمہ ہے کہ اگر ساتوں طبق آسمان کے اور ساتوں طبق زمین کے
 ہی ترازو کے ایک پلہ میں رکھے جائیں اور صرف لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دوسری طرف
 لکھا جائے تو بھی یہ کلمہ طیبہ بھاری اور وزنی رہے گا اور ساتوں طبق آسمان کے
 اور ساتوں طبق زمین کے ہلکے ٹھہریں گے۔

نکستہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا چودہ طبق مع تمام مخلوقات اور کائنات
 پر بھاری اور وزنی ہونے کا باعث یہ ہے کہ چودہ طبق کا وجود ظل یعنی سایہ کی
 حیثیت رکھتا ہے اور ذات باری وجود حقیقی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ سایہ ہمیشہ
 ہلکا ہوتا ہے اپنے وجود سے۔ اب لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وجود حقیقی ہے اور زمین
 آسمان کے ساتوں طبق مع تمام مخلوقات و کائنات کے سایہ ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
 کا وزن ساری مخلوقات سے بڑھ کر ہے۔

بزار اپنی مسند میں ابی ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم نے کہ عرش الہی کے سامنے ایک عظیم الشان نور کا ستون ہے جب
 کوئی دنیا میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ منہ سے نکالتا ہے تب وہ نورانی ستون خود بخود
 جنبش میں آتا ہے۔ اُس وقت خدائے تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ستون بٹھہر
 حرکت نہ کر تب ستون عرض کرتا ہے کہ الہی جب تک لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھنے والے
 کی بخشش نہ ہوگی تب تک اس کی سفارش اور شفاعت کے لئے حرکت ہی میں رہوں گا،
 ارشاد باری ہوتا ہے کہ اچھا ہم نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھنے والے کو بخش دیا۔

پھر وہ ستون فی الفور ٹھہر جاتا ہے۔

منکسر یہ وہی مضمون ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے مبارک کلام میں ارشاد فرماتا ہے کہ کلمہ طیبہ کی مثال ایسی ہے جیسے کھجور کا مبارک درخت کہ جڑ زمین میں ہے اور شاخیں آسمان کی طرف۔ اسی طرح یہ کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دنیا میں ہے اور اس کی شاخ یعنی نورانی ستون ساتویں آسمان پر ہے۔

ترمذی شریف۔ سرदारِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تیامت کے دن ایک شخص کو رب العالمین اپنے قریب بلائے گا اور اُس کے گناہوں کے بڑے بڑے دفتر اُسے دکھا کر فرمائے گا کہ اے بندہ گنہگار دیکھ یہ تیرے گناہ ہیں۔ بندہ گنہگار عرض کرے گا کہ ہاں یا رب یہ میرے گناہ ہیں وہ گناہوں کے ننانوے دفتر ہوں گے اور ہر ایک دفتر جہاں تک نظر پہنچے وہاں تک بلنا ہوگا۔ اس وقت گنہگار خیال کرے گا کہ اب تو میں ضرور بالضرور ہلاک ہوا اور دوزخ میں ڈالا گیا۔

تب اس ارحم الراحمین کی طرف سے اس بندہ گنہگار کو ارشاد ہوگا کہ اے بندے تیری ایک نیکی میرے پاس پوشیدہ امانت رکھتی ہے۔ اُس کو اور یہ جو ننانوے دفتر گناہوں کے ہیں ان کو اپنے ساتھ لے جا اور دونوں کو میزانِ عدالت میں تلواسے۔ اگر گناہ بھاری ہوتے تب تو تیرا مقام دوزخ ہے اور اگر نیکیاں بھاری ہوتیں تو تیرا مکان جنت ہے۔ تب گنہگار عرض کرے گا کہ خداوند کہاں یہ ننانوے دفتر گناہوں کے اور کہاں یہ چھوٹا سا پرزہ کاغذ کا۔ رب العزت کی طرف سے ارشاد ہوگا کہ اے بندہ گنہگار جاؤ آج کوئی بات چھپی نہ رہے گی، تو اس پر جسے کی حقیقت

سے ناواقف ہے۔ آج تجھے واقف کیا جائے گا۔ وہ بے چارہ وہ پرچہ اور نشانے
 دفتر گناہوں کے اٹھا کر لائے گا اور میزان میں تولنے کے لئے رکھے گا اور یہ خیال
 رہے گا کہ بھلا کہاں یہ دفتر کے دفتر اور کہاں یہ پرچہ۔ لیکن جس وقت فرشتہ ترازو
 اٹھائے گا تو وہ دفتر نہایت ہلکے اور وہ پرزہ بہت ہی بھاری ہو جائے گا۔
 اب یہ بندہ حیرت کے عالم میں اس پرچے کو تعجب کی نگاہ سے دیکھے گا کہ اس
 پرچے میں ایسا کیا لکھا ہے۔ اس میں لکھا ہو گا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ
 رَسُولُ اللَّهِ۔ تب فرشتے پکاریں گے کہ جاؤ تم بخشے گئے اور تمہاری نجات ہو
 گئی کیونکہ یہ تو پہلے ہی قرآن مجید خبر دے چکا تھا کہ مَا مَن تَقَدَّتْ مَوَازِينُهُ
 لَوْ فِي عِيشَةٍ رَّاٰ ضِيكِهِ۔ یعنی جس کا نیکی کا پلہ بھاری ہو گیا وہ جنتی ہے۔
 نکتہ۔ ننانوے دفتر گناہوں کے ہلکے ہونے کے راز کو حضرت امام
 بیانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں اس طرح ظاہر فرمایا

تینغ کا در قتل غیبر حق براندہ در نگرزاں پس کہ بعد کا چہ ماند
 ماند الا اللہ باقی جملہ رفت شاد باش اے عشق شرکت سوزفت
 یعنی جب لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کو گناہوں کے مقابل میں لا کر تو لا گیا تو لَا کی
 معنی آبدار نے اسوائے اللہ کو فنا اور قتل کر دیا۔ تب سوائے لَا اللہ کے کچھ
 بھی باقی نہ رہا، تو پھر وہاں گناہوں کا نام و نشان کس طرح باقی رہ سکتا تھا۔
 تاریخ اشار الاول عن تاریخ نیشاپور۔ ایک مرتبہ حضرت امام
 علی رضا ابن امام موسیٰ کاظمؑ چتر پر سوار کہیں جا رہے تھے۔ اتفاق سے شہر

نیشاپور میں پہنچے۔ آپ کے چہرہ مبارک پر نقاب پڑی تھی۔ جس وقت آپ کی سواری
نیشاپور کے بازار میں پہنچی تو امام ابوذر عہد رازی اور محمد بن اسلم طوسی آپ سے آکر
ملے۔ ان دونوں محدثوں کے ہمراہ حدیث کے کئی ہزار سنا معین اور طالبین تھے۔
ان حضرات نے جب امام علی بن موسیٰ کاظمؑ کی سواری آتے دیکھی تو دوڑ کر خباب
کی رکابیں پکڑ لیں اور عرض کیا اے شہداء الساداتِ اللہ ہمیں اپنا جمال مبارک ایک
نظر دکھا دیجئے اور کوئی ایسی حدیث جس کی ساری سند صرف آپ کے خاندان مبارک
کی ہو ضرور سنا دیجئے۔ یہ کلام سن کر حضرت امام علی بن موسیٰ کاظمؑ نے اپنا چہرہ مبارک
نقاب سے ظاہر فرمایا اور زبانِ الہام ترجمان سے یہ فرمایا کہ حدیث بیان کی مجھ سے
میرا والد موسیٰ کاظمؑ نے انہوں نے روایت کیا ہے حدیث کو اپنے والد امام جعفر صادقؑ، امام جعفر صادقؑ نے
روایت کیا اس حدیث کو امام محمد باقرؑ سے، امام محمد باقرؑ نے روایت کیا اس حدیث کو اپنے والد امام زین العابدینؑ
امام زین العابدینؑ نے روایت کیا اس حدیث کو حضرت امام حسینؑ شہید کربلا سے۔
امام حسینؑ نے روایت کیا حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ سے۔ فرمایا حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ
نے کہ حدیث بیان کی مجھ سے میرے بھائی، میرے حبیب۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ یہ حدیث بیان کی مجھ سے حضرت
جبرائیل علیہ السلام نے اور فرمایا حضرت جبرائیلؑ نے کہ میں نے حضور رب العزت
حق تبارک و تعالیٰ شانہ سے کہ ارشاد فرماتا تھا کہ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مِرْقَعًا هُوَ جِسْمٌ نَزَلَ اللَّهُ بِهِ لِيَأْوِيَهُ
میرے امن کے قلعہ میں داخل ہوا اور جو شخص میرے قلعہ میں داخل ہوا وہ میرے
عذاب سے بچا اور محفوظ ہو گیا۔

یہ حدیث بیان فرما کر جناب امام علی رضی اللہ عنہ نے نقاب اپنے چہرہ اور
پر ڈال لی جس وقت آپ یہ حدیث بیان فرماتے تھے ایک مخلوق الہی آپ
کی اس حدیث کو لکھتی تھی۔ بعد میں لکھنے والوں کا شمار کیا گیا تو ان کی تعداد بیس ہزار
تھی اور سننے والے حاضرین اس جلسہ کے شمار سے باہر تھے۔

امام قیصری کہتے ہیں کہ یہ حدیث شریف مع اسناد حبيب حاکم سامانہ (فارسی)
کو پہنچی تو اس نے سونے کے پانی سے لکھوا کر اس حدیث شریف کو نہایت تعظیم
سے اپنے پاس رکھا۔ اس حاکم کے مرنے کے بعد کسی نے اس کو خواب میں دیکھا
اور پوچھا کہ کہو کیا گزری۔ اس حاکم نے کہا کہ میرے رب نے مجھے صرف لا الہ
الا اللہ کی تعظیم کرنے اور ایمان لانے سے بخش دیا۔

رواق المجالس۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم سایہ میں ایک
یہودی رہتا تھا اور اس یہودی کا ایک نوجوان بیٹا تھا۔ وہ اکثر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں آیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ یہودی کا لڑکا بیمار
ہوا اور نزع کی حالت ہو گئی۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی بیماری
کی خبر سن کر عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ نے اس کی آخری حالت
دیکھ کر کلمہ شہادت تلقین کرنا چاہا۔ وہ لڑکا اپنے باپ کی طرف بغرض مشورہ دیکھتا
تھا۔ اس یہودی نے اپنے بیٹے کو کلمہ طیبہ پڑھنے کی اجازت دے دی لڑکے
نے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق لا الہ الا اللہ
محمد رسول اللہ پڑھ لیا اور اسی وقت مر گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے بذات خود اسے غسل دیا اور اپنے دست مبارک سے کفن پہنایا۔ لوگ جنازہ

لے کر چلے، حضور سر ایا نور بھی جنازہ کے ساتھ میں اور آپ پورا قدم زمین پر نہیں رکھتے اور پنجوں کے بل چلتے ہیں۔ صحابیوں نے عرض کیا کہ جناب اس طرح کیوں چلتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ آسمان سے اس قدر فرشتے نازل ہو رہے ہیں کہ میرے قدم رکھنے کی جگہ نہیں۔ عرض کیا کہ یا حضرت یہ کیوں تازل ہوئے آپ نے فرمایا کہ اس شخص کا جنازہ دفن کرنے کے لئے۔ تب عرض کیا گیا کہ یا حضرت یہ فضیلت اس شخص کو کیونکر ملی۔ فرمایا کہ اس نے جب آخری وقت میں ایک لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ پڑھا تو اس کے باعث یہ مرتبہ حِلْوَةُ الْقُلُوب۔ ایک روز رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی خبر دی گئی کہ فلاں انصاری آپ کا صحابی اس وقت حالت نزع میں ہے آپ نے یہ سنتے ہی بے قرار ہوئے اور وہاں تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ حقیقت میں نزع کی حالت طاری ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے خدا کے بندے کہو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ کیونکہ آخری وقت میں کلمے کا پڑھنا جنت میں جانے کی نشانی ہے۔ آپ کا یہ مبارک خطاب سن کر ہر چند چاہا کہ منہ سے کلمہ طیبہ نکالے مگر نے کام نہ دیا۔ ناچار اس نے کلمہ کی انگلی آسمان کی جانب اٹھائی اور کچھ اشارے سے آسمان کی طرف منہ اٹھا کے کہا۔ تب حضور شافع یوم النشور نے قسم فرمایا صحابیوں نے عرض کیا کہ ہماری جانیں آپ پر قربان ہوں آپ ہنسے کیوں؟ فرمایا کہ جب میں نے اس بیمار کو کلمہ شہادت کے لئے کہا اور یہ اپنی زبان سے کلمہ نہ پڑھا اور اپنے پاس والے لوگوں کو گواہ نہ بنا سکا تو اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور جو سب سے بلند و بالا ہے اس کو اپنے کلمہ کا گواہ بنایا۔ اور اصرار میں نے اس سے

کی طرف انگلی اٹھائی اُدھر ارحم الراحمین رب العالمین کی سرکار سے فرشتوں کو ندا ہوئی کہ اے فرشتو! دیکھو جب میرے بندے کی زبان بند ہوگی اور وہ اپنی زبان سے اپنے کلمے کا کسی کو گواہ نہ بنا سکا تب اس نے ہماری طرف رجوع کیا کیونکہ ہم انسان کے سینوں کی باتوں سے واقف ہیں، اور اس نے ہمیں اپنے کلمے کا گواہ بنایا۔ اے فرشتو! ہم تمہیں گواہ بتاتے ہیں کہ ہم نے اس بندے کو بخش دیا۔ وہ بندہ ہے اور میں اس کا خدا، اس کے کلمہ کا میں گواہ ہوں۔

ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ

اے لوگو! لا الہ الا اللہ کے کہنے والوں پر موت کے وقت کچھ بھی گھبراہٹ

نہ ہوگی، نہ ان کی قبروں میں انہیں وحشت ہوگی اور نہ حشر کے دن انہیں کوئی

بے چینی ہوگی مجھے اس وقت گویا یہ بات نظر آ رہی ہے کہ لا الہ الا اللہ

والے اپنی قبروں سے اٹھ رہے ہیں اور اپنے سروں سے قبر کی خاک جھاڑ

اور یہ کہتے جاتے ہیں کہ اے پاک ذات کا شکر ہے جس نے ساری تکلیفیں ہم

سے دور کر دیں اور کوئی رنج و غم ہمارے پاس نہ رکھا۔

ابن جریر، ابن کثیر، دوسرے منثور۔ شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین ارشاد

فرماتے ہیں کہ بعض جماعت لا الہ الا اللہ کہنے والوں کی اپنی شامت

اعمال کے باعث جہنم میں جائے گی۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوگا کہ یہودی،

نصرانی اور بت پرست لوگ ان مسلمانوں کو جہنم میں دیکھ کر کہیں گے۔ اے لوگو! تمہارا

لا الہ الا اللہ کہنا تمہیں کچھ بھی کام نہ آیا، ہم بت پرست اور تم خدا پرست آج

بازارگ میں جل رہے ہیں، ایسے برابر ہو گیا لا الہ الا اللہ کہنا اور بت پرستی

گزنا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب یہ کلام کفار کے
 منہ سے نکلے گا تب فوراً دریائے الہی جوش میں آئے گا اور وہ پاک ذرات
 قاضی الحاجات بہت غضب ناک ہو کر فرمائے گا کہ آج ہمیں کفار نے تیرے
 برابر کر دیا اور توحید و تکریم کو کیا بنا دیا ہے جبرائیل جلد جاؤ اور دیکھو جہنم میں
 گنہگار مسلمانوں کا کیا حال ہو رہا ہے۔ تب حضرت جبرائیل علیہ السلام عرض کریں گے
 الہی ان گنہگاروں کے حال سے تو خوب واقف ہے مگر آج کیا بات ہے جو ان
 گنہگار اور مسلمان قیدیوں پر رحمت کی نظر ہوئی۔ ارشاد باری ہو گا کہ اے جبرائیل آج
 کافروں اور مشرکوں نے ہمارے مسلمان بندوں کو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنے والوں کو
تَحِيَّاتُ طَعْنُ وَيْلَعُوبٍ کہا کہ تمہارا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنا آج تمہارے کچھ بھی
 نہ آیا۔ اے جبرائیل یہی سبب ہے کہ آج میری رحمت کا دریا ان گنہگاروں کے
 لئے جوش میں ہے اور اب وہ وقت بالکل قریب ہے کہ گنہگار مسلمان بخشے جائیں
 حضرت جبرائیل یہ سن کر دوزخ کی طرف روانہ ہوں گے۔ دوزخ کا مالک آپ کو
 دیکھ کر اپنے آہنی منبر پر سے اترے گا اور کہے گا کہ اے حضرت آج آپ یہاں
 کیوں تشریف لائے ہیں۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام فرمائیں گے کہ اے دوزخ کے مالک یہ بتا کہ امت
 محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جہنم نے کیا حال کیا۔ وہ عرض کرے گا کہ
 یا حضرت آپ ان کا حال کیا پوچھتے ہیں۔ ان کی حالت نہایت بری ہے، وہ
 بڑے تنگ مکان میں مقید ہیں، آگ نے ان کے جسم جلا دیئے ہیں، ہڈیاں سوخ
 کر دی ہیں، ہاں صرف ان کے دل اور زبانیں سلامت ہیں کیونکہ وہ ایمان کی جگہ

باقی سب کچھ حل کیا ہے۔ تب حضرت جبرائیلؑ دوزخ کے مالک سے فرمائیں گے کہ جلدی پردے ہٹا دے اور دروازہ کھول دے کہ میں بھی اپنے نبی کی امت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں کیونکہ مجھے رب العزت نے فرمایا ہے کہ اپنی آنکھوں سے جا کر دیکھ۔ تب مالک جہنم کا دروازہ کھول دے گا اور سرپوش ہٹائے گا۔ پھر حضرت جبرائیلؑ علیہ السلام دوزخ میں جا کر دیکھیں گے کہ گنہگار مسلمان بہت بری حالت میں ہیں جب یہ لوگ حضرت جبرائیلؑ علیہ السلام کی صورت دیکھیں گے تو مالک سے پوچھیں گے کہ اے مالک یہ کونسا فرشتہ ہے کہ ہم نے آج تک ایسا فرشتہ نہیں دیکھا تب مالک کہے گا کہ یہ حضرت جبرائیلؑ امین ہیں جو حضرت محمدؐ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی لے جاتے تھے۔ اس وقت گنہگار جہنمی لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک سنتے ہی غل اور شور مچائیں گے، پھر آہ وزاری کرتے ہوئے حضرت جبرائیلؑ سے عرض کریں گے کہ اے جبرائیلؑ علیہ السلام خدا کے لئے ہمارے نبی، ہمارے شفیع سے ہمارا سلام عرض کیجئے گا اور یہ بھی کہیے گا کہ ہم نہایت سخت عذاب میں مبتلا ہیں۔ آپ ہماری شفاعت کیجئے۔ تب حضرت جبرائیلؑ علیہ السلام گنہگاروں سے وعدہ فرمائیں گے کہ اسے گنہگاروں میں ضرور یاغفر نہ تہاری حالت زار کی خبر تمہارے شفیع کی خدمت میں عرض کروں گا۔ جب حضرت جبرائیلؑ علیہ السلام وہاں سے رخصت ہو کر اپنے مقام پر آئیں گے تو ارشاد رب العالمین ہو گا کہ اے جبرائیلؑ! امت محمدیہ کا کیا حال دیکھا۔ عرض کریں گے کہ الہی تو سب کچھ جانتا ہے وہ بڑے سخت عذاب میں مبتلا ہیں۔ حضرت جبرائیلؑ اس ہم کلامی کی لذت میں محو ہو کر گنہگار ان امت کا وعدہ بھول جائیں گے۔ اس وقت رب العزت

ارشاد فرمائے گا کہ اے جبرائیل! تم امت محمدیہ کے گنہگاروں سے کوئی
 وعدہ بھی لے کر آئے تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام عرض کریں گے ہاں یا رب! میں نے اُن سے وعدہ کیا تھا کہ اُن کا سلام ان کے نبی سے عرض کروں اور جو عذاب
 تھی تکلیف اُن پر گزر رہی ہے وہ بھی آپ کو سناؤں۔ تب فرمان رب العزت ہوگا
 کہ اے جبرائیل! جاؤ اور آپ کو اطلاع دو۔ حضرت جبرائیل فوراً آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں آئیں گے۔ اس وقت آپ ایک محل میں
 تشریف فرما ہوں گے جو سفید پتھے موتیوں کا بنا ہوگا اور تناوِ وسیع اور عظیم الشان ہوگا
 کہ اس کے چار ہزار طلائی دروازے ہوں گے۔ حضرت جبرائیل رورور کر عرض کریں گے
 کہ یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کے گنہگار ان امت کے پاس سے آیا ہوں
 جو جہنم کے عذاب میں گرفتار ہیں۔ انہوں نے آپ کو بہت ہی رورور کر سلام عرض کیا
 ہے اور یہ کہاہے کہ اللہ ہماری خبر لیجئے۔ اس وقت حضور معلیٰ اس خبر کو سننے ہی
 "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" سے میری امت تمہارا نبی تمہاری شفاعت کے لئے حاضر
 ہے کہتے ہوئے عرش الہی کے نیچے حاضر ہوں گے اور سجدے میں گر پڑیں گے
 پھر خدیجے تعالیٰ کی وہ وہ ثنا اور حمد بیان کریں گے کہ جس کی نظیر سارے جہان میں
 ملے گی۔ سات دن کی مدت کے بعد حکم ہوگا کہ اسے نبی سر اٹھاؤ، مانگو کیا مانگتے
 ہو، پیارے نبی جس کی چاہو شفاعت کرو۔ ہم نے تمہاری شفاعت قبول فرمائی۔
 یسین کہ آپ سجدہ سے یا رب اُمّتی اُمّتی کہتے ہوئے سر کو اٹھائیں
 تب رب العباد کی طرف سے ارشاد ہوگا کہ جاؤ جس نے ساری عمر میں ایک
 لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ محمد رسول اللہ کہا اور شرک نہ کیا خواہ وہ کتنا ہی گنہگار ہو

بھی جہنم سے نکال لو۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت کا حکم لے کر اہل جنت کو اطلاع دیں گے کہ اے لوگو! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شفاعت کا دروازہ کھلوا دیا ہے۔ اے اہل جنت تم میرے ساتھ چلو اور جس کسی کو تم پہچان لو اس کو میرے ساتھ چل کر جہنم سے نکال لو۔ یہ منادی سن کر جنت کی بے تعدا و مخلوق آپ کے ہمراہ ہو جائے گی اور حضور ان کو ساتھ لے کر دوزخ کی طرف شفاعت کے لئے تشریف لے جائیں گے۔ اُس وقت کا سماں عجیب ہی ہوگا۔ یہ وہ مبارک جمع ہوگا کہ آج تک کبھی ابتداء عالم سے انتہا تک کہیں نہ ہوا تھا۔ تب دوزخ کا مالک دیکھ کر گھبرائے گا اور حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کھڑا ہو جائے گا۔ اُس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زار زار رو کر فرمائیں گے کہ اے مالک جلدی تبا کہ میری پیاری امت کا تو نے کیا حال کیا اور انہیں کس کس طرح جلایا اور کیا عذاب کیا۔ مالک عرض کرے گا یا حضرت وہ تو نہایت عذاب اور تکلیف میں پڑے ہوئے ہیں۔ ارشاد ہوگا اے مالک جہنم کا دروازہ فوراً کھول دو میں اپنی آنکھوں سے ان کا حال زار دیکھوں۔ تب مالک دروازہ کھول دے گا۔ اور سرپوش اٹھا دے گا۔ اللہ اکبر جس وقت دوزخی لوگ تیفع المذنبین رحمۃ للعالمین کے جمال باکمال کے چہرہ الور کو دیکھیں گے نہایت چہیں اور چلائیں گے اور یہ کہیں گے یا حضرت آگ نے ہمارے جسم جلادینے کیلئے جلا کر خاک کر دیئے، منہ سوختہ بنا دیئے اور بڑے بڑے عذاب ہوتے رہے۔

تب آنحضرت فرشتوں کو حکم فرمائیں گے کہ ان کو جہنم سے باہر نکالو۔ یہ سن کر فرشتے ان گنت مسلمان گنہگاروں کو جو عمل کر کے بن گئے ہوں گے جہنم سے نکال کر

باہر ڈالیں گے۔ پھر سرورِ دو جہاں، شفیعِ مجربانِ دربارِ الہی میں عرض کریں گے کہ الہی
 یہ لوگ اس قابل نہیں رہے کہ ان کو جنت میں لے جاؤں۔ رب العباد کا ارشاد ہوگا
 کہ ہم نے انہیں دوزخ میں جلا کر کوئلہ بنایا تھا اور ہم ہی جنت میں جانے کے قابل
 بنائیں گے چنانچہ رضوانِ جنت کو حکم ہوگا کہ نہر الحیات کو اس طرف چھوڑ دے۔
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے کہ اسے فرشتہ ان جگہ پہنچے کہ وہ لوگ
 کو اس نہر میں ڈالو۔ فرشتے ان لوگوں کو نہر میں ڈال دیں گے، تھوڑے عرصے کے
 بعد ایک ایک کوئلہ اور سوختہ بدن چودھویں رات تک کے چاند کے مانند روشن ہوا اور
 نورانی ہو کر نہر سے نکلے گا اور اپنے شفیعِ رحمتہ للعالمین کی شفاعت سے دوزخ سے
 آزاد ہو کر ہمیشہ کے لئے جنت میں آباد ہو جائے گا۔ جب کفار، مشرک، بت پرست
 اور غیر اللہ کے پوجنے والے لوگ ان مسلمان گنہگاروں کو جنت میں جلتے دیکھیں گے
 تو اس وقت تمنا کریں گے کہ کاش ہم بھی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ
 کہہ لیتے تو آج ضرور بخش دیئے جلتے۔

اس کے بعد ملک الموت کو حکم ہوگا کہ موت کو بلاؤ۔ ملک الموت موت کو ایک
 بھیڑ کی صورت میں لا کر حاضر کریں گے اور تمام اہل جنت و دوزخ کو پکارا جائے گا اور
 حکم ہوگا کہ تم اسے پہچانتے ہو۔ لوگ کہیں گے کہ ہاں یہ موت ہے۔ حکم ہوگا کہ اسے
 ذبح کرو۔ ملک الموت حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے موت کو ذبح کرائیں گے۔
 پھر ایک منادی فرشتہ کھڑا ہو کر پکارے گا۔ اے اہل جنت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تمہیں
 جنت مبارک رہے، اب کبھی یہاں سے نہ نکالے جاؤ گے اور نہ کبھی تمہیں موت آئے گی
 اور اے اہل دوزخ تم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہو، اب کبھی نہ نکالے جاؤ گے۔

اور نہ کبھی تمہیں موت آئے گی۔ اس خبر کو سن کر جنتی لوگ نہایت خوش ہوں گے اور
اہل دوزخ بے حد وادبلا مچائیں گے۔ قرآن مجید میں بھی اشارہ ہے کہ اے پیارے
نبیؐ ڈر اور ان کفار کو حسرت اور غم و اہم کے وقت سے جب کہ آخری فیصلہ کیا جائے گا
ثَوْرَ لَیْسَ مَوْتٍ فِیْہَا وَلَا یَحْیِیْ یعنی جہنمی جہنم میں نہ مرے گا اور نہ آرام سے
زندگی بسر کرے گا، دن رات انواع انواع کے غذاؤں میں مبتلا رہے گا اَعَاذَ اللہ
مِنْ ذَٰلِکَ بِوَجَہَتِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ صلی اللہ علیہ و
آلہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

روح البیان۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحیہ کلبی کے
مسلمان ہو جانے کی بہت تمنا تھی اور اکثر اوقات سرور کائنات دعا بھی فرماتے تھے۔
اس کے ساتھ ساتھ سو قربت دار کا فرماتے اور ان سب کا اسلام لانا وحیہ کے اسلام
لانے پر توفیق تھا۔ آپ کی دعا قبول ہوئی۔ ایک دن اُس کے دل میں خود بخود اسلام
کی محبت و صداقت پیدا ہوئی اور مسلمان ہونے کے لئے چلا۔ ادھر حضرت جبرائیلؑ
بھی چلے اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشارت دی کہ یا حضرت اللہ پاک
آپ کو سلام ارشاد فرماتا ہے اور بشارت دیتا ہے کہ وحیہ عنقریب آپ کی خدمت
میں اسلام لانے کے لئے حاضر ہوتا ہے۔ ذرا سی دیر ہوئی اور وحیہ حضرت سرور
کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے شانہ مبارک سے پادری اتاری اور وحیہ کلبی کے لئے
زمین پر بچھائی، کیونکہ حضور کی شریعت کا یہی حکم ہے کہ جب کسی قوم کا سردار تمہارے
پاس آئے تو تم بھی تواضع و تعظیم کے ساتھ پیش آؤ۔ وحیہ کلبی آپ کی اس خوش اخلاقی

کو دیکھ کر رونے لگے اور آپ کی چادر مبارک کو زمین سے اٹھا کر بوسہ دیا، آنکھوں سے
 لگا کر سر پر رکھا اور نہایت عجز و انکسار سے عرض کیا کہ یا حضرت مجھے اسلام کے شرائط
 بتائیے اور کلمہ طیبہ تعلیم فرمائیے فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ - آپ نے فرمایا کہ وحیہ پہلے کلمہ
 طیبہ پڑھو۔ وحیہ نے کلمہ طیبہ پڑھنا اور ازراہ روئے شروع کیا۔ سرور کائنات صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وحیہ کیوں روتے ہو۔ عرض کیا حضور میں نے بہت
 بڑے بڑے گناہ کئے ہیں، آپ اللہ پاک کے دربار میں عرض کریں کہ وحیہ کے
 گناہوں کا کیا کفارہ ہے، یا حضرت اگر آپ مجھے قتل بھی کر دیں تو مجھے بسر و چشم منظور ہے
 اگر میرا سارا گھر بار راہ پروردگار میں گٹا دیں تب بھی مجھے قبول ہے مگر یا حضرت میرے
 گناہ کسی طرح معاف ہو جائیں۔

آپ نے فرمایا کہ وحیہ وہ ایسے گناہ کیا ہیں عرض کیا کہ یا حضرت میں نے بوجہ عار
 نشر معصوم بڑکیاں زندہ قتل کی ہیں تو یا حضرت میرا یہ گناہ کس طرح معاف ہو گا۔ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کلام سن کر ششدر رہ گئے اور وحیہ کے ظلم پر تعجب کرنے لگے۔
 آپ کے دل میں خیال گزرا کہ دیکھئے یہ گناہ کبیرہ کس طرح معاف ہوتا ہے۔ ادھر
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ خیال فرما رہے تھے ادھر وحیہ خاموش کھڑے رہتے
 تھے۔ اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ یا حضرت رب العزت
 نے آپ کو سلام فرمایا اور بعد سلام یہ ارشاد کیا ہے کہ آپ وحیہ کلمی سے فرمادیں کہ
 اے وحیہ حق تبارک و تعالیٰ نے ایک دفعہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ
 کہنے سے تیرا ساٹھ برس کافر اور بت پرستی اور ساٹھ برس کے گناہ اور نشر معصوم

بچوں کا ذبح کرنا سب بخش دیا اور معاف کر دیا۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، پروردگارِ عالم کا یہ مبارک حکم سنتے ہی رونے لگے اور آپ کے ہمراہ تمام حاضرین بھی رونے لگے، وجہ طبعی تو روتے روتے یہوش ہو گئے۔ اُسی حالت میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے کہ اے باری تعالیٰ ایک کافر نے یہ کلمہ طیبہ ایک دفعہ پڑھا جس کی برکت سے تمام امر کی بُت پرستی اور قتل اور سب گناہ معاف ہو گئے۔ بھلا اگر میری امت کا کوئی متقی مسلمان لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ کو پڑھتے پڑھتے مر جائے وہ یوں نہ بخشا جائے گا وہ تو ضرور ہی بخشا جائے گا۔

نکستہ جہنم کے سات دروازے میں اور سات طبقے ہیں اور ہر طبقے میں ہزار ہا قسم کا عذاب ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ کے سات کلمے ہیں جس نے پیچھے دل سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ کہہ لیا وہ جہنم کے ساتوں دروازوں اور ساتوں طبقوں سے محفوظ ہو کر اللہ پاک کے قلعہ امن میں داخل ہو گیا۔

انسان کے سارے جسم میں گناہ کرتے والے بارہ اعضاء ہیں۔ دو پیر، دو ہاتھ، دو کان، شرمگاہ، زبان، دل، دماغ اور دو آنکھیں۔ یہ بارہ اعضاء تمام گناہوں کی بڑ ہیں اور ان کے باعث انسان شب و روز گناہوں کے سمندر میں غرق رہتا ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے حروف بھی تعداد میں بارہ ہیں تو جس نے صدقِ دل سے بارہ بار یہ سارے گناہوں سے پاک اور صاف ہو گیا۔

حصن حصین۔ وہ ذکر جس کی فضیلت کسی وقت یا سبب یا مکان کی

خصوصیت کے بغیر وارد ہوتی ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے کہ یہی سب سے افضل ذکر ہے (ترمذی شریف)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے میری شفاعت سے قیامت کے دن سب سے زیادہ وہ شخص پہرہ ور ہوگا جس نے غلوں دل کے ساتھ کلمہ توحید کی ہوگا۔

جو شخص اس کلمہ کو کہے گا اور اس کے دل میں جو برابر بھلائی یا ایمان ہوگا وہ دوزخ سے نکلے گا اور جو شخص اس کو کہے گا اور اس کے دل میں گیسوں برابر خیر یا ایمان ہوگا وہ بھی دوزخ سے نکلے گا، اور جو شخص اس کو کہے گا اور اس کے دل میں ڈرہ برابر نیکی یا ایمان ہوگا وہ بھی دوزخ سے نکلے گا (بخاری شریف)

کوئی آدمی ایسا نہیں جو یہ کلمہ پڑھے پھر اسی اعتقاد پر مر جائے اور جنت میں داخل نہ ہو، اگرچہ اس نے زنا اور چوری کی ہو، اگرچہ اس نے زنا اور چوری کی ہو، اگرچہ اس نے زنا اور چوری کی ہو (مسلم شریف)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنا ایمان تازہ کر دو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ایمان کس طرح تازہ کریں؟ آپ نے فرمایا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کثرت سے کہا کرو (طبرانی)

اس کلمہ کا اللہ سے کوئی پردہ نہیں، یہ اس کے پاس بلا روک ٹوک پہنچ جاتا ہے۔ (ترمذی)

یہ کلمہ پڑھنے سے کوئی گناہ باقی نہیں رہتا اور نہ کوئی عمل اس کے برابر

ہے (حاکم)

اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین والے ایک پڑے میں ہوں اور لا الہ الا اللہ دوسرے پڑے میں ہو تو لا الہ الا اللہ کا پڑا ان سے بھاری ہوگا (ابن حبان)

جو آدمی اخلاص کے ساتھ کبھی اس کلمہ کو کہتا ہے اُس کے لئے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ عرش پر پہنچ جاتا ہے جب تک ثناء کبیرہ سے پرہیز کرتا رہے۔ (ترمذی)

کتاب الصلوٰۃ (ابن قیم) فرمایا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس اخیر کلام لا الہ الا اللہ ہوگا وہ بہشت میں داخل ہو جائے گا اور حدیث عامت میں ہے کہ فرماتا ہے خداوند غالب و بزرگ قسم ہے میری عزت اور بزرگی ضرور نکالوں گا آگ سے اس شخص کو جس نے کہا لا الہ الا اللہ اور یہی حدیث میں ہے پس نکالا جائے گا آگ سے جس نے نہیں عمل کیا نیک کبھی سادہ من اور مستندوں میں مذکور ہے قصہ بطاقہ والے کا جس کے لئے تنانورے اعمال نامے جوئے جائیں گے۔ ہر ایک اعمال نامہ بقدر درازی نظر کی ہوگا۔ پھر نکالا جائے گا واسطے اس کے ایک چھوٹا سا کپڑا جس میں اس امر کی شہادت ہوگی کہ نہیں کوئی معبود سوائے خدا کے، پس غلبے جائے گا اس کی بدیوں پر، اور نہیں بیان کیا گیا اس بطاقتہ میں یہ کلمہ شہادت کے کچھ اور، اور اس میں بغیر اس کے کچھ ہوتا تو البتہ کہا جاتا پس کھول دیئے جائیں گے واسطے اس کی نیکیوں کے اعمال نامے، پس توئے جائیں گے اس برائیوں کے ساتھ اور کافی ہے ہم کو اس میں اس کا قول پس نکالا جائے گا آگ سے جس نے کوئی نیک عمل نہیں کیا۔ اور اگر کافر ہوتا تو البتہ ہمیشہ آگ میں رہتا کبھی اس

سے نہ نکلتا۔

فتح ربیانی (شیخ عبدالقادر جیلانی) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ محمد رسول الله کہہ کر اپنے شیاطین کو اس طرح دُبلایا کہ وہیں طرح کوئی شخص بار بار سوار ہونے اور کثرت یوحیلا دینے سے اپنے اونٹ کو دُبلایا کرتا ہے۔ اسے قوم لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ خاص دل سے کہہ کر اپنے شیاطین کو دُبلایا کہ وہ نہ کہ فقط اس لفظ سے بلکہ توحید شیاطین انس و جن کو جلاؤا کرتا ہے کیونکہ یہ شیاطین کہے لٹے نار اور موحدین کے لئے نور ہے جب کہ تیرے دل میں چند در چند معبود ہیں تو زبان سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کیونکر کہتا ہے۔ خدا کے سوا تو جس پر اعتماد رکھتے اور بھروسہ کرتے وہ تیرا بت ہے۔ دل میں شرک ہو تو زبان پر توحید تجھ کو نفع نہ دے گی۔ قلب ناپاک ہو تو جسم کی طہارت بے کار ہے۔ موحد کا شیطان دُبلایا ہوتا ہے۔ اخلاص تمام اقوال و افعال کا لب لباب ہے کیونکہ یہ اگر اخلاص سے خالی ہیں تو بے مغز پھلکے کے مانند ہیں۔ چھلکا محض جلائے کے کام کا ہوتا ہے میری بات سن اور اس پر عمل کر۔ اخلاص تیری طبع کی آگ کو بجھا دے گا، نفس کے تکیے کو توڑ دے گا۔ ایسی جگہ نہ جا جہاں تیری طبیعت کی آگ بھڑک جائے اور دین ایمان کا گھر تباہ ہو۔ طبیعت اور سوا شیطان بھڑک کر تیرے دین و ایمان اور ایقان کو غارت کر دیتے ہیں۔

نکستہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے بارہ حروف ہیں، اس میں چار حرف اسم ذات کے ہیں یعنی اللہ کے جو نہایت عظمت و اہم ہیں۔ سارا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے چار حرفوں سے بنا ہے۔ اگر اللہ کے چاروں حرف

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے اندر سے نکال لئے جائیں تو پھر کلمہ ہی ندارد ہو جائے گا اور اگر یہ چاروں حرف دوبارہ کلمہ کو دیئے جائیں تو پھر سارا کلمہ بن کر تیار ہو جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصل وجود اللہ پاک کی ذات کے لئے ہے اور اسوائے اللہ کے سب فنا ہے اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ میں اللہ اصل ہے اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وہی اللہ ہے۔

تعویذ کی فضیلت | تہذیب الایمان - اللہ پاک نے قرآن شریف کی تلاوت کے وقت شیطان سے بچنے اور پناہ طلب کرنے کا اس لئے حکم فرمایا کہ قرآن شریف سینوں کے مرضوں کی شفا ہے اور شیطان جو کچھ وسوسے سینوں میں ڈالتا ہے قرآن شریف ان مرضوں یعنی وسوسوں کو دور کرتا ہے۔ نمازی اپنی نماز میں قرآن شریف کی تلاوت سے باطنی بیماری اور سینوں کے مرضوں سے شفا کا طلب گار ہے، اس لئے اَعُوْذُ پڑھ کر اللہ پاک کی پناہ طلب کرتا ہے اور جو اللہ پاک کی پناہ طلب کرے اس پر شیطان ہرگز ہرگز قابو نہیں پاسکتا۔ لہذا نمازی اپنی نماز میں اَعُوْذُ پڑھ کر شیطان کے پھندے اور مکر و فریب سے چھٹ کر رحمن کی رحمت کی چادر میں چھپ جاتا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن شریف کی تلاوت کرنے والے سے فرشتے نزدیک ہوتے ہیں اور انیسیت حاصل کرتے ہیں۔ چونکہ شیطان فرشتوں کا مخالف اور اللہ پاک کا دشمن ہے اور نماز اللہ پاک کی حضوری کا موقع ہے اس لئے نمازی قاری کو لازم ہے کہ اللہ پاک کے دشمن کو اپنے پاس سے دور کرنے کے لئے اس پاک ذات کی پناہ میں آجائے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ قرآن شریف کی تلاوت کرنے والے پر شیطان اپنے پیادے اور سوار چھوڑتا ہے تاکہ قرآن شریف کی تلاوت کرنے والا اس کے مقصود اور برکات سے باز رہے اور نفع کامل حاصل نہ کر سکے، مگر جب قرآن شریف کی تلاوت کرے تو اس پاک ذات رب العزت کی پناہ میں آنے کے لئے اَعُوذ پڑھے گا تو شیطان کے یہ پیادے اور سوار فوراً سنگوں ہو کر ذلیل ہو جائیں گے اور قرآن کی تلاوت کرے تو قرآن پاک کے خزانہ دولت غیبیہ سے ملا مال ہو جائے گا۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ نمازی اپنی نماز میں قرآن پاک کی تلاوت کے وقت اس پاک ذات سے راز و نیاز کی باتیں کرتا ہے۔ ایسے موقع پر دشمن خدا یعنی شیطان کو اَعُوذ پڑھ کر دفع کرنا ہی ضروری ہے۔

بسم اللہ کی فضیلت

تحفة الاسلامہ اللہ پاک نے بسم اللہ میں تین نام فرمائے ایک نام اللہ، دوسرا نام رحمن، تیسرا نام رحیم۔ یہ تین نام اس لئے یاد فرمائے کہ بندہ ہر ایک کام کو، دین کا ہر کام دنیا کا، ان تین ناموں سے شروع کرے کیونکہ یہ تین نام ہر کام کی درستی پر دلالت کرتے ہیں یعنی لفظ اللہ ہر کام کے حاصل ہونے پر دلالت کرتا ہے اور لفظ رحمن اس کام کے باقی رہنے پر دلالت کرتا ہے اور لفظ رحیم اس کام کے فائدہ دینے پر دلالت کرتا ہے۔ جب نمازی اپنی نماز میں بسم اللہ پڑھتا ہے تو اس کے باعث بخشا جاتا ہے اور سلام کے بعد کہا جاتا ہے کہ اے نمازی تیرے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھلے ہیں جس دروازے سے جی چاہے جنت میں چلا جائے تیری کوشش اور محنت قبول ہے۔

نکستہ بسم اللہ گویا بندے کے کام پر اللہ پاک کی طرف سے

ہرے جب کوئی کام شروع کرے اُس کام کو اس ہر کے نیچے رکھتے تاکہ بندگی کی
بندگی معلوم ہو جائے۔ اسی واسطے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر کام کا آغاز بسم اللہ
کے ساتھ کرتے تھے اور بسم اللہ کی برکت کی دلیل یہ ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی
میں سوار ہوئے تو بسم اللہ مجبور ہوا و مرسا ہا کہہ کر کشتی کو رواں کیا۔ اور
بسم اللہ کی برکت سے کشتی طوفان سے بچ رہی۔

حکایت۔ ایک بزرگ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھ کر وصیت کی
کہ اس کو میرے کفن میں رکھ دینا۔ لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی۔ انہوں نے کہا میں
نے سنا ہے کہ ایک فقیر کہیں کسی امیر کے بڑے دروازے پر کھڑا ہوا سوال کرتا تھا۔
مکان کا مالک اس فقیر کو کچھ تھوڑا سا دینے لگا۔ اُس فقیر نے کہا کہ اے امیر ایہ
تیری تھوڑی سی بخشش اس بلند دروازے کے موافق نہیں ہے یا تو بخشش بلند دروازے
کے موافق کرنا دروازے کو اس بخشش کے موافق کر۔ اسی طرح بسم اللہ الرحمن الرحیم
کتاب اللہ کا دروازہ ہے، قیامت کے دن اس دروازے کو لٹے ہوئے اُس کے
اُٹک سے اس کے بقدر عظمت بخشش طلب کرے گا۔

نکستہ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے انیس حرف ہیں اور عذابِ دوزخ
کے فرشتے بھی انیس ہیں۔ سو جو بندہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتا ہے قیامت
کے روز انیس ٹوکروں کے عذاب سے اُن میں رہے گا۔

نکستہ۔ دن کی ساعتیں چوبیس ہیں اور پانچ ساعتوں کے واسطے پانچ
نمازیں مقرر ہیں، باقی انیس ساعتیں رہیں۔ ان انیس ساعتوں میں انسان چلتا پھرتا، اٹھتا
بیٹھتا، سوتا، جاگتا، کھاتا پیتا ہے۔ سو بسم اللہ کو ان اوقات میں پڑھنے کے لئے

مقرر کیا تاکہ امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چوبیس ساعتیں عبادت میں
لکھی جائیں۔

شرح مختصر ابن ابی جمہلہ۔ ایک مرتبہ حضرت بشر عافیؓ کہیں چلے جاتے
تھے۔ راستے میں ایک کانڈ پڑا یا جس میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھا ہوا تھا۔ بشرؓ سب
سے بڑے بادشاہ کا نام زمین پر پڑا ہوا دیکھ کر بہت بے قرار ہوئے۔ دوڑ کر اس مبارک
کانڈ کو اٹھایا آنکھوں سے لگایا اور دو درہم کا عطر خرید کر اس میں بسایا اور اپنے عمامہ میں
رکھا۔ فوراً ہی غیب سے آواز آئی کہ میں اپنی عزت و جلال کی قسم تو نے ہمارے مبارک
نام کو اپنی خوشبو میں بسایا، ہم تیرے نام کو اپنی خوشبو میں بسائیں گے۔ تو نے ہمارے
مبارک نام کو زمین سے ستر تک اٹھایا، ہم تیرے نام کو زمین سے آسمان تک پہنچائیں گے۔

دُرود شریف کے فضائل

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے وَدَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ یعنی پیارے نبیؐ
 نے آپ کے ذکر کو بلند و بالا کیا۔ پھر آپ کی بلند ہی ذکر کے ذریعے قائم کئے اور
 ذکر تیس کے لئے وعدے اور وعید مقرر کئے ایسا نہیں کہ صرف نام مبارک ہی
 یاد کرے یعنی محمدؐ، محمدؐ یا احمدؐ، احمدؐ کہا کرے کیونکہ اس میں بے ادبی کا پہلو ہے،
 خود حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اصلی نام سے یاد نہ فرمایا بلکہ
 جب کبھی خطاب کیا یا یاد فرمایا تو کسی نہ کسی صفت کے ساتھ یاد فرمایا مثلاً

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ، يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ وَغَيْرِهِ، مگر ایک دو جگہ جہاں آپ کے نام مبارک کے ظاہر کرنے کی ضرورت تھی، بخلاف دوسرے انبیاء کے کہ ہر جگہ ان کے ناموں کی صراحت فرمائی اور خطاب بھی اصلی نام کے ساتھ کیا جیسے **يَا إِبْرَاهِيمَ** **يَا مُوسَى** وغیرہ۔

الغرض آپ کے ذکر مبارک کے لئے ایک خاص مودبانہ طریقہ مقرر کیا گیا اور وہ طریقہ بعینہ دعا کے مانند ہے۔ پھر اس دعا کے چند صیغے مقرر کئے گئے اور ہر صیغے میں جدا جدا تاثیر رکھی گئی۔ پھر ان صیغوں کو ایک خاص قسم کی شرافت عطا ہوئی اور وہ نام عطا کیا گیا جو خاص معبود حقیقی کی عبادت کا نام ہے یعنی **صلوة**۔ پس معلوم ہوا کہ یہ معبود حقیقی کی عبادت کا نام **صلوة** ہے یعنی نماز اور وہی نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک قسم کے ذکر مبارک کو دیا گیا۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے **إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا** یعنی بے شک اللہ اور اس کے فرشتے **صلوة** بھیجتے ہیں پیغمبر پر، اے ایمان والو! تم بھی ان پر **صلوة** اور سلام بھیجو۔ اس آیت سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال تعظیم پائی جاتی ہے اور اس آیت میں آپ پر درود اور سلام بھیجنے کی کمال تاکید ہے کیونکہ اللہ جل جلالہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہلے اپنا درود بھیجا اور ملائکہ کا درود بھیجنا بیان کیا اور **نُفِطِرَاتٍ** سے اس مضمون کو مراد کیا، اس کے بعد مسلمانوں کو **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا** خطاب کر کے درود و سلام بھیجنے کا تاکید حکم دیا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کسی بادشاہ کو اپنے سب تابعین سے

اسی امیر کی تعظیم کرانی منظور ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ صرف حکم دے دے کہ
 ہم فلاں کی تعظیم کرو اور دوسری یہ کہ باوجود شاہ خود اس امیر کی تعظیم کرے اور اپنے امرا سے
 مقتربین سے تعظیم کرائے، اس کے بعد سب رعایا و تابعین پر یہ بات بتا کیڈ ظاہر کرے
 کہ ہم اور ہمارے مقتربین فلاں امیر کی تعظیم کرتے ہیں، پھر بتا کیڈ تمام حکم دے کہ تم سب
 اس کی تعظیم کرو۔ سو اس آیت میں مثل دوسری صورت کے ہے اور ظاہر ہے کہ اس
 صورت میں نہایت تعظیم و تاکید تعظیم ہے بہ نسبت پہلی صورت کے۔

نوٹ۔ یہ آیت جس طرح کمال تعظیم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر
 وراثت کرتی ہے اسی طرح کمال فضیلت درود اور شریف درود بھیجنے والے پر وراثت
 کرتی ہے، اس لئے کہ اس آیت کریمہ کے موافق درود بھیجنے والا وہ کام کرتا ہے جو
 خدا تعالیٰ اور ملائکہ کرتے ہیں اور درود بھیجنا ایسا اثر شرف کا ہے کہ مصداق اول اس کا
 خدا تعالیٰ اور ملائکہ ہیں۔

شفایا میں قاضی ابوبکر سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ خدا تعالیٰ نے
 فرس کیا ہے اپنی خلق پر درود اور سلام بھیجنا اپنے پیغمبر پر، اور کوئی وقت مقرر نہیں
 کیا پس واجب ہے کہ آدمی بکثرت درود و سلام بھیجے اور غافل نہ رہے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
 کہ جو کوئی صلوٰۃ بھیجتا ہے مجھ پر ایک بار صلوٰۃ بھیجتا ہے اس پر خدا تعالیٰ دس بار
 نسیاتی و داری نے روایت کی ہے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے کہ ایک مہینہ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور چہرہ مبارک پر خوشحالی معلوم
 ہوتی تھی آپ نے فرمایا کہ بے شک جبریل میرے پاس آئے اور کہا کہ تحقیق تمہارا

رب فرماتا ہے کیا تمہیں خوش نہیں کرتی اسے محمدیہ بات کہ جو کوئی تمہاری امت میں سے تم پر صلوٰۃ بھیجے میں دس بار اس پر صلوٰۃ بھیجوں گا اور جو سلام بھیجے تم پر تمہاری امت میں سے میں اس پر دس بار سلام بھیجوں گا (انتہی) ان حدیثوں میں کمالِ فضیلت درج ہے سلام پائی جاتی ہے۔

نکمت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خوش ہونا بہ سبب محبت اپنی امت کے تھا کہ ایسی نعمت غیر مترقبہ اور درجاتِ عالیات اُن کو عطا ہوئے۔

تفسیر قرطبی: کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ان الله وَمَلَائِكَتُهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا یہ کیا بات ہے تب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علم پوشیدہ ہے، اگر تم سوال نہ کرتے تو اس آیت مبارک کے راز سے تم کو واقف نہ کرتا۔ سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے دو فرشتے میرے لئے مقرر فرمائے ہیں کہ جب کسی مسلمان کے آگے میرا ذکر ہوتا ہے اور وہ مسلمان مجھ پر درود شریف بھیجتا ہے تب وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں کہ غفر الله لك یعنی اللہ پاک تیرے گناہوں سے درگزر فرمائے اور رحمت نازل کرے۔ تب اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ان دونوں فرشتوں کے جواب میں کہتے ہیں، آمین۔ اور جس نے میرا نام سنا اور درود شریف نہ پڑھا تو وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں کہ نہ بخشے اللہ تعالیٰ تجھ کو۔ تب بھی اللہ پاک اور فرشتے کہتے ہیں آمین۔

کنز العمال - روایت ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہ اللہ رب العزت

نے بہت نورانی فرشتے پیدا کئے ہیں جو صرف جمعہ کی رات اور دن میں اترتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں سونے کے قلم اور چاندی کی دوایتیں ہیں اور نور کے کاغذ ہوتے ہیں۔ ان فرشتوں کا صرف یہی کام ہے کہ جو درود نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھے جاتے ہیں اس درود کو وہ لکھ دیتے ہیں۔

نسائی نے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی صلوٰۃ بھیجے مجھ پر ایک بار خدا تعالیٰ اس پر صلوٰۃ بھیجتا ہے دس بار اور معاف کر دیتا ہے اس کے دس گناہ اور بلند کرتا ہے اس کے دس درجے۔ ترمذی نے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بہت نزدیک مجھ سے قیامت کے دن وہ لوگ ہیں جو بکثرت مجھ پر درود بھیجتے ہیں۔

نکتہ اہل ذوق کے نزدیک اس حدیث کے مانند اور کوئی حدیث بیان فضیلت صلوٰۃ میں نہیں ہے۔ قُرب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مانند کوئی فضیلت نہیں۔ یہ بات سارے کمالات و ترقیات پر شامل ہے اور درود پڑھنے والے کے تقرب الہی پر بھی دلالت کرتی ہے کیونکہ امتی کو جتنا زیادہ قُرب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوگا اتنا ہی زیادہ قُرب خدا تعالیٰ سے بھی ہوگا۔

وسیلۃ العظمیٰ روایت ہے زید بن ثابتؓ سے ایک روز جمعہ کے وقت ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ جب ہم مدینہ منورہ کے چوراہے میں پہنچے، دیکھا کہ ایک اعرابی اپنے اونٹ کی ہار پکڑے ہوئے چلا آتا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب اگر اس طرح سلام کیا السلام علیک
ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس
کا جواب دیا اتنے میں ایک دوسرا شخص آیا اور اس نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
آلہ وسلم یہ اعرابی میرا اونٹ چرا لایا ہے۔ اونٹ نے اس وقت آواز دی جس کے
سننے ہی حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس اونٹ کی طرف متوجہ ہوئے
اور اس اعرابی سے کہا کہ تو جھوٹا ہے، چنانچہ وہ چلا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس
اعرابی سے متوجہ ہو کر فرمایا کہ جس وقت تو یہاں ٹھہرا ہوا تھا اس وقت کیا کہا تھا عرض
کیا کہ میرے ماں اور باپ آپ پر دعا ہوں اس وقت میں نے یہ درود شریف پڑھا
تھا کہ یا اللہ درود بھیج محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتنا کہ باقی نہ رہے کوئی درود، یا اللہ
برکت نازل کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتنی کہ باقی نہ رہے کوئی برکت، یا اللہ درود اور
سلام بھیج محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس قدر کہ باقی نہ رہے کوئی سلام، یا اللہ درود
اور رحمت نازل فرما محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس قدر کہ باقی نہ رہے کوئی رحمت۔
تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھ پر یہ ظاہر
فرمادیا تھا جب کہ وہ اونٹ اپنا غنہ بیان کر رہا تھا اور فرشتوں نے اس وقت افق
کو بھردیا تھا، یعنی اس درود شریف کی برکت سے اونٹ نے اصل واقعہ بیان کر دیا
اور فرشتے اس قدر نازل ہوئے کہ تمام افق ان سے بھر گیا۔
امام احمد اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا جو آدمی مجھ پر درود بھیجتا ہے فرشتے اس پر درود بھیجتے ہیں یعنی اس کے لئے
دعا ہے رحمت کرتے ہیں جب تک کہ وہ مجھ پر درود بھیجے۔

طہرانی نے اوسط میں روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص درود بھیجے مجھ پر کسی کتاب میں، اس پر ہمیشہ فرشتے درود بھیجتے رہیں گے جب تک کہ میرا نام اس کتاب میں رہے گا۔

ما فطر ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کوئی بھول گیا مجھ پر درود بھیجنا بہک گیا راہِ جنت سے۔
دلائل الخیرات میں لکھا ہے کہ بھول جانے سے مراد ترک ہے یعنی جو کوئی درود بھیجنا ترک کرے وہ راہِ جنت سے بہک گیا، اور جب تارکِ درود بہک جانے والا ہو راہِ جنت سے تو درود بھیجنے والا سالک راہِ جنت ٹھہرا۔
امام مستغفری نے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کوئی ہر روز ستواڑ مجھ پر درود بھیجے اس کی سوجا جنیں پوری کی جائیں گی تیس دنیا کی اور باقی آخرت کی۔

درود خواں جب درود شریف کو پڑھتا ہے تو وہ تین قسم کے دریاؤں میں غوطہ لگاتا ہے، ایک نورِ توحید کا دریا، دوسرا نورِ نبوت کا دریا اور تیسرا نورِ ولایت کا دریا۔ یعنی جب اللہ ہو کہا تو گویا اس نے تمام اسمائے حسنی کی فضیلت کو پایا۔ چنانچہ حضرت خواجہ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جس نے اللہ ہو کہا اس نے گویا تمام اسمائے حسنی کی تلاوت کر لی اور اس کے تمام فضائل کو حاصل کر لیا۔

اللہ ہو کیا بابرکت نقطہ ہے کہ جس میں توحید کا نور، اسم ذات کا نور، اور اسم صفات کا نور چمک رہا ہے، اور یہ رحمتِ الہی کا ایک ایسا بے کنار سمندر ہے کہ اس میں غوطہ مارنے والوں کو دونوں عالم میں نہال کر دیتا ہے چنانچہ حضرت

شیخ عبدالوہاب متقی فرماتے ہیں کہ درود شریف کو پڑھتے وقت اپنے دل میں خیال کرنا چاہیے کہ ہم حق تعالیٰ کے کن کن نورانی اور رحمت بھرے دریاؤں میں غوطہ زنی کر رہے ہیں۔ لہذا جب اَللّٰهُمَّ کہے تو اپنے دل میں سوچے کہ اب ہم اس رحمن اور رحیم اور اس سکوح اور قدوس کے نور تجید اور رحمت الہی کے دریا میں غوطہ مار رہے ہیں۔ اور جب صلی علی محمد کہے تو سوچے کہ اب ہم نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور رسالت اور فضیلت کے دریا میں غوطہ لگایا ہے اور جب و علی آلہ واصحابہ وبارک وسلم کہے تب خیال کرے کہ اب ہم نے فضل اور کرامت کے دریا میں غوطہ لگایا ہے۔

حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب منبر کی پہلی سیڑھی پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا کہ آمین، اسی طرح دوسری اور تیسری سیڑھی پر قدم مبارک رکھا اور فرمایا کہ آمین۔ اس کے بعد تشریف تشریف رکھی۔ سو معاذ بن جبلؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین بار آمین کہنے کا کیا باعث ہے۔ ارشاد فرمایا کہ میرے پاس جبرائیلؑ تشریف لائے اور کہا کہ جو شخص رمضان تشریف کو پائے اور اس کے گناہ بخشے نہ جائیں یعنی رمضان تشریف کے برکات و فیوضات اور شب قدر کی ایک ہی شب کی فضیلت کو اور کم سے کم ایک ہزار سال کی عبادت کے ثواب کو نہ پائے اور اس پاک ذات کے مبارک دربار میں عجز و انکسار کے ساتھ اپنے گناہوں کی معافی نہ کرا لے اور اس کے بعد مر جائے تو وہ دوزخ میں جلتے گا اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت سے دور رہے گا۔ اس پر میں نے کہا کہ آمین۔ اور جس نے اپنے ماں باپ کو پایا اور ان سے کسی قسم کی نیکی نہ کی

اور ان کا حق ادا نہ کیا تو وہ بھی دوزخ میں گیا اور اللہ کی رحمت سے دور ہوا۔ تب میں نے کہا آمین۔ اور جس نے میرا ذکر کیا اور مجھ پر درود شریف نہ پڑھا تو وہ بھی اللہ کی رحمت سے دور ہوا اور دوزخ میں گرا، پھر میں نے کہا آمین۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ اپنی مجلسوں کو مجھ پر درود شریف پڑھ کر زینت دو کیونکہ یہ درود قیامت کے روز تمہارے لئے نور اور روشنی ہے۔

جامع التفاسیر میں ہے کہ جو آداب حق تعالیٰ کے ذکر کے ہیں یہی آداب درود شریف کے ہیں یعنی با وضو ہو کر قبلہ کی طرف منہ کر کے نہایت محبت و اخلاص کے ساتھ مسجد میں یا کسی پاک جگہ پر درود اور سلام پڑھے اور اس وقت کسی خوشبو کا ہونا ادنیٰ تر ہے۔ اگر با وضو ہو تو بہت بہتر ہے ورنہ بغیر وضو کے بھی پڑھ سکتا ہے، مگر مسجد میں با وضو ہو۔

نسیم الریاض میں ہے کہ ادنیٰ درجہ درود شریف کی کثرت کا تین سو اور تیرہ ہے اور اس کا بھید یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس عدد میں ایک ایسا اثر رکھا ہے کہ اس میں فتح مندی اور ہدایت نصیب ہوتی ہے مثلاً اصحاب جنگ بدر بھی تین سو تیرہ ہی تھے۔

ترمذی شریف۔ ایک بار حضرت ابی بن کعبؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ پر کثرت سے درود بھیجا کرتا ہوں آپ فرمائیں کہ میں کس قدر درود بھیجا کروں۔ آپ نے فرمایا کہ جتنا چاہو۔ تب عرض کیا گیا کہ میرے ورد اور وظائف کے جو اوقات ہیں اس میں چوتھائی وقت۔ آپ نے فرمایا کہ جتنا چاہو، مگر زیادہ کر دو گے تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ غرض کہ آخر کو عرض

کیا کہ میں اپنا تمام وقت درود شریف کے لئے دیتا ہوں تب آپ نے فرمایا کہ اے ابی بن کعب اب جتنے بھی تمہارے غم و الم ہیں وہ دور ہو جائیں گے جتنے بھی تمہارے گناہ ہیں وہ بخش دیئے جائیں گے۔

جامع التفاسیر حضرت ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کے پڑھنے سے گناہوں کی نجاست اس طرح مٹ جاتی ہے جس طرح ٹھنڈا پانی آگ کو بجھاتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر کثرت سے درود شریف بھیجا کر کیونکہ درود شریف کی کثرت تمہارے لئے زکوٰۃ ہے جس کے باعث تمہیں ثواب بھی ملے گا اور مال بھی کثیر ملے گا اور وہ پاک ذات تمہارے تمام گناہ بھی معاف کر دے گی (جامع التفاسیر)

حصن حصین کے مصنف فرماتے ہیں کہ درود شریف کے فضائل اور اس کے شیریں پھل بے حساب اور ان گنت ہیں، خصوصاً تنگی اور مشکل اور حاجت کے بر آنے میں بارہا میں نے تجربہ کیا ہے یہاں تک کہ میں اکثر خوف اور ہلاکت کی جگہ میں پھنس گیا تو ایسے نازک وقت میں حق تبارک و تعالیٰ نے درود شریف کی برکت سے مجھے نجات بخشی۔

جذب القلوب میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ دنیا اور آخرت کی تکلیفوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے درود اور سلام سے بڑھ کر دوسری کیا نعمت ہو سکتی ہے کہ جس میں ذکر خدا و ذکر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو۔ چنانچہ ایک نیک آدمی پر تین ہزار درم کا قرضہ باقی تھا قرض خواہ نے

اس کی ناش کی قاضی نے اس نیک آدمی کو ایک ماہ کی ہمت دی کہ اس عرصے میں اپنا قرض ادا کر دے۔ وہ بیچارہ نہایت بجزو و انکسار کے ساتھ درود شریف پڑھنے میں مشغول ہوا۔ شانِ سبحان کہ اس ماہ کی سترائیسویں شب کو کوئی خواب میں کہہ رہا ہے کہ حق تعالیٰ تیرا قرض ادا کرتا ہے، تو علی بن عیسیٰ وزیر کے پاس جا اور اس سے کہہ کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تین ہزار دینار میرے قرض کے ادا کرنے کو دیدے۔ غرض کہ تیسری شب کو آپ نے خواب میں فرمایا کہ اگر وزیر خواب کی سچائی کی دلیل پسچھے تو کہہ دے کہ تو ہر روز فجر کی نماز کے بعد پانچ ہزار مرتبہ درود شریف پڑھتا ہے اور اس راز سے حق تعالیٰ اور کراما کا تین کے سوا کوئی واقف نہیں ہے۔ اب یہ نیک آدمی خوشی کی حالت میں وزیر کے پاس گیا اور خواب کا تمام قصہ بیان کیا۔ وزیر نہایت خوش ہوا اور کہا کہ مَرَجَا بِرَسُولِ اللَّهِ حَقًّا بعد اس کے نو ہزار دینار اس کو عطا کئے اور کہا کہ تین ہزار قرض خواہ کو دینا اور تین ہزار سے اپنے اہل و عیال کا نان و نفقہ کرنا اور تین ہزار سے تجارت کرنا کہ ریاض ہی کی روٹی سے دل میں نور کا ظہور ہوتا ہے اور قسم دی کہ مجھ سے ہمیشہ محبت و گفت رکھنا اور جو کچھ کہ حاجت ہو بلا تکلف مجھ سے بیان کرنا۔

حضرت امام محمد غزالی اور دیگر بڑے بڑے صوفیہ کرام فرماتے ہیں کہ درود شریف پڑھنے کے وقت حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیال کو اپنے دل میں لائے اور یہ سمجھے کہ آپ کی خصوصی میں درود شریف پڑھ رہا ہوں اور آپ کے پیغمبر پاک سے نور میرے سینے میں آ رہا ہے۔ اگر یہ مرتبہ حاصل نہ ہو تو اتنا سمجھے کہ نیر درود اور سلام آپ کے حضور میں پیش کیا جاتا ہے اور وہاں سے مجھ پر خدا کی

رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور سلام کا جواب بھی آتا ہے، اور جو شخص اتنا بھی نہ سمجھے تو بیشک وہ انسان غافل ہے اور اس کے دل میں اللہ کی رحمتوں اور اس پاک ذات کے سلام کے جواب کی کچھ وقعت نہیں ہے۔

احسن السوا عظم۔ بعض صحابہؓ سے روایت ہے کہ جس جگہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر پاک ہو یا جس جگہ درود اور سلام پڑھا جاتا ہو تو اس وقت اس جگہ سے ایسی تیز خوشبو اڑتی ہے کہ ساتوں آسمانوں کو چیر کر عرش الہی تک پہنچ جاتی ہے۔ اسی طرح جن انسان کے سوا تمام مخلوق کو معطر کر دیتی ہے اور وہ سب کے سب اس مجلس والوں کے گناہوں کی مغفرت کے لئے دعا کرتے ہیں اور اہل مجلس کے لئے بے شمار نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور بے شمار درجے بھی بلند کئے جاتے ہیں۔

سیوت محمدؐ یہ ہیں ہے کہ ہر شخص کے دونوں بوں پر دو ایسے فرشتے ہیں جو اس کے درود کے نگہبان ہیں۔

کتاب مفتاح میں ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جو کوئی کتاب میں درود شریف لکھتا ہے تو جب تک کہ وہ کتاب برقرار ہے اس وقت تک فرشتے اس کے حق میں اس کے گناہوں کی بخشش مانگتے رہتے ہیں۔

مشکوۃ شریف۔ احمد بن حنبل سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اور کسی کھجوروں کے باغ میں داخل ہوئے۔ پھر آپ نے بہت دیر تک سجدہ کیا یہاں تک کہ مجھ کو اس بات کا خوف پیدا ہوا کہ شاید حضور انتقام فرمائیے ہوں۔ تب میں قریب آیا کہ دیکھوں کیا حال ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا کہ کیا ہوا تم کو جو گھبرائے ہوئے ہو۔ میں نے اپنے واقف

کو عرض کیا۔ پھر فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حبرائیلؑ نے مجھ سے کہا کہ خوشخبری دیتا ہوں میں آپ کو کہ حق تعالیٰ آپ کو فرماتا ہے کہ جو شخص آپ پر درود پڑھے اس پر میں صلوٰۃ بھیجتا ہوں جو شخص آپ پر سلام کرے اس پر میں سلام کرتا ہوں۔

نکتہ۔ اب تک کل اہل عرب بلکہ بدویوں تک یہ بات جاری ہے کہ جب سلام کرتے ہیں یا سلام کا جواب دیتے ہیں تو پھر وہ کسی قسم کا ضرر اور نقصان نہیں پہنچاتے۔ اور جب ان کو ضرر پہنچانا منظور ہوگا تو نہ سلام کریں گے اور نہ سلام کا جواب دیں گے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ سلام صداقت اور اخلاص کی دلیل ہے۔ اس وجہ سے حق تعالیٰ نے تمام اہل ایمان کو تاکید کے ساتھ حکم فرمایا **وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا** کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ سلام عرض کیا کریں تاکہ ہر وقت دربارِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عقیدت اور اخلاص کا اظہار ہوا کرے۔ اسی لئے ہر نماز میں خواہ فرض ہو یا نفل دربارِ سرورِ کائنات میں سلام عرض کرنا ضروری ٹھہرایا گیا کیونکہ رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارک مخلوق اور خالق کے درمیان تمام فیوضات حاصل کرنے کا واسطہ ہے۔ اللہ رب العزت نے اسی واسطہ کے باعث اپنے بندوں پر رحمت کے دروازے کھول دیئے ہیں اور فرشتے بھی اسی واسطے سے فیض و رحمت کے طلبگار ہیں۔ فرشتوں کا آپ پر درود شریف بھیجنے کا باعث بھی یہی ہے کہ یہ بھی نبی آدم کے مانند آفات و بلیات اور غیظ و غضبِ الہی سے ڈرتے ہیں اور ابلیس کے واقعہ اور ماروت و ماروت کے حادثہ سے اللہ رب العزت کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ ان فرشتوں نے اپنی دعا کی قبولیت کے لئے درود شریف کو وسیلہ بنایا تاکہ اس کی برکت سے آفات و بلیات سے

محفوظ رہیں۔ اس کے بعد اللہ پاک نے سارے ایمان والوں کو خواہ مخواہ اس آفات و بلیات اور غضب الہی سے محفوظ رہنے کے لئے اور اپنی پناہ میں آنے کے لئے صَلُّوا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوا تَسْلِیْمًا ارشاد فرمایا یعنی اے مسلمانو! میرے محبوب پر درود و شریف اور سلام بھیجا کرو۔

وسيلة العظمیٰ - روایت ہے ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم لوگ مجھ پر زیادہ درود و شریف پڑھا کر و حق تعالیٰ نے ایک فرشتہ مقرر کیا ہے کہ وہ میری قبر کے پاس رہے گا میرا امتی حب مجھ پر درود پڑھے گا تو وہ فرشتہ مجھ سے کہے گا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم فلاں ابن فلاں نے اس وقت آپ پر درود پڑھا ہے۔

مسائل المحتق - فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ کئی فرشتے مقرر کئے ہیں کہ وہ فرشتے میرا کیا کرتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھ کو پہنچاتے ہیں۔

نیز فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جو بندہ مجھ پر درود پڑھتا ہے اس وقت تک فرشتے اس کے حق میں دعا کرتے ہیں جب تک کہ وہ درود و شریف پڑھتا رہتا ہے۔ (کنز العمال)

ابو ذر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو خواب میں دیکھا کہ آسمان میں فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھتا ہے۔ اس سے سبب حصول اس درجہ کا پوچھا، اس نے بیان کیا کہ میں نے دس لاکھ حدیثیں لکھیں، جب نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آتا تھا میں درود لکھتا تھا اس سبب سے مجھے یہ درجہ ملا (انتہی) اور نہ لکھتا فقط صلی اللہ علیہ وسلم کا

ساتھ اسم مبارک کے بہت برابرے۔ علمائے معتبرین نے نقل کیا ہے کہ ایک شخص حدیث لکھتا تھا اور نام مبارک کے ساتھ بسبب نخل کا غذ کے درود نہیں لکھتا تھا اُس کے سیدے ہاتھ کو مرض آنکھ عارض ہوا یعنی اُس کا ہاتھ گل گیا۔

شیخ ابن حجرؒ نے بھی نقل کیا ہے کہ ایک شخص و سلم نہیں لکھتا تھا، صرف صلی اللہ علیہ پر اکتفا کرتا تھا۔ آپؐ نے اس شخص کو خواب میں فرمایا کہ تو کیوں اپنے تئیں چالیس نیکیوں سے محروم رکھتا ہے یعنی و سلم چار حرف ہیں اور ہر حرف ایک نیکی اور ہر نیکی دس گونہ ثواب ہیں لہذا و سلم کی چالیس نیکیاں ہوں گی۔ پس چاہیے کہ جب اسم مبارک لکھے لفظ صلی اللہ علیہ وسلم کا ل لکھے کسی طرح کی کوتاہی نہ کرے۔

عبید اللہ بن عمر قواریزیؒ نے بیان کیا کہ ایک کاتب میرا ہمسایہ تھا، وہ مر گیا تو میں نے اُسے خواب میں دیکھا۔ میں نے پوچھا خدا تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا کیا۔ کہا مجھے بخش دیا۔ میں نے کہا کس سبب سے۔ کہا میری عادت تھی جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک کتاب میں لکھتا درود بھیجتا یعنی لفظ صلی اللہ علیہ وسلم کا کتاب میں لکھنا اور زبان سے بھی کہتا۔ سو خدا تعالیٰ نے مجھے ایسا کچھ دیا کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی کے دل میں آیا۔

حکایت۔ شیخ ابن حجرؒ کی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک مرد صانع نے مقرر کیا تھا کہ ہر رات سوتے وقت درود بعد دعوتین پڑھا کرتا تھا۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے پاس تشریف لائے اور اُس کا نام گھر روشن ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا لا اِس منہ کو جو درود شریف بہت پڑھتا ہے کہ میں بوسہ دوں۔ اُس شخص نے شرم کی اور اپنا رخسارہ سامنے کیا جناب رسول اللہ

نے اس کے رخسار پر بوسہ دیا۔ اس کے بعد وہ بیدار ہوا تو سارے گھر میں مشک کی خوشبو بھری ہوئی تھی اور ایک ہفتہ تک اس کے رخسارہ میں مشک کی خوشبو باقی رہی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ترجمہ مشکوٰۃ شریف میں ذکر کیا ہے کہ جب میں مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کو لقبصد زیارت قبر اطہر علیہ السلام نے بوقت رخصت فرمایا کہ جان لو اس راہ میں کوئی عبادت بعد فرائض کے مثل درود کے نہیں ہے، پس تم اپنے سب اوقات اسی میں صرف کیجئے۔ میں نے کہا کہ کوئی عدد معین ہو۔ انہوں نے فرمایا یہاں تعین عدد شرط نہیں ہے، اتنا پڑھو کہ درود کے رنگ میں رنگ جاؤ اور اس میں مستغرق ہو جاؤ۔

ابونعیمؒ نے حلیہ میں روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر سو بار درود بھیجے قیامت کے دن اس کے ساتھ ایسا نور ہوگا جو اگر ساری خلق پر تقسیم کیا جائے تو سب کے لئے بس ہو یعنی سب کو نورانی کر دے اور دینی نے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر سو بار درود بھیجے اس کے اسی برس کے گناہ بخشے جائیں گے۔

شاہ ولی اللہ محدثؒ نے فیوض الحرمین میں لکھا ہے کہ میں مکہ معظمہ میں تھا، مکان مولد شریف میں بروز ولادت شریف لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے تھے اور آپ کے معجزات بیان کرتے تھے جو بوقت ولادت ظاہر ہوئے تھے اور حالات اقبل نبوت کا تذکرہ کرتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ کیا رنگ

انوار مجید ہوئے، میں نہیں کہہ سکتا کہ میں نے دیدہ جسم سے دیکھا یا دیدہ روح سے
خدا جلنے کیا حال تھا، سو میں نے ان انوار میں تامل کیا اور معلوم ہوا کہ وہ انوار فرشتوں
کے ہیں جو ایسی مجالس متبرکہ کے لئے مقرر ہیں اور میں نے دیکھا کہ انوار ملائکہ سے
انوار رحمت بھی لئے ہوئے ہیں۔

عمرانی نے اوسط میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں
نے کہا دعا محبوب رہتی ہے یعنی رفی جاتی ہے مقبولیت سے جب تک درود نہ بھیجے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ اور ترمذی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کی
ہے کہ انہوں نے کہا کہ دعا ٹھہرائی جاتی ہے درمیان زمین و آسمان کے، نہیں چڑھتی
ہے اس میں سے کچھ جب تک درود نہ بھیجے تو اپنے پیغمبر پر۔ ابوسلیمان دارانی نے
کہا ہے جسے کچھ حاجت ہو وہ بکثرت درود پڑھے۔ پھر خدا تعالیٰ سے اپنی حاجت
مانگے اور ختم بھی درود پڑھے۔ خدا تعالیٰ دونوں درودوں کو توبے شک قبول کریگا
اور وہ کریم ہے ایسا نہ کرے گا کہ بیچ کی چیز کو چھوڑ دے۔

نکتہ۔ سراسر اس بات کا کہ درود سب اور ادواذ کا رے افضل ہے
یہ ہے کہ ہر ذکر کی خوبی یہی ہے کہ عبادت الہی ہے اور افضل جملہ عبادات ایمان
ہے اور درود مضمون ایمان پر مشتمل ہے ساتھ زیادتی کے، کیونکہ ایمان عبارت ہے
اقرار الوہیت خدا تعالیٰ اور نبوت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور درود میں درود
موتی ہے خدا تعالیٰ سے نازل کرنے رحمت خاصہ کا ملکہ کے جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وسلم پر، پس اس میں بے شک اقرار الوہیت خدا تعالیٰ اور نبوت محمد مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوا اور اس کے ساتھ تضرع اور اظہار حاجت ہے جناب الہی

میں اور ظہورِ محبت ہے ساتھ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

قولِ بدیع میں ایامِ سخاوی نے درود شریف پڑھنے کے خاص اوقات،
اعادیت اور آثار سے بیان کئے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔

وضو کے بعد۔ تیمم کے بعد۔ غسلِ جنابت کے بعد۔ نماز میں اور بعد نماز کے۔ اقامت

کے وقت۔ صبح کے بعد۔ مغرب کے بعد۔ التحیات میں۔ قنوت میں۔ تہجد کے لئے

اٹھنے کے وقت اور بعد تہجد کے۔ جب کسی مسجد میں گزر رہا ہو اور مسجد کو دیکھنے کے وقت۔

مسجد میں داخل ہونے کے وقت اور نکلنے کے وقت۔ بعد جواب دینے مؤذن کے۔

جمعہ کے روز اور جمعہ کی رات میں۔ ہفتہ، اوار، پیر اور منگل کے روز۔ جمعہ کے خطبہ میں۔

عیدین کے خطبہ میں۔ استسقاء میں۔ کیوت کے وقت۔ خضوف کے وقت۔ عیدین

کی تکبیروں کے وقت۔ جنازہ میں۔ میت کو قبر میں اتارنے کے وقت۔ رجب میں۔

شعبان میں۔ کعبہ شریف کو دیکھنے کے وقت۔ صفا اور مروہ پر تلبیہ سے فارغ ہونے کے۔

حجرا سودہ کے بوسہ کے وقت۔ طترمہ کے پاس۔ عرفہ کے دوپہر کے بعد۔ مسجد حنیف

میں۔ مدینہ منورہ کے دیکھنے کے وقت۔ قبر شریف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

کے وقت۔ جب کبھی امن مبارک جگہ پر نظر پڑ جائے جہاں شہنشاہِ دو عالم محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے ہوں۔ بیع کے وقت۔ کتابت کے وقت۔ وصیت

کے وقت۔ نکاح کے خطبہ میں۔ صبح کے وقت۔ شام کے وقت۔ جب سونے

کا ارادہ ہو۔ سفر کے ارادہ کے وقت۔ سواری پر سوار ہوتے وقت، جب غنڈا چٹ

جائے۔ بازار میں جانے کے وقت۔ دعوت میں جانے کے وقت۔ گھر میں

داخل ہوتے وقت۔ خطبہ میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے بعد۔ غم کے وقت۔

مصیبت اور سختی کے وقت۔ محتاجی اور فقیری میں۔ ڈوبنے کے وقت۔ طاعون میں۔
 دغا کے شروع اور درمیان اور آخر میں۔ جب کان میں آواز ہونے لگے۔ جب
 پاؤں سن ہو جائیں۔ چھینکنے کے وقت۔ جب کسی چیز کو بھول جائے اس کے یاد
 آنے کے وقت۔ جب کوئی چیز اچھی معلوم ہو۔ مٹی کھلتے وقت، جب گدیہ کی
 آواز سنے۔ گناہ سے توبہ کرنے کے وقت۔ جب کوئی حاجت پیش آئے۔ جب
 کسی شخص پر نہایت لگائی جائے اور وہ اسے بری معلوم ہو۔ دوستوں سے ملنے کے
 وقت۔ جب چند آدمی مجلس سے اٹھنے لگیں۔ قرآن شریف ختم کرنے کے وقت۔
 حفظ کرنے کے وقت۔ مجلس ختم ہونے کے وقت۔ جس مجلس میں اللہ تعالیٰ کے ذکر
 کے لئے جمع ہوں۔ بات کرنے کے وقت۔ علم پڑھنے اور پڑھانے کے وقت۔ وعظ
 کہنے کے وقت۔ قہر دینے کے وقت۔ حکم کرنے کے وقت۔ جب اسم مبارک
 محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھے۔

دعا کی فضیلت

حصن حصین۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے دعا عبادت
کی جڑ ہے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: "لو گداتہارہا پروردگار فرماتا ہے کہ ہم سے
دعا مانگتے رہو۔ ہم تمہاری دعا قبول کریں گے۔ سنن اربعہ، ابوداؤد۔ ترمذی)
دعا مومن کا ہتھیار ہے، دین کا ستون ہے، آسمان و زمین کی روشنی

ہے۔ (حاکم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جو کسی بکرا

میں گرفتار تھی۔ آپ نے انہیں دیکھ کر فرمایا کیا یہ لوگ آرام و راحت کے زمانہ میں اللہ سے عاقبت نہیں مانگا کرتے تھے (بزار)

جو کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی چیز مانگنے کے لئے اپنا منہ اٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا سوال ضرور پورا کر دیتا ہے، یا تو مانگی مراد مل جاتی ہے یا اس کے واسطے آخرت میں اسے ذخیرہ کر دیتا ہے (مسند احمد)

حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اے میرے بندو تم سب گمراہ ہو گریں

جسے سیدھی راہ دکھا دوں، اے میرے بندو مجھ سے ہدایت طلب کرو میں تمہیں

ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو تم سب کے سب ننگے، برہنہ ہو گریں جسے کپڑا

پہنا دوں، مجھ سے کپڑا مانگو میں دوں گا۔ اے میرے بندو تم سب کے سب بیمار ہو

گریں جسے تندرست رکھوں، مجھ سے شفا مانگو میں شفا دوں گا۔ اے میرے بندو تم

سب کے سب محتاج اور فقیر ہو گریں جسے غنی اور تو لگ کر دوں۔ مجھ سے غنا طلب

کرو میں تمہیں غنی کروں گا۔ مجھے پکارو میں سنوں گا۔ مجھ سے دعا کرو میں دوں گا۔

اور قرآن مجید میں اس سارے مضمون کو ایک آیت میں بیان کیا ہے کہ واللہ الغنی

وانتم الفقراء یعنی اللہ ہی غنی ہے اور تم سب فقیر اور محتاج ہو۔ فقیر کا کام مانگنا

اور رب غنی کا کام دینا ہے۔ سبب

دعا قبول ہونے کے چند اسباب میں پہلا سبب اعمال صالحہ بجالانا ہے یہ

دعا کے قبول ہونے کے لئے نہایت اعلیٰ درجے کا وسیلہ ہے۔

نزہۃ النواظر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت

ابراہیم ادم کے ساتھ تھا اور کئی وقت سے کھانا نہیں کھایا تھا، فاقہ کی تکلیف سے چہرہ

نزد اور ہاتھ پاؤں سر و ہونگے تھے محبت کو ذرے کے ایک ویران مکان میں پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ حذیفہؓ تمہارے چہرے پر چوک کے آثار معلوم ہوتے ہیں۔ عرض کیا کہ ہاں یا حضرت تب آپ نے فرمایا کہ دوات قلم اور کاغذ مجھے لا دو۔ اس عاجز نے بموجب ارشاد حاضر کیا اور آپ نے اس پر یہ تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ اِنْتَ الْمَقْصُودُ بِكُلِّ خَالٍ وَالْمُشَارِ
اِلَيْهِ بِكُلِّ مَعْنٰى اَنَا حَامِدٌ اَنَا شَاكِرٌ اَنَا ذَاكِرٌ اَنَا جَانِعٌ اَنَا غَارِى
هٰى سِتَّةٌ وَاَنَا الْضَمِيْنُ اِنْصَفَهَا فَكُنِ الْضَمِيْنُ اِنْصَفَهَا يَا بَارِئِ
یعنی ہر حال میں ہر شے کا تو ہی مقصود بالذات ہے۔ ہر قسم کے معنی کا تیری طرف
شارع ہے۔ یعنی ظاہر و باطن میں ہر شے کا مطلوب و مقصود تو ہی ہے۔ میں تیری حمد
کرتا ہوں، شکر کرتا ہوں اور تیرا ذکر کرتا ہوں۔ میں بھوکا بھی ہوں اور ننگا بھی اور بے آرام
بھی، خداوند ایہ چھ باتیں ہیں ان میں سے پہلی تین باتوں یعنی حمد و شکر اور ذکر الہی کا
بجالاتا پیرا ذمہ ہے اور پھلی باتیں یعنی بھوک، پیاس اور لباس کا نہ ہونا۔ ان تکالیف
کا دفع کرنا اسے خدا تو اپنے ذمے لے۔

پھر حضرت حذیفہؓ سے کہا کہ جاؤ اور اشد پاک کے سوا کسی کا خیال دل میں
نہ لانا اور شخص سب سے اول نہیں ملے اسے یہ کاغذ دیتا۔ حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں
کہ جب میں اس پر چہ کو لے کر چلا تو سب سے پہلے مجھے ایک شخص جو خچر پر سوار تھا
ملا۔ میں نے اس کو وہ پرچہ دیا۔ اس نے پڑھا تو زار زار رونے شروع کیا اور پوچھا کہ
اس کا لکھنے والا کہاں ہے۔ میں نے کہا کہ فلاں ویرانہ مکان میں ہے اس نے اسی
وقت چھ سواشر فیوں کی ایک عقلی نکال کر مجھے دی اور کہا کہ یہ انہیں دے دینا۔ میں

یہ پختلی لے کر حضرت ابراہیم ارحم کی خدمت میں پہنچا اور سارا قصہ بیان کیا۔ فرمایا کہ
وہ شخص نصرانی تھا اور وہ ابھی حاضر ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر میں وہی شخص آیا اور جناب
کے قدموں پر گر کر مشرف باسلام ہوا۔ سبحان اللہ! خالص خدا کی دعائوں قبول
ہوتی ہے۔

دوسرا سبب دعا کی قبولیت کا توبہ اور استغفار ہے۔ استغفروا ربکم
انہ کان عفوا۔ پیرسل السماء علیکم مدارا ویتداکم
باموال وبنین وبعول لکم انہار ما کملا ترجون
للہ وقاراً وقد خلقکم اطواراً۔ باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ لوگ
توبہ استغفار کرو اللہ سے اور تمہارا بخشنہا رہے، بارش برساتے گا اور اولاد و مال
تمہاری مدد کرے گا، تمہیں نہیں اور باغ عطا کرے گا، پھر تمہیں کیا ہوا جو اپنے اللہ
کی تعظیم نہیں کرتے جس نے تمہیں رنگ برنگ پیدا کیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس بندہ نے ہمیشہ کے لئے
توبہ و استغفار کرنا لازم کر لیا تو اللہ تعالیٰ اسے ہر طرح کی مصیبت اور قلت اور روزگار
کی تنگی سے بچائے گا، اور قیامت کے روز اپنے دامن رحمت و مغفرت میں
چھپائے گا۔

دعا کے قبول ہونے کا تیسرا سبب یہ ہے کہ کسی نبی یا مرسل یا ولی کامل کا ذکر
اور وسیلہ پروردگار عالم کے دربار میں پیش کر کے دعا مانگی جائے۔
نسائی۔ ترمذی۔ بیہقی۔ عثمان بن عفیف کہتے ہیں کہ ایک نابینا
سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا حضرت آپ

یہ لے دے گا کہ اللہ تعالیٰ میری آنکھیں روشن کر دے۔ آنجناب رسالتناہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا جاؤ وضو کرو اور دو رکعتیں آنکھیں روشن ہونے
کے ارادہ سے پڑھو اور جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تب یہ دعا کرو کہ اے اللہ پاک!
سوال کرتا ہوں اور متوجہ ہوتا ہوں بوسیہ تیرے پیارے نبی کے جن کا نام مبارک محمد
ہے اور لقب نبی الرحمتہ ہے۔ اے محمد! میں توجہ کرتا ہوں آپ کے وسیلہ سے
اللہ پاک کی طرف اور سوال کرتا ہوں کہ الہ العالمین میری آنکھیں روشن کر دے۔
ادھر دعا کی ادھر اس اندھے کی آنکھیں روشن ہوئیں۔

بخاری شریف۔ جب تحط سالی ہوتی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
جناب باری میں عرض کرتے کہ الہی پہلے تو ہم تیرے رسول مقبول اور اپنے نبی کے
وسیلہ سے بارش مانگتے اور تو بارانِ رحمت برساتا تھا، اور اب ہم اپنے نبی کے بڑے
بچا کے وسیلہ سے بارش مانگتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول سن کر
حضرت عباسؓ فرماتے۔ الہی تیرے نبی کی امت نے مجھے وسیلہ بنایا ہے، میرے
بڑھاپے کی لاج رکھ لے، فوراً بارانِ رحمت الہی کا فیضان شروع ہو جاتا اور بارش
برسنے لگتی۔

قبولیت دعا کا چوتھا سبب دعا کے وقت اسمِ اعظم کا پڑھنا ہے۔ محدثین اور
مفسرین نے بے حد کوشش کے بعد چند روایتیں نقل فرمائی ہیں۔

تفسیر کبیر میں ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ اللہ پاک کا اسمِ اعظم الحی
القیوم ہے۔ امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں کہ جنگِ بدر کے موقع پر سخت بے چینی
اور بے قراری کی حالت میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں دعا کرتے تھے

کو اسی اسم اعظم یا حی یا قیوم کو زبان مبارک سے تلاوت فرماتے تھے۔

ترمذی شریف۔ اسمائیت بزرگ کہتی ہیں کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے پہلی آیت والہکرم اللہ

واحد لا الہ الا هو الرحمن الرحیم اور دوسری آیت اللہ

الہ الا هو الچی القیوم ہے۔

التوہید والترہیب۔ ایک بزرگ نے الشریک کے دربار میں عرض کیا تھا کہ الہی مجھے وہ اسم اعظم جس کی برکت سے دعا قبول ہو جائے بتا دیجئے۔ رات

کو خواب میں دیکھا کہ آسمان کے ستاروں میں یہ لکھا ہوا ہے یا بدیع السموات

والارض یا ذا الجلال والاكرام

الوحدان۔ سعد بن ابی وقاص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام کی دعا جو آپ نے پھلی کے پیٹ میں کی تھی کہ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین وہ قبولیت کے لئے اور رنج و غم

دفع کرنے کے لئے اکبر اعظم ہے۔ خود قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ جب یونس علیہ السلام نے اندھیروں میں لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من

الظالمین کہا تب ہم نے یونس کو غم سے نجات دی۔

ابو عبد اللہ مغربی فرماتے ہیں کہ میں ایک رات خواب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور دیدار مبارک سے مشرف ہوا اور میں عرض کیا

کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری ایک حاجت ہے میں کیا پڑھوں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو رکعتیں پڑھ اور چاروں

پہلوں سے دعا کر کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری حاجت ہے میں کیا پڑھوں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو رکعتیں پڑھ اور چاروں

پہلوں سے دعا کر کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری حاجت ہے میں کیا پڑھوں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو رکعتیں پڑھ اور چاروں

پہلوں سے دعا کر کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری حاجت ہے میں کیا پڑھوں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو رکعتیں پڑھ اور چاروں

سجدوں میں چالیس چالیس مرتبہ لا الہ الا انت سبحانک اے کنت
من الظالمین ۵ پڑھنا اللہ تیری مراد بہت جلد بر آئے گی۔ چنانچہ
مراد بر آئی۔

پانچواں سبب دعا کے قبول ہونے کا یہ ہے کہ کسی تبرک مقام میں دعا کی جائے
مثلاً خانہ کعبہ، یا میدان عرفات، کوہ صفا و مروہ، یا مزدلفہ، یا بیت المقدس یا
مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جا کر دعا مانگی جائے یا کوئی نیک عمل کرتے وقت دعا
مانگی جائے مثلاً پنجگانہ نماز کے بعد، یا روزہ افطار کرتے وقت، یا تلاوت قرآن شریف
کے بعد، زکوٰۃ دینے اور خیرات کرنے کے بعد۔ حدیث پڑھانے کے وقت اور
وعظ و نصیحت کے بعد۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ بندہ کی دعا قبول ہوتی ہے مگر بندہ جب تک جلدی نہ
کرے عرض کیا یا حضرت جلدی کرنے کے کیا معنی۔ فرمایا جب بہت دفعہ دعا کر چکے
اور قبولیت کا اثر نہ دیکھے تو یہ کہے کہ خدا سے پاک میری دعا قبول نہیں فرماتا پھر میں
کیوں دعا مانگوں، یہ خیال کر کے دعا کرنی چھوڑ دیتا ہے۔ پس ایسے شخص کی دعا قبول
نہیں ہوتی۔

طہارت القلوب۔ حضرت ابی سعیدؓ سے روایت ہے کہ فرمایا جناب
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب کوئی بندہ مسلمان دعا کرتا ہے مگر کسی ناجائز
بات کی دعا نہ کی ہو اور نہ کسی اپنے بیگانے مسلمان کی مضرت کی دعا کی ہو تو وہ دعا
ضرور قبول ہوتی ہے لیکن اس کا اثر یا تو یہاں دنیا ہی میں ظاہر ہو جاتا ہے یا اس کا

اثر دوسری صورت میں نظر آتا ہے کہ کوئی آسمانی یا دنیوی بلا اور مصیبت جو اس بندہ پر نازل ہونے والی تھی وہ اس دعا سے دفع ہو گئی اور اسے اس کی خیر نہ ہوئی، یا اس کی دعا کا اثر قیامت میں ظاہر ہوگا جو نہایت ضرورت کا وقت ہے اور وہاں ہر ایک مسلمان یہ تمنا کرے گا کہ کیا اچھا ہوتا اگر میری ایک بھی دعا دنیا میں قبول نہ ہوتی۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ قیامت کے دن اللہ پاک اپنے بندوں کو سامنے بلا کر فرمائے گا کہ اے بندو! دنیا میں ہم نے تمہیں حکم دیا تھا کہ تم دعا کرو ہم قبول کریں گے۔ بندے عرض کریں گے کہ ہاں اے رب، تب ارشاد ہوگا کہ تم نے جو دعائیں دنیا میں مانگیں ہم نے وہ سب قبول فرمائیں۔ اے بندو! بھو تمہاری فلاں دن فلاں وقت کی فلاں دعا کا اثر دنیا میں ظاہر کر دیا تھا۔ عرض کریں گے ہاں بے شک خداوند ارشاد ہوگا کہ تمہاری فلاں فلاں دعا فلاں فلاں وقت ہم نے قبول فرمائی مگر ہم نے اس کا اثر بدل دیا۔ اُس دعا کے بدلے تم پر فلاں مصیبت آنے والی تھی، ہم نے تمہاری دعا کے سبب وہ مصیبت رفع کر دی اور تمہیں اس صدمہ سے بچایا۔ عرض کریں گے ہاں بے شک خداوند ایسا ہی ہوا تھا۔ پھر ارشاد ہوگا کہ اے بندو! تم نے فلاں دن فلاں وقت فلاں فلاں دعائیں مانگی تھیں مگر ہم نے اس کا کوئی نتیجہ دنیا میں ظاہر نہیں کیا بلکہ آج کے دن کے لئے رکھ چھوڑا تھا۔ دیکھو تمہاری امانت موجود ہے۔ پھر جو کچھ ان کے سامنے ان کی دعاؤں کے ثمرے آئیں گے تو سب کے سب یہ تمنا کریں گے کہ الہی کاش ہماری کسی دعا کا اثر دنیا میں ظاہر نہ ہوتا۔ ساری کی ساری دعائیں آج کے دن کے لئے جمع رہیں تو کیا اچھا ہوتا۔

الترغیب والترہیب۔ حضرت مالک اشجعی عنہما بی کسب عوف کسی
 لڑائی میں کافروں کے ہاتھ قید ہو گئے۔ عوف کی والدہ بہت ہی رونے لگیں اور
 کھانا پینا سب چھوٹ گیا۔ تب عوف کے والد حضرت مالک رضی اللہ عنہ نے
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری میں حاضر ہو کر عوف کی والدہ کے رونے
 دھونے کا حال عرض کیا آپ نے سنتے ہی فرمایا کہ کسی طرح عوف کو یہ کہلا بھیجو کہ
 وہ اٹھ بیٹھے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ کا وظیفہ کرے۔
 اسی وقت سانڈنی سوار عوف کے پاس بھیجا اور وظیفہ شریف پڑھنے کی بہت تاکید
 کر دی۔ عوف نے لا حول کا وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا۔ قدرت رب العزت
 نے کہ دو چار دن کے بعد عوف کی بیڑیاں اور ستھکڑیاں گر کر ٹوٹ پڑیں اور
 فوراً قید خانے سے باہر نکلے۔ قدرت الہی سے دروازہ کے پاس ایک سانڈنی کھڑی
 پائی۔ عوف اس پر سوار ہو کر مدینہ طیبہ چلے۔ چند قدم چلے ہوں گے کہ سامنے سے
 مدینہ منورہ نظر آیا۔ عوف مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ گھر والے دیکھنے کے لئے
 دوڑے اور آپ کی ماں سے کہا کہ لو مبارک! عوف زندہ سلامت آگئے۔ گھر والے
 بہت خوش ہوئے۔ ماں نے کلیجہ سے گایا اور شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو
 خبر دی۔ عوف نے اپنی سواری کی سانڈنی کا فتوے پوچھا، آپ نے فرمایا کہ وہ
 تمہارا مال ہے جو جی چاہے کرو۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کتاب ازالة الخفا عن خلافة
 الخلفاء میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 نے خلافت میں ایک وقت بارش کی کمی ہوئی۔ اس سال آپ جہاد کے لئے

لشکر اسلام کے آراستہ کرنے اور فوج کی روانگی میں مشغول تھے۔ نماز استسقاء کے ادا
 کرنے کا آپ کو مطلق خیال نہ رہا۔ کہیں اس وقت کوئی صحابہ مزار پر انوار آقا سے ناہوار
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔ اتفاقاً صلوٰۃ و سلام عرض کرتے
 کرتے وہیں سو گئے۔ ان صحابی نے خواب میں دیکھا کہ رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام
 مزار مبارک سے باہر تشریف لائے اور یہ فرمایا کہ جاؤ عمر سے کہو کہ بہت ہوشیار
 اور نہایت خبردار ہو جاؤ اور صلوٰۃ استسقاء ادا کرو کیونکہ بندگان خدا کی حالت تنگ ہو
 گئی ہے۔ ان صحابی کی بارے خوشی کے آنکھ کھل گئی اور فوراً حضرت فاروق اعظم
 کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جو کچھ خواب میں دیکھا تھا وہ سب عرض کر دیا اور
 محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام پہنچا دیا۔ آپ سید ابراہم صلی اللہ علیہ وسلم
 کا یہ پیغام سن کر زار زار روئے۔ دوسرے دن استسقاء کی نماز ادا کی اور دعا کے لئے
 نہایت عجز و انکسار کے ساتھ اپنے دونوں ہاتھ حضور رب العزت کی بارگاہ میں بارش
 مانگنے کے لئے پھیلائے۔ سبحان اللہ! فوراً ابر نمودار ہوا اور بہت ہی زور شور سے
 مینہ برسے لگا۔ نازی لوگ اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ جب بارش موقوف ہوئی تو ہر
 ایک جانب سے لوگ مدینہ طیبہ میں آئے۔ ان میں سے ایک شخص نے یہ بیان کیا
 کہ میں فلاں وقت اور فلاں دن اور فلاں ساعت اپنے کھیت میں کھڑا تھا کہ یکایک
 ابر کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا آسمان پر پیدا ہوا اور بہت جلد جلد بڑھنے لگا۔ میں اُس وقت
 اللہ پاک کی رحمت کے آثار کا مشاہدہ کر رہا تھا کہ اچانک اس ابر میں سے آواز آئی
 کہ اے ابر جلد چل اور بارش برس کیونکہ عمر کی فریاد آسمان پر پہنچ گئی ہے۔ اس بیان
 کو مطابق کیا گیا تو خاص وہی وقت تھا کہ جب امیر المومنین حضرت عمرؓ منبر پر کھڑے

بارش کے لئے دعا کر رہے تھے سبحان اللہ و بحمدہ! بندہ مومن جب دعا کرتا ہے
اسی وقت اللہ تعالیٰ اس کو مقبولیت کا جامہ پہناتا ہے۔

سَلِّكَ السُّلُوكَ۔ اہل جہاں کو معلوم ہو کہ آدمی کے لئے ناز و نعمت میں
شکر سے بڑھ کر کوئی جائزے قرار نہیں اور نیاز و غنا میں دعا سے بڑھ کر کوئی جائزے
قرار نہیں۔ دعا کو وہ درجہ حاصل ہے جو کسی عبادت کو حاصل نہیں، اس لئے کہ
عبادتوں میں سے بعض دن کا وظیفہ ہیں جیسے نماز و فرائض، بعض رات کا وظیفہ ہیں۔
بعض کے نزدیک ہفتے کا جیسے نماز جمعہ، بعض وظیفہ مہینوں کے ہیں جیسے ماہ
رمضان کے روزے، اور بعض وظیفے سال کے ہیں جیسے زکوٰۃ، قربانی، اور بعض
وظیفے عمر کے ہیں جیسے حج۔ لیکن دعا ایک ایسی چیز ہے جو پاک و ناپاک، محتاط و
بے باک اور آقا و غلام سے صبح و شام جائز ہے۔ بزرگوں کا قول ہے کہ جو شخص
اللہ تعالیٰ کو جس نام سے بڑے عجز و نیاز سے بلائے اسے قبول کرتا ہے۔
سنو! سنو! ایک دفعہ کوئی شخص سلطان العارفين شیخ بایزید بسطامی کی خدمت
میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اے خواجہ! اللہ تعالیٰ کا کونسا نام بزرگ ہے آپ
نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے سب نام بزرگ ہیں، خورد و کونسا ہے، خدا کے سبھی
نام بزرگ ہیں۔ لیکن دعا کا راستہ پاک ہونا چاہیے یعنی دل رَاتَ اللہ لَا
يَقْبَلُ الدُّعَاءَ مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ رُبَّ شَكٍّ اللہ تعالیٰ غافل دل
کی دعا کو قبول نہیں کرتا، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ الدُّعَاءُ بِدَلَا عَمَلٍ كَالْقَوْسِ
بِدَلَا وَتَرٍّ بغير عمل کے دعا ایسی ہے جیسے بے تانت کی کمان، تین دعائیں
ہیں جو کبھی رد نہیں ہوتیں۔ والدین کی دعا، مسافر کی دعا اور مظلوم کی دعا۔ اور

ہر آدمی رات کو یہ ندا آسمان سے آتی ہے۔

هَلْ مِنْ دَاعٍ فَيَسْتَجَابُ لَهُ وَهَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ
فَيَغْفِرُ لَهُ وَهَلْ مِنْ سَائِلٍ فَيُعْطِي مَسْأَلَتَهُ حَتَّى تَطْلُعَ
الشَّمْسُ۔

ترجمہ کیا کوئی دعا کرنے والا ہے کہ اس کی دعا قبول کی جائے اور کیا کوئی
بخشش طلب کرنے والا ہے کہ اسے بخشا جائے اور کیا کوئی سوالی ہے کہ اس کا سوال
پورا کیا جائے اور یہ آواز دن بگلتے تک برابر آتی رہتی ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مغلوں کی بلانیشا پور کے قریب پہنچ گئی۔ بادشاہ نے
کسی کو ایک درویش کے پاس بھیجا کہ دعا کرو۔ درویش نے کہا بلا نازل ہو چکی ہے
اب دعا کا وقت نہیں، اب رضا کا وقت ہے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ
عِلْمٍ لَا یَنْفَعُ وَقَلْبٍ لَا یَخْشَعُ وَبَطْنٍ لَا تَشْبَعُ وَدَعَاءٍ لَا تَسْمَعُ
ترجمہ۔ اے بار خدا یا میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں ایسے علم کی نسبت جو نفع نہ
دے اور ایسے دل کی نسبت جس میں خشوع نہ ہو اور ایسے پیٹ کی نسبت جو
کبھی سیر نہ ہو اور ایسی دعا کی نسبت جو سنی نہ جائے یعنی قبول نہ ہو۔ قطعہ

نخستی در دعا مکن اہمال از دعا التماس را وہ شود

ہر در سے را کہ آسمان بندد بطلب دعا کشا وہ شود

ترجمہ۔ اے نخستی دعا میں کوتاہی نہ کر کیونکہ دعا ہی سے خواہش پوری ہوتی ہے

جو دروازہ کہ آسمان بند کر دے وہ دعا کی چابی سے کھل جاتا ہے۔

حصن حصین۔ آداب دعائیں سے بعض کو

دعا کے آداب

رکعت کا درجہ حاصل ہے اور بعض کو شرط کا اور ان

کے علاوہ کچھ ایسے ہیں جن کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور کچھ ایسے ہیں جن کے کرنے سے روکا گیا ہے اور وہ سب متناہس ہیں۔

آداب دعائیں ہیں۔ (۱) کھانے پینے پھننے اور کمانے میں حرام چیزوں سے

پرہیز کرنا۔ (۲) اخلاص (۳) دعا سے پہلے کچھ نیک عمل کرنا اور سختی کے وقت

اپنی کی ہوئی نیکی یاد کرنا (۴) پاک صاف ہونا (۵) وضو کرنا (۶) قبلہ کی طرف منہ

کرنا (۷) دعا سے پہلے نماز پڑھنا (۸) دوزانو بیٹھنا (۹) دعا کے اول و آخر اللہ

کی حمد و ثنا کرنا (۱۰) اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دعا سے پہلے درود

بیچنا (۱۱) دونوں ہاتھوں کا پھیلاتا (۱۲) دونوں ہاتھوں کا اٹھانا (۱۳) ہاتھ

موٹھوں کے برابر اٹھانے چاہئیں۔ (۱۴) دونوں ہاتھوں کو گھلا رکھنا (۱۵)

دعا مانگتے وقت باادب رہنا (۱۶) فروتنی دعا جزی کرنا (۱۷) فروتنی اور عاجزی

کے ساتھ ذلت و مسکنت کا اظہار کرنا۔ (۱۸) دعا کے وقت اپنی نگاہ آسمان

کی طرف نہ اٹھائے (۱۹) اللہ سے اس کے اسمائے ذاتی اور صفاتی کا واسطہ

دے کر مانگے (۲۰) دعائیں بے تکلف قافیہ بندی سے پرہیز کرے (۲۱) دعائیں

خوش الحانی کے ساتھ گاتا نہ گائے (۲۲) انبیاء علیہم السلام کے وسیلہ سے دعا

مانگے۔ (۲۳) اللہ کے نیک بندوں کا واسطہ دے (۲۴) آواز پست کرنا۔

(۲۵) گناہ کا اعتراف کرنا (۲۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صمیم ماثورہ دعاؤں

کا اختیار کرنا کیونکہ آپ نے کسی غیر کے بتانے کی حاجت نہیں رکھتی۔ (۲۷)

جامع دعائیں اختیار کرنا (۲۸) اپنی ذات سے دعا کی ابتدا کرے اور اپنے والدین اور مومن بھائیوں کے لئے دعا کرے (۲۹) اگر امام ہو تو تنہا اپنے لئے دعا نہ مانگے (۳۰) عزم و یقین کے ساتھ دعا مانگے (۳۱) انتہائی رغبت و اشتیاق سے دعا مانگے (۳۲) کوشش و محنت سے حضور قلب کے ساتھ تہ دل سے دعا کرے اور اچھی امید رکھے (۳۳) ایک ہی دعا بار بار مانگے (۳۴) ایک ہی دعا کے بار بار پڑھنے کا ادنیٰ درجہ کم از کم تین بار کہنا ہے (۳۵) دعائیں اصرار و مبالغہ کرے (۳۶) گناہ اور قطع رحمی کی دعا نہ کرے (۳۷) جو چیز ازل سے ہو چکی ہے اس کی دعا نہ کرے (۳۸) معدوم و محال امر کے بارے میں حد سے تجاوز نہ کرے (۳۹) رحمت خداوندی کو تنگ نہ کرے (۴۰) اپنی تمام حاجتیں مانگے (۴۱) دعا کرنے اور سننے والے آئین کہیں (۴۲) دعا سے فارغ ہونے کے بعد اپنے دونوں ہاتھ منہ پر پھیرے (۴۳) اس قدر جلدی نہ کرے کہ قبولیت میں دیر سمجھے یا یہ کہنے لگ جاتے کہ میں نے دعا کی تھی قبول نہیں ہوئی۔

دعا منجملہ ادویہ کے ایک نہایت مفید

الدعاء والد (حافظ ابن قیم جوزی)

دوا ہے اور وہ ہر قسم کی مصیبت اور

بلا کی دشمن ہے اور اس کی مدافعت اور مقابلہ میں اس کو پورا پورا دخل ہے اور

اہل ایمان کے لئے مصیبت کے وقت ایک مضبوط ہتھیار کا کام دیتی ہے۔ چنانچہ

صحیح حاکم میں بروایت حضرت علی رضی اللہ عنہ ہے کہ جناب پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا الدعاء

سلاح المؤمن و عہد الدین و نور السبوت و الارض یعنی

دعا ایمان دار کے لئے ایک ہتھیار اور دین کا ستون اور زمین و آسمان کا نور ہے۔

اور مصیبت کے مقابلہ پر اس کے تین حالات ہیں اول یہ کہ دعا مصیبت کے وقت قوی تر ہو جسے وہ روک دیتی ہے۔ دوم یہ کہ مصیبت کی نسبت کمزور ہو۔ اس صورت میں مصیبت غالب آتی ہے اور آدمی اس میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ مگر بابر جو کمزور ہونے کے مصیبت کے زور کو کم کر دیتی ہے۔ سوم یہ کہ ہر دو وقت میں برابر ہوں۔ اس صورت میں ہر دو آپس میں مقابلہ کرتی ہیں اور صحیح حاکم میں بروایت حضرت عائشہ صدیقہ مروی ہے کہ جناب پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا لا یغنی حذر من قدر والدعاء ینفع مما نزل ومما لم یزل وان البلاء ینزل فلیلقاہ الدعاء فیعتلجان الی یوم القیامۃ۔ یعنی خدا کے ارادہ یا حکم سے بچنا کچھ مفید نہیں ہو سکتا، اور دعا اس مصیبت کے لئے جو نازل ہو چکی ہے اور اس مصیبت کے لئے جو ابھی نازل نہیں ہوئی مفید ہے۔ اور مصیبت نازل ہو کر دعا سے ملتی ہے اور قیامت تک ہر دو آپس میں مدافعت کرتی ہیں۔ اور نیز صحیح حاکم میں بروایت ابن عمر مروی ہے کہ جناب پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا الدعاء ینفع مما نزل ومما لم یزل فعلیکم عباد اللہ بالدعاء یعنی دعا مصیبت نازلہ اور غیر نازلہ ہر دو کے لئے مفید ہے، سو اے بندگان خدا ہر حالت میں تم دعا کو لازم پکڑے رہو اور نیز صحیح حاکم میں بروایت ثوبان مروی ہے کہ جناب پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا لا یرد القدر الا الدعاء ولا یزید فی العمر الا البر وان الرجل لیمر الذرق بالذنب یرصیبہ یعنی حکم یا ارادہ الہی کو بجز دعا کے کوئی چیز نہیں روک سکتی اور زندگی کو بجز نیکی کے کوئی چیز نہیں بڑھا سکتی

اور آدمی گناہ کی وجہ سے آنے والے رزق سے محروم رکھا جاتا ہے۔

اور مفید ترادویہ میں سے ایک بات یہ ہے کہ دعائیں پورا پورا اقرار اور
الحاج کیا جائے۔ سنن ابن ماجہ میں بروایت ابو ہریرہؓ مروی ہے کہ جناب پیغمبر
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا من لم یسأل اللہ یغضب علیہ یعنی جو
شخص اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے اور
صحیح ماکم میں بروایت حضرت انسؓ مروی ہے لا تعجزوا فی السدعاء فانہ
لا یهدک مع السدعاء احد یعنی دعا سے مت روکو کیونکہ دعا کے ہوتے
ہوئے کوئی شخص ہلاک نہیں ہوتا۔ اور اوذاعی عن الزہری عن عروہ عن عائشہ رضی اللہ عنہم
فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ یحب المحین
فی السدعاء یعنی اللہ تعالیٰ دعائیں اصرار کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور
امام احمد کتاب الزہد میں بروایت قتادہ عن موریؓ لکھتے ہیں کہ میں نے ایماندار آدمی
کی صحیح مثال اس شخص کو پایا ہے جو سمندر میں ایک تختہ چوب پر سوار ہو اور یارب
یارب کر کے پکار رہا ہو اس خیال پر کہ اللہ تعالیٰ اس کو درخت ہلاکت سے بچا
لے گا۔

اور منجد ان آفتوں کے جو اثر دعا کو روکتی ہیں ایک یہ بھی ہے کہ آدمی حصول
مطلب کے لئے جلدی کرے اور جاہل دعا میں توقف معلوم کر کے تھک جائے
اور دعا کرنا چھوڑ دے۔ اور اس کی مثال بعینہ یہ ہے کہ کوئی شخص بیج بوئے یا
کوئی درخت لگائے اور وہ اس کی ہر طرح خبر گیری کرتا رہے اور اس کے پکنے
یا میوہ دار ہونے میں ایک مہلت دراز کو معلوم کر کے اس کی تربیت سے کنارہ کش

ہو جائے۔

صحیح بخاری میں بروایت حضرت ابو ہریرہؓ مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دعا قبول کی جاتی ہے بشرطیکہ انسان جلد بازی کر کے یہ نہ کہنے لگ جائے کہ میں دعا کی اور وہ قبول نہ ہوئی۔ اور

صحیح مسلم میں بروایت حضرت ابو ہریرہؓ مروی ہے کہ آدمی کی دعا ہمیشہ قبول کی جاتی ہے جب تک کہ وہ کسی گناہ یا قطع رحم کی بابت دعا نہ کرے بشرطیکہ وہ جلد بازی نہ کرے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ جلد بازی کے کیا معنی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ آدمی یوں کہنے لگ جائے کہ میں نے بار بار دعا کی مگر اسے قبول ہوتے نہیں دیکھا، پس تھک کر رہ جائے اور دعا کو چھوڑ دے۔ اور

مسند امام احمد میں بروایت انسؓ مروی ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ آدمی ہمیشہ بھلائی کے ساتھ رہتا ہے جب تک کہ وہ جلد بازی نہ کرے۔ صحابہؓ نے عرض کیا جلد بازی کیسے ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ یوں کہنے لگ جائے کہ میں نے خدا کو پکارا مگر اس نے میری نہ سنی۔

جب دعا کے ساتھ کامل حضور قلب ہو اور اپنے مطلوب پر پوری پوری توجہ کی جائے اور منجملہ ان اوقات ذیل کے جو قبول دعا کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں کوئی ایک وقت ہو۔

(۱) رات کا آخری تیسرا حصہ۔

(۲) اذان اور نیر اذان و اقامت کے مابین۔

(۳) اسٹے نماز در یغہ کے بعد۔

(۴) جمعہ کے دن امام کے منبر پر چڑھنے سے نماز ادا کرنے کے وقت تک

(۵) جمعہ کے دن عصر کی نماز سے غروب آفتاب تک۔

اور پورا خشوع و خضوع کیا جائے اور اپنی ذلت اور کمزوری اور عجز و انکسار کو
محسوس کرے۔ اور ہر دو ہاتھ اٹھا کر سب سے اول اللہ تبارک و تعالیٰ کی ثنا اور
حمد کہے۔ پھر درود شریف پڑھے۔ پھر گناہوں سے توبہ و استغفار کرے اس کے
بعد اپنے آپ کو اللہ کی جناب میں حاضر سمجھ کر نہایت عجز سے اپنی حاجت کو پیش
کرے اور پیش کرتے وقت دلی میں امید و رحمت اور خوف و عذاب ہر دو کو ملحوظ
رکھے۔ اور اپنی حاجت کے ساتھ خداوند کریم کے اسماء و صفات اور توحید کو یاد
بار زبان پر لائے اور ضروری سے کہ دعا کرنے سے پہلے کچھ صدقہ دے اور
جب اس طریق پر دعا کی جائے تو یقیناً رد نہیں ہوگی اور خصوصاً جب کہ ادعیہ
مآثورہ یعنی وہ دعائیں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدہ علیحدہ امور کے
لئے مروی ہیں پڑھی جائیں کیونکہ ان میں قبولیت کی توقع زیادہ ہے یا اس لئے
کہ ان میں اسم اعظم پایا جاتا ہے۔

مجموعہ ان کے ایک وہ دعا ہے جو سنن اور صحیح ابن حبان میں بروایت عبد اللہ
بن بربہ عن ابیہ مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک
شخص کو یوں کہتے سنا اللہم انی استملک باقی اشہد انک انت
الذی لا اله الا انت الاحد الصمد الذی لم یلد و لم

يُؤَكِّدُ وَكَمَيْكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس شخص نے خداوند کریم کے اسم کے ذریعہ سے اپنی حاجت طلب کی ہے کہ جب اس کو ایسے کہہ کر حاجت طلب کی جائے تو خدا اس کو پورا کر دیتا ہے اور اگر اس کو پکارا جائے تو وہ اس پکار کو قبول کرتا ہے۔

ایک اور روایت میں بالفاظ لقَدْ سَأَلْتُ اللَّهَ بِاسْمِهِ الْأَعْظَمِ مروی ہے اور صحیح ابی حاتم ابن حبان میں بروایت انس بن مالک مروی ہے کہ وہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں بیٹھے تھے اور ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا۔ اُس نے نماز کے بعد یہ دعا پڑھی اللھم انی اسئلتک بانک الحمد لا الہ الا انت المنان بیدایع السموات والارض یا ذو الجلال والاکرام یا حی یا قیوم۔ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص نے خدا تعالیٰ کے اسم اعظم کے ذریعے حاجت طلب کی ہے کہ جب اس کو ایسے کہہ کر پکارا جائے تو وہ اس پکار کو قبول کرتا ہے اور جب حاجت طلب کی جائے تو پوری کر دیتا ہے۔ ان ہر دو احادیث کا امام احمد نے بھی اپنی مسند میں ذکر کیا ہے۔ اور

جامع ترمذی میں بروایت اسمائت یزید مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اسم اعظم ان آیتوں میں ہے۔

(۱) وَاللَّهُ كُتُبُهُ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ۔

(۲) سُوْرَةُ آلِ عِمْرَانَ کا شروع۔ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ۔

ترمذی نے اس حدیث کو صحیح لکھا ہے اور مسند امام احمد اور صحیح حاکم میں

بروایت ابو ہریرہؓ و انس بن مالکؓ و ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہم مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انطوا یا ذوالجلال والا کرام یعنی ذوالجلال والا کرام سے چٹ جاؤ۔ مطلب یہ ہے کہ اسے ہمیشہ پکڑے رہو۔ اور جامع ترمذی میں بروایت ابو ہریرہؓ مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب کوئی امر عظیم پیش آجاتا تو آسمان کی طرف سر اٹھا کر اور جب دعائیں زیادہ مبالغہ کرتے تو فرماتے۔ یا حیا یا قیوم۔

نیز ترمذی شریف میں بروایت انس بن مالکؓ مروی ہے کہ جب آپ کو کوئی مصیبت کا سامنا ہوتا تو آپ فرمایا کرتے یا حیا یا قیوم۔
برحمتک استغیت۔ ۴ اور

صحیح حاکم میں بروایت ابی امامہؓ مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم قرآن مجید کی تین سورتوں میں ہے بقرہ آل عمران اور طہ۔ قاسمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے تلاش کرنے کے بعد معلوم کیا کہ وہ اسم صرف آیۃ الحی القیوم ہے۔ اور

جامع ترمذی اور صحیح حاکم میں بروایت سعد بن ابی وقاصؓ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت یونس علیہ السلام کی دعا جب کہ وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے یہ تھی۔ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ

یہ وہ دعا ہے کہ کوئی مسلمان اس کے ذریعے خدا سے التجا نہیں کرتا مگر کہ یقیناً اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ ترمذی میں اس کو حدیث حسن صحیح لکھا ہے

اور نیز صحیح حاکم میں بروایت سعد مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آیا میں تمہیں آگاہ کروں ایک چیز پر کہ جب تم میں سے کسی پر کوئی مصیبت نازل ہو تو اس چیز کے ذریعہ سے خداوند کریم اس مصیبت کو رفع کر دے۔ ۵۵

مذکورہ بالا دعائے یونس علیہ السلام کی۔

نیز صحیح حاکم میں سعد سے مروی ہے کہ انہوں نے جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا تھا کہ آیا میں تمہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کے اسم اعظم کا پتہ دوں۔ وہ اسم اعظم وہی یونس علیہ السلام کی دعا ہے۔

ذکر کی فضیلت

قرآن مجید کی بے شمار آیتوں سے ذکر کی فضیلت ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **اذْكُرْكُمْ** (تم ہماری یاد میں لگے رہو کہ ہمارے ہاں بھی تمہارا ذکر خیر ہوتا ہے) **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ** **ذِكْرًا كَثِيرًا**۔ (مسلمانو! کثرت سے اللہ کو یاد کرو)۔
سفیان ابن عیینہؒ فرماتے ہیں مجھے حدیث قدسی پہنچی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے اپنے بندوں کو ایسی چیز دی ہے اگر جبرئیل اور میکائیل کو دیتا

توان کو بڑی نعمت دیتا اور وہ یہ آیت ہے۔ "خَاذِكُرُوْنِیْ اَذْكُرْكُمُ"
 علامہ امام غزالیؒ کی مشہور تصنیف احیاء علوم الدین میں ثابت بنانی
 سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا میں جانتا ہوں جس وقت میرا پروردگار مجھے یاد
 کرتا ہے۔ لوگوں نے متعجب ہو کر پوچھا یہ آپ کیونکر جانتے ہیں؟ انہوں نے کہا جب
 میں اس کو یاد کرتا ہوں تو وہ بھی مجھے یاد کرتا ہے۔

علامہ شیخ علی متقیؒ نے لکھا ہے۔ ذکر یہ ہے کہ انسان کو غفلت و نسیان سے
 نجات حاصل ہو جائے اور حق جلّ علی کے ساتھ حضور قلب کا دوام میسر آجائے
 اور ہمیشہ دل و زبان سے اللہ کا نام جاری رہے۔ افضل تو یہ ہے کہ ذکر دل و زبان
 دونوں سے ہو، اور اگر ایک سے ہو تو دل سے ذکر کرنا افضل ہے۔ علامہ امام
 نوویؒ نے بھی شرح مسلم میں اسی طرح فرمایا ہے، ذکر خواہ اسم ذات ہو یا اسم
 یا حکم یا فعل کا ہو برابر ہے اور اس میں قاری، حافظ، متکلم، محدث، فقیہ،
 مفتی، مدرس و واعظ سب شامل ہیں۔

حصن حصین (حدیث قدسی) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندہ
 کے گمان کے ساتھ ہوں جو وہ میرے متعلق رکھتا ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے
 تو میں اپنی رحمت نصرت سے اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر وہ مجھے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو دل میں یاد
 کرتا ہوں اور اگر وہ مجلس میں یاد کرتا ہے تو میں اس کے بہتر مجلس میں اس کو یاد کرتا ہوں (بخاری - مسلم - ابن ماجہ)
 کیا میں تمہیں تمہارا بہترین عمل نہ بتلاؤں؟ جو تمہارے پروردگار کے نزدیک
 سب سے ستھرا ہے اور تمہارے جنت کے درجات میں سب سے بلند ہے
 اور وہ تمہارے لئے دنیا میں سونے اور چاندی کے خرچ کرنے سے بہتر ہے

اور نیز تمہارے لئے اس بات سے بہتر ہے کہ میدان جنگ میں دشمن سے تمہارا مقابلہ ہو اور وہ تمہاری گردنیں کاٹیں اور غم ان کی گردنیں کاٹو، صحابہؓ نے عرض کیا ہاں بلائیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ اللہ کا ذکر ہے۔
(ترمذی، ابن ماجہ)

ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اسلام کے احکام مجھ پر بہت ہو گئے ہیں مجھے ایسی چیز بتا دیجئے جس پر میں اعتماد اور بھروسہ کر لوں۔ آپؐ نے فرمایا تیری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہے۔ (ترمذی، ابن حبان)

حضرت معاذ بن جبلؓ کہتے ہیں آخری بات جس پر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا ہوا یہ تھی کہ میں نے عرض کیا اللہ کو سب سے پیارا عمل کونسا ہے؟ آپؐ نے فرمایا وہ یہ ہے کہ تم دنیا سے اس حال میں رخصت ہو کہ تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا جتنا ہر سکے تقوٰے اختیار کرو۔ ہر پتھر اور درخت کے پاس اللہ کو یاد کرو اور جو کچھ بُرائی کی ہو اُس کی اللہ ہی سے توبہ کرو، پوشیدہ گناہ کی پوشیدہ توبہ، ظاہری گناہ کی ظاہری توبہ (طبرانی فی الکبیر)

اگر ایک آدمی کی گود میں دہم ہوں جن کو وہ تقسیم کر رہا ہو اور دوسرا محض اللہ کا ذکر کرتا ہو تو ذرا اس سے افضل والے ہے۔ (طبرانی)

ہر آدمی کے دل میں دو مکان ہیں، ایک میں فرشتہ رہتا ہے دوسرے میں شیطان۔ جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے، اور

جب ذکر نہیں کرتا تو شیطان اپنی چونچ اس کے دل میں رکھ دیتا ہے اور دوسرے
ڈالتا ہے۔ (ابن ابی شیبہ)

شرح - دوسری حدیث میں آتا ہے حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں سے ہر ایک کے دو ساتھی
مقرر کئے گئے ہیں ایک جن دوسرا فرشتہ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ
کے لئے بھی؟ فرمایا میرے لئے بھی! لیکن اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی اور وہ
جن مسلمان ہو گیا۔ اب مجھے نیکی ہی کا حکم دیتا ہے۔

مرفاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ ایک عارف نے اللہ سے درخواست
کی کہ اے شیطان کے دوسرے کی کیفیت دکھلا دے تو خواب میں اس بزرگ نے
دیکھا کہ شیطان بائیں شانہ کی ہڈی کے نیچے چھری کی سی سوڈ لے بیٹھا ہے اور اسی
سوڈ کو آدمی کے دل میں رکھ کر اس کو دوسرے میں ڈالتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ بن
زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پانچ چیزوں کا حکم دیا کہ وہ خود ان پر عمل کریں اور
بنی اسرائیل سے بھی کرائیں اور آپ نے پوری حدیث بیان فرمائی یہاں تک
کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ
تم اللہ کا ذکر کرو کیونکہ ذکر کی مثال اُس شخص کی سی ہے جس کے پیچھے دشمن دوڑتا
ہو انکلا اور اس نے ایک مضبوط قلعہ پر پہنچ کر اپنے آپ کو بچا لیا، اسی طرح بندہ
اپنے آپ کو بغیر ذکر خداوندی کے شیطان سے نہیں بچا سکتا رتزی، ابن حبان،
حاکم

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب آدمی اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب اللہ کا ذکر نہیں کرتا تو واپس اپنی جگہ آ جاتا ہے اور دوسرے ڈالتا ہے۔

بخاری شریف: فرمایا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ حق سبحانہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میرا بندہ میری نسبت جس طرح کا گمان رکھے گا میں بھی اُس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کروں گا یعنی جو لوگ اللہ پاک سے رحمت و مغفرت کا گمان پیدا کریں گے وہ بخشے جائیں گے اور جو اللہ پاک سے بدگمان ہوں گے اُن کے معاملات خراب ہوں گے۔ پھر ارشاد ہوا کہ جو بندہ مجھے چپکے چپکے مخفی طور سے یاد کرے گا میں بھی اسی طرح مخفی طور سے یاد کروں گا اور جو بندہ مجھے جمع اور مجلسوں میں بیٹھ کر یاد کرے گا میں بھی فرشتوں کے جمع اور مجلسوں میں یاد کروں گا، پھر میری مجلس اُس کی مجلس سے بڑی اور بہتر ہوگی، اور جو بندہ نیک عمل یا نیک خیال کے ذریعہ سے میری طرف تھوڑا سا متوجہ ہوگا میں اُس سے زیادہ اُس کی طرف نظر رحمت فرماتا ہوں گا، پھر اگر وہ میری طرف اور زیادہ آتا ہے میں اُس کی طرف دو حصے زیادہ نظر رحمت کے ساتھ توجہ کرتا ہوں، جو میری طرف تھوڑا تھوڑا سا آہستہ آہستہ چل کر آتا ہے میں اُس کی جانب جلد جلد نظر رحمت متوجہ ہوتا ہوں خاذ کرونی اذ کرے تم مجھے تھوڑا سا یاد کرو میں تمہیں بہت سا یاد کروں گا۔

مسلم شریف: فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اللہ پاک نے بہت سے فرشتے ایسے پیدا کئے ہیں کہ وہ ہر جگہ ذکر الہی کی مجلسوں کی تلاش

کہتے پھرتے ہیں جب کہیں کوئی موقع نظر آتا تو پھر اور فرشتوں کو آواز دیتے ہیں کہ اے
 فرشتو! ادھر آؤ یہاں تمہارا مطلوب موجود ہے، پھر تودہ سب کے سب زمین سے
 آسمان تک جمع ہو کر اپنے پروں سے اس مجلس پر سایہ کرتے ہیں، پھر آخر تک اسی
 طرح کھڑے ذکر الہی سنتے ہیں۔ ادھر مجلس ختم ہوئی ادھر وہ فرشتے آسمان پر پہنچے
 اُس وقت رب العزت کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے کہ فرشتو تباؤ تم کہاں سے
 آئے ہو۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ الہی تیرے بندوں کے پاس سے آئے ہیں جو
 زمین پر ہیں۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے میرے بندے کیا کرتے تھے۔ عرض
 کرتے ہیں الہی تیری یاد میں مشغول تھے اور جناب باری کی بڑی بڑی خوبیاں بیان
 کرتے تھے۔ پھر اللہ پاک فرماتا ہے کیا انہوں نے مجھے دیکھ لیا ہے جو میری تعریف
 کرتے تھے۔ عرض کرتے ہیں کہ دیکھا تو نہیں۔ تب اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے
 کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو، عرض کرتے ہیں الہی اگر وہ مجھے دیکھ لیں
 تو اور بھی بے حد و حساب عبادت الہی میں مصروف ہو جائیں۔ تب اللہ پاک فرماتا
 ہے کہ اے میرے فرشتو! تم گواہ رہو تم نے ان سب کو بخشا۔ پھر ایک فرشتہ کہتا ہے
 کہ الہی ایک شخص بڑا گنہگار ادھر سے راستہ پر چلا آ رہا تھا، مجلس کا یہ ہنگامہ دیکھ کر وہ
 بھی ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اُس کے لئے کیا ارشاد ہے۔ تب رب العزت فرماتا
 ہے فرشتو! اس کو بھی بخش دیا کیونکہ ذکر الہی کرنے والے لئے بلند مرتبے کے لوگ
 ہیں کہ ان کی صحبت میں بیٹھنے والا بھی محروم نہ جائے گا۔

روض الریاحین شیخ عبدالواحد نے جناب باری میں عرض کیا تھا کہ
 الہی جنت میں جو لوگ میرے رفیق ہوں گے ان کی زیارت مجھے یہاں بھی نصیب کرے

بہاؤ ہوا کہ ان میں سے ایک تو میمونہ سودا ہے اس کو جا کر دیکھ لو۔ حضرت
 شیخ عبدالواحد پوچھتے پوچھتے اس گاؤں میں پہنچے جہاں میمونہ رہتی تھیں۔ وہاں
 معلوم ہوا کہ وہ جنگل میں بکریاں چرانے گئی ہیں۔ ان کو چونکہ از حد شوق ملاقات
 تھا وہیں جنگل میں جا پہنچے۔ دیکھا کہ میمونہ ایک درخت کے نیچے نماز پڑھتی ہیں۔
 اور بکریاں اور بھیڑیٹے جلے پھرتے ہیں اور چرتے ہیں۔ یہ حیرت سے
 دیکھتے رہے۔ میمونہ نے سلام پھیر کر فرمایا کہ اے عبدالواحد ملاقات کی جگہ جنت
 ہے دنیا نہیں ہے یہاں کیسے آئے؟ آپ نے عرض کیا کہ جو ہوا سو ہوا، مگر
 یہ تو بتا دیجئے کہ آپ کی بکریوں سے بھیڑیوں نے کب سے صلح کر لی۔ میمونہ
 نے کہا جب سے میں نے اللہ پاک سے صلح کر لی تب سے ہر شے نے مجھ سے
 صلح کر لی ہے یہاں تک کہ میری بکریوں سے بھیڑیوں نے صلح کر لی۔ شیخ عبدالواحد
 محبت الہی اور یاد الہی کا بہت بڑا سبق میمونہ سے لے کر واپس چلے آئے
 التزخیب والترہیب۔ ابی النخارق روایت کرتے ہیں کہ جناب
 محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے شبِ معراج میں ایک
 شخص کو عرش الہی کے قریب نور کے دریا میں ڈوبا ہوا دیکھا۔ عرض کیا کہ الہی
 یہ کوئی فرشتہ ہے؟ حکم ہوا کہ نہیں۔ یہ کوئی نبی ہے؟ فرمایا کہ نہیں۔ الہی پھر
 کون ہے؟ ارشاد ہوا کہ ایک مسلمان ہے جس کی زبان دنیا میں ہر وقت یاد الہی
 میں جاری تھی اور دل میں ہر وقت مسجد اور نماز کا خیال رکھتا تھا۔
 حکایت۔ شیخ منظر سعدی ایک بزرگ ہیں جو اللہ جل شانہ کے عشق و
 شوق میں ساٹھ برس تک روتے رہے۔ ایک شب خواب میں دیکھا کہ یا ایک

نہرے جس میں خالص مشک بھرا ہوا ہے اس کے کناروں پر موتیوں کے
درخت سونے کی شاخوں والے لہلہا رہے ہیں وہاں چند نو عمر لڑکیاں پکار پکار
کر اللہ کی تسبیح میں مشغول ہیں۔ انہوں نے پوچھا تم کون ہو؟ تو لڑکیوں نے دو
شعر پڑھے جن کا مطلب یہ تھا کہ ہم کو لوگوں کے معبود اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کے پروردگار نے ان لوگوں کے واسطے پیدا فرمایا ہے جو رات کو اپنے
پروردگار کے سامنے اپنے قدروں پر کھڑے رہتے ہیں اور اپنے اللہ سے مناجات
کرتے رہتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دنیا میں جو لوگ
خدا کی یاد کرتے ہیں وہ فرشتوں کے نزدیک ایسے روشن دکھائی دیتے ہیں
جیسے کہ تم کو تارے روشن دکھائی دیتے ہیں اور حدیث قدسی میں ہے کہ جو
مجھ سے ایک باشت قریب ہوتا ہے میں اس سے ایک گز قریب ہوتا ہوں
اور جو مجھ سے ایک گز قریب ہوتا ہے میں اس سے بہت ہی قریب ہوتا ہوں۔
اور جو میرے پاس چل کر آتا ہے تو میں اس کے پاس دوڑ کر آتا ہوں اور جو مجھ
سے زمین بھر خطا لے کر ملتا ہے اس حال میں کہ وہ مجھ کو دُحْدُہ لَا شَرِیکَ
لَکَ سمجھتا ہے تو میں زمین بھر مغفرت لے کر ملتا ہوں۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب تم کسی بلا کو دیکھو تو حق تعالیٰ سے
خیر اور عافیت مانگو۔ لہذا جن کو آفت اور بلا نے گھیر لیا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو
اللہ کی یاد سے غافل ہیں۔

حق تعالیٰ ان فرشتہ صفت لوگوں کی تعریف کرتا ہے جو ہر حال میں خدا

کی یاد کرتے ہیں خواہ کھڑے ہوں، بیٹھے ہوں یا لیٹے ہوں۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے دل ذاکر ہیں کیونکہ زبانی ذکر ہمیشہ نہیں ہو سکتا اور دلی فکر میں کچھ فتور واقع نہیں ہوتا۔ اپنی باخدا لوگوں کو اہل تصوف کہتے ہیں۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ اگر تمہیں اپنی مجلس کی جلالت اور مٹھاس کی ضرورت ہو تو اہل تصوف کی مجلس اختیار کرو کہ ان کے نورانی حلقوں اور نورانی مجلسوں میں حق تبارک و تعالیٰ کی غائص محبت کے چشمے انسان کے اندر جاری کئے جاتے ہیں جس کی قدر و قیمت وہی جانتے ہیں جنہیں ذکر الہی کی توفیق عطا ہو چکی ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اپنی غذا کو اور اپنے کھانے کو نماز کے ساتھ گلاؤ اور ذکر الہی کے ساتھ گلاؤ۔ اور ادنیٰ درجہ ذکر الہی کا یہ ہے کہ دو رکعت نماز پڑھے یا سو بار سبحان اللہ کہے یا کھائے کے بعد ہر مرتبہ کوئی سورت ہی پڑھ لیا کرے کہ کھانے کے بعد ذکر الہی نہ کرنے سے دل سخت ہو جاتا ہے اور جب ذکر الہی کے بغیر سو جاتا ہے تو دل میں ظلمت اور اندھیرا چھا جاتا ہے اور دل کی زمین سخت ہو جاتی ہے۔ لہذا کھانے کے بعد جب خدا کی یاد کی جاتی ہے تو ذکر الہی کے انوار اس کے کھانے کو نور سے متورک دیتے ہیں اور اس کے خیال میں نورانی کاموں کی چاہت پیدا ہو جاتی ہے، ورنہ ایک قسم کی سیاہی اور نجاست پھیل جاتی ہے۔

خزانہ جلالی میں ہے کہ روح بادشاہ ہے اور عقل روح کی وزیر ہے اور روح کا لشکر خوف خدا ہے۔ اب اس کے خلاف دوسری طرف نفس بادشاہ ہے اور نفس کا وزیر شیطان ہے اور نفس کا لشکر حرص و ہوا ہے۔ ان دونوں

میں ہمیشہ لڑائی ہوا کرتی ہے۔ اگر ہم روح کو اس کی روحانی غذا یعنی ذکر الہی سے تروتازہ کرتے رہے تب یہ روح اپنے وزیر اور لشکر کے ساتھ نفس اور شیطان اور حرص و ہوا پر غالب آجائے گی جس کے باعث خیر و برکت کے تمام امور، شریعت پاک کے مبارک احکام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری افعال اور ظاہری فرمان غلوں، دل سے بلا تکلف ادا ہوا کریں گے۔ اور اگر ہم نے اپنی روح کو اس کی روحانی غذا نہ دی یعنی نماز اور ذکر الہی اور دُود سے بے پروائی کی اور شریعت پاک کے احکام کی پروا نہ کی اور ہمیشہ حسم کی پرورش کی اور اس کی تروتازگی ہی کی دیکھ بھال کرتے رہے تب نفس بد اور شیطان اور حرص و ہوا اپنی روح پر اور عقل پر اور خوف خدا پر غالب آکر آخرت کے دردناک عذاب کا مستحق ٹھہر دے گی، اور دل پر ایسی سیاہی اور نجاست چھا جائے گی کہ نماز اور صلوٰۃ اور تسبیح اور تہلیل کا ذوق و شوق اور اُلفت کا نور دل سے دور ہو جائے گا۔

اربعمین امام غزالیؒ احق تعالیٰ شائد ارشاد فرماتا ہے: اللہ کا کثرت سے ذکر کرنا کہ فلاح پاؤں اور حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا ذکر جہاد اور صدقات اور خیرات سب سے افضل ہے۔ (ابن شاہین) اس سے معلوم ہوا کہ ذکر اللہ سے بہتر کوئی عمل نہیں ہے۔ ذکر الہی کے لئے ایک مغز اور تین پوست ہیں اور مغز تو مقصود بالذات ہے مگر پوست اس لئے مقصود اور محبوب ہیں کہ وہ مغز تک پہنچنے کے ذرائع اور اسباب ہیں پہلا پوست صرف زبان سے ذکر کرنا ہے اور دوسرا پوست قلب سے ذکر کرنا اور جبراً تکلف اس کا خوف ہونا

یاد رکھو کہ قلب کو اپنی حالت پر چھوڑنا نہ چاہیے کیونکہ اس کو تفکرات و تخیلات
 میں پڑنے سے پریشانی ہوتی ہے۔ لہذا مناسب ہے کہ اس کی مرغوب شے
 یعنی ذکر الہی اس کے حوالے کر دی جائے تاکہ اس کو اطمینان حاصل ہو جائے
 تیسرا پوست یہ ہے کہ ذکر الہی قلب میں جگہ کر لے اور ایسا کر جائے کہ اس کا چھڑانا
 دشوار ہو جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے درجہ میں جس طرح قلب کو ذکر
 کی عادت ڈالنے میں دقت پیش آتی ہوئی تھی اس تیسرے درجہ میں قلب سے
 ذکر اللہ کی عادت چھڑانا اس سے زیادہ دشوار ہو۔ چوتھا درجہ جو مغز اور مقصود
 بالذات ہے وہ یہ ہے کہ قلب میں ذکر کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے بلکہ
 مذکور یعنی حق تعالیٰ کی ذات ہی ذات رہ جائے کہ نہ قلب کی طرف توجہ
 رہے نہ ذکر کی جانب التفات اور نہ اپنی خبر ہو نہ کسی دوسرے کی غرض
 ذات بحث میں استغراق ہو جائے۔ اس حالت کا نام فنا ہے اور اس حالت
 پر پہنچ کر بندہ کو نہ اپنی ظاہری حس و حرکت کا علم ہوتا ہے اور نہ باطنی عوارض کا۔
 پہاننگ کہ اپنے فنا ہو جانے کا بھی علم باقی نہیں رہتا کیونکہ فنا ہو جانا بھی تو
 خدا کے علاوہ دوسری ہی چیز ہے اور غیر اللہ کا خیال میل کچیل اور کدورت
 ہے۔ پس فنا کا علم بھی اس درجہ میں پہنچ کر کدورت اور بعد ہوا یہی وہ حالت
 ہے جس میں اپنے وجود کے فنا کے ساتھ خود فنا سے بھی فنا ثبوت ہوتی ہے
 ایسی محویت سمجھ میں آنی مشکل ہے بلکہ بظاہر ناممکن اور دعویٰ بلا دلیل
 معلوم ہوگا، لیکن اگر تم کو کسی حسین صورت پر عاشق ہونے یا کسی عاشق صادق
 کے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہوگا تو اس حالت کو بھی دشوار نہ سمجھو گے۔ کیا حسن پرست

فریقہ انسان اپنی معشوقہ کے فکر اور خیال میں ایسے محو و مستغرق اور بے خود نہیں ہو جاتے کہ بسا اوقات زبان سے کوئی بات کرتے ہیں اور اس کو خود بھی نہیں سمجھتے، پاؤں ڈالتے کہیں ہیں اور پڑتا کہیں ہے۔ ان کے سامنے سے آدمی گزر جاتا ہے حالانکہ ان کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں مگر وہ ان کو نظر نہیں آتا۔ دوسرے شخص اُن سے بات کرتا ہے مگر سنتے ہی نہیں۔ اگر ان سے پوچھا جائے کہ کیوں بھائی کیا دیکھا اور کیا سنا؟ تو وہ کچھ بھی جواب نہیں دے سکتے۔ پس معلوم ہوا کہ ان کو ایسی محویت ہو گئی کہ اپنی محویت کا بھی ان کو علم نہیں رہا، کہ دیوانے بن گئے اور ایسے دیوانے بنے کہ اپنی دیوانگی کی بھی خبر نہیں رہی، جنوں ہو گئے اور اپنے جنوں کی بھی اطلاع نہیں۔ یہ سب اسی معشوقہ مطلوبہ محبوبہ کے خیال میں مستغرق ہو جانے کا اثر ہے۔ اس کو بھی جانے دیجئے اس سے بھی آسان طریقہ سے فنا کی فنائیت سمجھ میں آ سکتی ہے، دیکھو تم کو اپنی آبرو اور مال کے ساتھ محبت ہے۔ پس اگر خدا نخواستہ کسی دشمن کی طرف سے تمہارے مال یا آبرو پر حملہ ہو تو اس کے غصہ اور طیش میں جو کچھ تمہاری حالت ہوگی اس پر غور کرو کہ وہ کیسی بے خودی کی حالت ہے۔ ظاہر ہے کہ غیظ و غضب میں نہ تم کو اپنی خبر رہتی ہے اور نہ دوسرے کی اور تم ایسے بے خود ہو جاتے ہو کہ اس وقت تم کو اپنی بے خودی کا بھی احساس نہیں رہتا۔ پھر بھلا اگر کوئی بندہ اپنے مولا کے خیال میں ایسا محو ہو جائے کہ خود فنا سے فنا اور بے خود ہو جائے تو کیا تعجب ہے؟ ہم نے یہ مثالیں سمجھانے کی غرض سے بیان کر دی ہیں ورنہ اصل بات تو یہی ہے کہ جس وقت خدا کے فضل سے اس حالت پر پہنچو گے تو فنا بیت اور

فناء الفنا کی اصل حقیقت اسی وقت معلوم کر سکو گے۔

عوادف المعارف۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کوئی صبح اور کوئی شام ایسی نہیں ہے مگر یہ کہ زمین کے بقعے ایک دوسرے کو پکارتے ہیں۔ آیا تیرے اوپر کوئی شخص گزرا جس نے تیرے اوپر نماز پڑھی یا اللہ کا ذکر کیا، تو بعض کہتے ہیں کہ ہاں اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں، تو جس وقت کہا کہ ہاں تو یہ بقعہ جان لیتا ہے کہ اس بقعہ کو میرے اوپر اس وجہ سے فضیلت ہے، اور کوئی بندہ نہیں جس نے زمین کے کسی ایک بقعہ پر اللہ کا ذکر کیا یا اُس پر اللہ کے واسطے نماز ادا کی مگر یہ کہ وہ بقعہ اُس کی شہادت کے لئے اس کے پروردگار کے سامنے آئے اور اُس پر مرنے کے روز روئے۔

عمران بن حصینؓ نے روایت کی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کا ہو رہا اللہ اس کو مایحتاج معیشت میں کفایت کرتا ہے اور اُس کو اس طرح روزی دیتا ہے جس کا وہ حساب نہیں کرتا اور جو شخص دُنیا کا ہو رہا، اُسے اللہ اسی دُنیا کے سپرد کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر آئینہ نیک مسلمانوں کے سبب اُس کے گھر کی اور ہمسایہ کے سو آدمیوں سے بلا دور ہوتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ فرمایا اگر اللہ کے بندے نماز پڑھتے اور بچے دودھ پیتے اور مویشی چرتے نہ ہوتے تو ہر آئینہ تمہارے اوپر اللہ سخت عذاب ڈالتا اور پھر خوب کوٹتا اور

پستیا۔ اور ابن عبد اللہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ ایک مرد کی صلاح اور نیکو کاری سے اُس کی اولاد اور اولاد کی اولاد اور گھر والوں اور ہمسایوں کو صاحب صلاح و فلاح کرتا ہے اور جب تک یہ شخص اُن میں رہے گا وہ ہمیشہ اللہ کی حفاظت اور پناہ میں رہیں گے۔

سلک السلوک۔ کہتے ہیں کہ بہشت میں ایک وادی ہے جب انسان ذکرِ الہی میں مشغول ہوتا ہے تو فرشتے اُس کے لئے اس وادی میں درخت لگاتے ہیں اور جب ذکرِ حق بند کر دیتا ہے تو وہ بھی درخت لگانا بند کر دیتے ہیں۔

ایک مرتبہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بوجہ متابعتِ سنتِ نبوی کے بال حجام سے کٹوا رہے تھے اور آہستہ آہستہ لب ہلا رہے تھے۔ حجام نے عرض کی جناب ایک لمحہ لبوں کو ساکن کرو، ایسا نہ ہو کہ میں کٹ جائیں۔ آپ نے فرمایا "یا دِ الہی سے ساکن ہونے کی نسبت ان کا کٹ جانا بہتر ہے۔" قطعہ

نخشی یادِ حق قوی چیز نیست

گفت بے ذکر جسد خاموشیت

ہر کہ از یادِ حق بزدل باشد

آن نہ یاد است آن فراموشیت

ترجمہ۔ اے نخشی یادِ الہی بہت بڑی قوت ہے، بے ذکر کی گفتگو محض خاموشی

ہے جو شخص یادِ حق سے غافل رہے وہ یاد نہیں بلکہ فراموشی ہے۔

مرصاد العباد۔
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے ذکر کی خصوصیت | اللہ تعالیٰ جل شانہ فرماتا

ہے "فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ" واذكروا الله كثيراً بکم
 تقدحون یعنی تم مجھے یاد کرو میں تجھے یاد کروں گا اور اللہ تعالیٰ کی یاد کثرت
 سے کرو شاید تمہاری بہتری ہو جائے۔

اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں افضل الذکر لا اله
 الا الله وافضل الدعاء الحمد لله یعنی سب ذکروں سے افضل
 ذکر لا اله الا الله کا ذکر ہے اور سب دعاؤں سے افضل دعا الحمد لله
 ہے۔

واضح رہے کہ سالکوں کو جو حجاب ہوتا ہے وہ نسیان کا نتیجہ ہے اور نسیان
 اس سبب سے ہوتا ہے کہ فطرت کے شروع میں جب روح کا وجود ظاہر ہوتا
 ہے تو اس سے اس کے وجود اور اللہ تعالیٰ کے درمیان دوگانگی ہو جاتی ہے اگرچہ
 روح نے حق تعالیٰ کو بیگانگی کے مقام میں جانا لیکن اس بیگانگی کو پہچانا نہیں سکتا
 کہ پہچان شہود سے ہوتی ہے اور شہود وجود سے ٹھیک نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ وجود
 کی ضد ہے والصد ان لا یجتمعان (ضدیں جمع نہیں ہو سکتیں) روح کا تعلق قالب سے
 اس واسطے تھا کہ جب نفس اور دل اس کے دو فرزند ہو جائیں تو شہود کے مقام میں
 جب روح اپنے وجود کو چھوڑ دے "اذا جاء الحق وذهق الباطل رجب
 سح آتا ہے تو جھوٹ زائل ہو جاتا ہے تو اس کے خلیفہ بن کر قائم مقامی کریں۔ یہ ایک
 بڑا عہد ہے جسے ہر شخص کی سمجھ نہیں پہنچ سکتی۔ اور حق تعالیٰ فرماتا ہے واذکروا لله اذنسیت یعنی

اللہ تعالیٰ کی یاد اس وقت کہ جب تو اپنے آپ کو بھول جائے۔ یعنی میرے ہوا ہے
 کو بھول کر پھر میری یاد کرتا کہ اس میں شرکت نہ پائی جائے۔ جب روح عالم ملک
 اور ملکوت سے پھر پھر اگر قالب میں آئی تو جس چیز کو دیکھا اسی کا ذکر اس میں رہا۔ اور
 اسی یاد کے موافق وہ ذکر حق سے باز رہی۔ بعض لوگوں کو مختلف چیزوں کی یاد کے
 حجاب اس قدر واقع ہوئے کہ انہوں نے حق تعالیٰ کو بالکل فراموش کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ
 نے بھی ان کو اپنی یاد سے فراموش کر دیا۔ سو اللہ غنی ہے۔ انہوں نے
 اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بھلا دیا۔ اس جب نسیان کے سبب
 حجاب پیدا ہوئے اور فی قلوبہم مرض کی بیماری کا سبب بھی یہی تھا۔
 اس کا علاج کرنے کے لئے بالعلاج بالصدق کے مطابق قرآنی شفا خانے سے
 اذکر اللہ ذکر اکتیدا کا شربت تجویز کیا گیا تاکہ ذکر کثیر سے نسیان کثیر کے
 حجابوں اور اس مرض کی آفت سے خلاصی پائے لیکن لا الہ الا اللہ کے
 ذکر کا اختصاص ظاہری وجہ سے تو اس واسطے ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا ہے افضل الذکر لا الہ الا اللہ لیکن باطنی طور پر اس میں حکمت ہے
 کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ایہ یصعد الکلم الطیب یعنی اس کی طرف پاک
 کلمات صعد کرتے ہیں اور کلمہ طیب لا الہ الا اللہ ہے یعنی اس کلمے کو بارگاہ
 کی طرف راہ حاصل ہے، اس واسطے کہ اس میں نفی اثبات کا کلمہ ہے اور نسیان کی
 بیماری کو نفی اثبات کی سجون سے دور کر سکتے ہیں۔
 اس واسطے کہ نسیان بھی نفی اثبات سے مرگب ہے
 جس میں ذکر حق کی نفی اور غیر حق کے ذکر کا اثبات شامل ہے پس نفی کے سر کے

اثبات کی شکریے کوئی سیکھیں گا سا شربت بنانا چاہیئے تاکہ نسیان کے صفر آدمی
 ادے کو دور کرے۔ لا الہ سے ماسوائے حق کی نفی کرتا ہے اور لا الہ سے
 حق تعالیٰ کا اثبات۔ جب اس علاج کو ہمیشہ کرتا ہے تو تدریج روح کا مرض جو
 ماسوائے حق سے تعلقات پیدا کرنے سے ہوتا ہے لا الہ کے شربت کے استعمال
 سے زائل ہو جائے گا اور نسیان کی بیماری کی تکلیف رفع ہو جائے گی اور سلطانِ الہ
 کے جمال کے سبب ذاکری صحتِ الہی پر دلوں کے پیچھے سے منہ دکھائے گی اور
 فا ذکر حق اذکر کمر کے وعدے کے مطابق حرف اور آواز کے لباس سے
 ذکر مجرّد ہو جائے گا اور عظمتِ الوہیت کے نور کی تجلی میں کل شیئی حاکم الہ
 وجہ ماسوائے اس کے چہرے کے تمام چیزیں ہلاک ہونے والی ہیں اکی حاکمیت
 ظاہر ہو جائے گی۔ اور ذکر روح کی ذاکری اور اس کے وجود سمیت اذکر کمر
 کے لا انتہا سمندر میں غرق ہو جائے گا اور ہلاک ہو جائے گا اور پھر اذکر کمر ہی
 ذاکری روح کی نیابت کریگا۔ یہاں پر پہنچ کر ذاکر، ذکر اور مذکور تینوں ایک ہو جائے
 ہیں اور اس مقام پر بے شکرت ذکر تھیب ہوتا ہے نہ

تاز خود بخود نہ از من و تو لمن الملک واحد القہار

”شہد اللہ انہ لا الہ الاہو“ کا بھید بھی اسی مقام پر ظاہر ہوتا
 ہے۔ اور یوسف بن الحسین رازی علیہ الرحمۃ کا اشارہ بھی جو فرماتے ہیں ”ما قال
 احد الا اللہ الا اللہ“ اسی مقام پر سمجھ میں آتا ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ مسلمانی
 کی بنا اس کلمے پر کیوں رکھی گئی ہے اور دوسرے کلمات پر کیوں نہ رکھی گئی۔ اس لئے
 کہ جب باطنی شرکت سے خلاصی سوائے اس کلمے کے حاصل نہیں ہو سکتی تو ظاہر کی

شکرت سے بھی سوائے اس کلمے کی صورت کے خلاصی حاصل نہیں ہو سکتی جیسا کہ
کسی بزرگ نے فرمایا ہے۔

آفریش را ہمہ پے کن بہ تیغ لا الہ

ما جہاں صافی شود سلطان الا اللہ را

اللہ تعالیٰ

بزرگ

۱/۱

۱/۱

۱/۱

۱/۱

۱/۱

۱/۱

۱/۱

اسمائے حسنی کے فضائل

حصن حصین۔ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنی جن کے ساتھ ہمیں دعا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، تنازعے نام ہیں جو شخص ان کو یاد کر لے گا وہ جنت میں داخل ہوگا (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، حاکم، ابن حبان) امام بخاریؒ نے یہ جملہ اس طرح روایت کیا ہے کہ کوئی شخص ان اسمائے حسنی کو یاد نہیں کرے گا مگر جنت میں داخل ہوگا۔ شرح۔ اسمائے حسنی یعنی اللہ کے پیارے ناموں کا حصر

تناوے ناموں ہی پر نہیں ہے، بلکہ اس کے علاوہ اور بھی نام ہیں، ان سے تو یہ مقصود ہے کہ ان ناموں کی جو خاصیت ہے انہیں ناموں کے ساتھ مخصوص کا لوازم التجوہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار نام ایسے ہیں جن کو سکے سوا کوئی نہیں جانتا اور ایک ہزار نام ایسے ہیں جن کو صرف فرشتے ہی جانتے ہیں اور ایک ہزار نام ایسے ہیں جو مسلمانوں کی زبان پر جاری و ساری ہیں، ان میں سے تین سو تورات میں، تین سو انجیل میں، تین سو زبور میں اور سو کلام اللہ میں مذکور ہیں، جن میں سے تناوے نام تو لوگوں پر ظاہر ہیں اور ایک نام پوشیدہ ہے اور وہی اسم اعظم ہے۔

حضرت ابو عبید اللہ سے منقول ہے کہ میں نے اللہ کے نام قرآن مجید میں تلاش کئے تو ایک سو تیرہ ملے مگر بعض بکڑے تھے جیسے غافر، غفور، غفار وغیرہ، مکررات حذف کرنے کے بعد تناوے ہی باقی رہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رَلِّہُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَاَدْعُوْا بِهَا (سورہ اعراف) یعنی اللہ کے سب ہی نام اچھے ہیں، تو اس کے نام لے کر اس کو (جن ناموں سے چاہو) پکارو۔

اللہ ذات واجب الوجود، معبود حقیقی کا نام ہے، یہ نام اس کی ذات کے علاوہ کسی دوسرے پر نہیں بول سکتے، وہ حقیقتہً نہ تجاوز آئے مگر دوسرے نام مجازاً اور بولے جاتے ہیں۔ اس وجہ سے یہ نام سب سے افضل و اعلیٰ ہے اور اسی لئے بعض حضرات نے اس کو اسم اعظم کہا ہے۔

بندہ کو چاہیے ان اسمائے حسنیٰ کے معنی اپنے اندر پیدا کرے اور ان اوصاف سے متصف ہو، ذیل میں اسمائے حسنیٰ کی شرح میں اس بات کو نصیب سے تعبیر

کیا جائے گا۔

لفظ "اللہ" تعلق کے لئے ہے نہ تعلق یعنی خلق پر کرنے کے لئے۔

نصیب یہ ہے کہ اس سے بگاڑ پیدا کرے، اپنا دل اس کی یاد میں مستغرق رکھے، اس کے سوا دوسرے کی طرف التفات نہ کرے، اس کے غیر سے کچھ امید نہ رکھے اور اس کے علاوہ کسی سے خوفزدہ نہ ہو۔

خاصیت :- جو اس نام کو ہزار بار پڑھے اس میں عزم و یقین کی قوت پیدا ہو جائے، اگر نماز کے بعد سو بار پڑھے تو باطن کشادہ ہو جائے اور کشف ہونے لگے۔
۲۔ "الرحمن" بخشنے والا، نہایت رحم والا۔

۳۔ "الرحیم" نہایت مہربان، دونوں مبالغے کے وزن ہیں مگر رحیم میں مبالغہ زیادہ ہے کیونکہ دنیا اور آخرت دونوں کی رحمت کو شامل اور صرف خدا کی مقدس ذات کے ساتھ مخصوص ہے۔

نصیب یہ ہے کہ مخلوقات پر مہربانی کرے اور نظر رحمت رکھے، اپنے رب کام اللہ کے سپرد کرے کہ وہی منعم حقیقی ہے، اس کے علاوہ کسی دوسرے سے مدد نہ چاہے، بُرائی کے دور کرنے میں سعی و کوشش کرے اور جہاں تک ہو سکے بلا غرض اور بلا عوض محتاجوں کی حاجت روائی کرے۔

خاصیت :- نماز کے بعد جو شخص "الرحمن الرحیم" کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دل سے غفلت، بھول اور سختی دور کر دیتا ہے اور جو ہر روز سو بار "رحیم" کہے تو تمام مخلوق اس پر مہربان ہو جائے۔

۴۔ "الملك" بادشاہ حقیقی، دونوں جہان اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ وہ

سب سے بے نیاز ہے، اور سب اس کے محتاج ہیں، ملک ملک سے انحصار
اور ابلیغ ہے، یعنی دونوں میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے یہی وجہ ہے کہ
ہر ملک کو ملک تو کہہ سکتے ہیں مگر ہر ملک کو ملک نہیں کہہ سکتے۔

نصیب: جب یہ معلوم ہو گیا کہ بادشاہ حقیقی اللہ ہے تو اسی کی درگاہ کا
غلام اور اسی کی گلی کا گدا بنے، اور اسی کی اطاعت و فرمانبرداری سے اپنی عزت
چاہے، اور سب سے بے نیاز ہو کر اسی کی قدرت اور تصرف سے رشتہ جوڑے
اس کے علاوہ کسی غیر سے نہ اپنی حاجت ظاہر کرے، نہ امید و خوف رکھے۔
ظاہر و باطن میں اپنا تصرف کرے، اور اعضا و جوارح کو اس کا مطیع بنائے، تاکہ
اپنے عالم وجود کا بادشاہ ہو بعض مشائخ سے کسی نے وصیت چاہی تو فرمایا کہ دنیا
اور آخرت کا بادشاہ ہو جا، یعنی اپنی حاجت اور خواہش کو دنیا سے منقطع کر کیونکہ
بادشاہی اور ملک رانی آزادی اور بے نیازی کا نام ہے۔

خاصیت: جو اس نام کو القُدوس کے ساتھ ملا کر ہمیشہ پڑھتا ہے اگر
صاحب ملک ہو تو اس کا ملک ہمیشہ باقی رہے اور اگر صاحب ملک نہ ہو تو
اس کا نفس اس کا فرماں بردار ہو جائے، اگر عزت و حرمت کے لئے پڑے
تو مجرب ہے۔

۵۔ "اَلْقُدُّوسُ" تمام عیبوں سے پاک۔

نصیب یہ ہے کہ اپنے علم کو برے خیالوں سے اور اپنے ارادوں کو بُرے
کی لذتوں سے پاک و صاف کرے۔

خاصیت: زوال کے وقت جو شخص اس نام کو پڑھے اس کا دل صاف ہوگا۔

اور نماز جمعہ کے بعد جو امن نام کو اَلْسَبْتُوح کے ساتھ ملا کر روٹی کے ٹکڑے پر لکھ کر کھائے خیریت و صحت ہو جائے اور دشمن سے بچنے کے لئے بھاگنے کے وقت جس قدر پڑھ سکے پڑھے۔ اگر مسافر راہ میں اس کی یاد دہانت کرے کبھی ماندہ اور عاجز نہ ہو، اگر تین سو انیس بار شیرینی پر پڑھ کر دشمن کو کھلائے تو نہر بان ہو جائے۔

۶۔ اَلْسَلَامُ تمام نقصانات سے محفوظ، یہ اصل میں مصدر ہے معنی سلامت، مگر یہاں سالم کے معنی میں ہے، یعنی وہ جس کی ذات ہر طرح کے عیب و نقصان سے سالم اور محفوظ ہے۔

نصیب یہ ہے کہ برے اخلاق اور بیمار کاموں سے محفوظ رہے۔

خاصیت۔ جو شخص اس اسم کو ایک سو پندرہ مرتبہ بیمار پر پڑھ کر دم کرے اللہ تعالیٰ اس کو صحت اور ثقا عطا فرمائے، اگر اس کو ہمیشہ پڑھتا رہے تو خوف سے نڈر ہو۔

۷۔ اَلْمُؤْمِنُ اپنے وعدہ میں سچا یا اپنے عذاب سے امن دینے والا۔

لفظ مؤمن کا ماخذ امن و امان ہے یا ایمان ہے۔ اگر امن و امان ہے تو مؤمن کے معنی ہوئے امن دینے والا، یعنی دنیا میں اسباب امن کا ہتیا کرنے والا یا عقبی میں نیکو کاروں کو عذاب سے امان میں رکھنے والا اور اگر ماخذ ایمان ہے تو مؤمن کے معنی ہوئے مصدق یعنی ایمانداروں کے ایمان کو یاد کرنے والا۔

نصیب یہ ہے کہ مخلوق خدا کو اپنی اور غیروں کی بُرائی سے مومن و محفوظ رکھے

خاصیت۔ جو کوئی اس اسم کو پڑھے یا اپنے ساتھ رکھے، اللہ تعالیٰ اس کو شیطان کی شر سے محفوظ رکھے گا اور کوئی اس پر قدرت نہ پلے گا۔ اور اس کا

سب سے بے نیاز ہے، اور سب اس کے محتاج ہیں، ملک ملک سے خاص
اور بالغ ہے، یعنی دونوں میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے یہی وجہ ہے کہ
ہر ملک کو ملک تو کہہ سکتے ہیں مگر ہر ملک کو ملک نہیں کہہ سکتے۔

نصیب: جب یہ معلوم ہو گیا کہ بادشاہ حقیقی اللہ ہے تو اسی کی درگاہ کا
غلام اور اسی کی گلی کا گدا بنے، اور اسی کی اطاعت و فرمانبرداری سے اپنی عزت
چاہے، اور سب سے بے نیاز ہو کر اسی کی قدرت اور تصرف سے رشتہ جوڑے
اس کے علاوہ کسی غیر سے نہ اپنی حاجت ظاہر کرے، نہ امید و خوف رکھے
ظاہر و باطن میں اپنا تصرف کرے، اور اعضا و جوارح کو اس کا مطیع بنائے، تاکہ
اپنے عالم وجود کا بادشاہ ہو بعض مشائخ سے کسی نے وصیت چاہی تو فرمایا کہ دنیا
اور آخرت کا بادشاہ ہو جا، یعنی اپنی حاجت اور خواہش کو دنیا سے منقطع کر کیونکہ
بادشاہی اور ملک رانی آزادی اور بے نیازی کا نام ہے۔

خاصیت: جو اس نام کو اللہ دوس کے ساتھ ملا کر ہمیشہ پڑھتا ہے اگر
صاحب ملک ہو تو اس کا ملک ہمیشہ باقی رہے اور اگر صاحب ملک نہ ہو تو
اس کا نفس اس کافراں بردار ہو جائے، اگر عزت و حرمت کے لئے پڑھے
تو مجرب ہے۔

۵۔ "اللَّهُ دُوس" تمام عیبوں سے پاک۔

نصیب یہ ہے کہ اپنے علم کو برے خیالوں سے اور اپنے ارادوں کو شر
کی لذتوں سے پاک و صاف کرے۔

خاصیت: زوال کے وقت جو شخص اس نام کو پڑھے اس کا دل صاف ہوگا

اور نماز جمعہ کے بعد جو اس نام کو اَلْسُبْحُوح کے ساتھ ملا کر روٹی کے ٹکڑے پر لکھ کر کھائے فرشتہ صفت ہو جائے اور دشمن سے بچنے کے لئے بھاگنے کے وقت جس قدر پڑھ سکے پڑھے، اگر مسافر راہ میں اس کی یاد دہانت کرے کبھی ناندہ اور عاجز نہ ہو، اگر تین سو اسی بار شیری پر پڑھ کر دشمن کو کھلائے تو مہربان ہو جائے۔
۶۔ "اَلْسَّلَامُ" تمام نقصانات سے محفوظ، یہ اصل میں مصدر ہے بمعنی سلامت مگر یہاں سالم کے معنی میں ہے، یعنی وہ جس کی ذات ہر طرح کے عیب اور نقصان سے سالم اور محفوظ ہے۔

نصیب یہ ہے کہ بڑے اخلاق اور بیکار کاموں سے محفوظ رہے۔
خاصیت۔ جو شخص اس اسم کو ایک سو پندرہ مرتبہ بیمار پر پڑھ کر دم کرے اللہ تعالیٰ اس کو صحت اور ثناء عطا فرمائے، اگر اس کو ہمیشہ پڑھتا رہے تو خوف سے نڈر ہو۔

۷۔ "اَلْمَوْمِنُ" اپنے وعدہ میں سچا یا اپنے عذاب سے امن دینے والا۔
لفظ مؤمن کا ماخذ امن و امان ہے یا ایمان ہے۔ اگر امن و امان ہے تو مؤمن بمعنی ہوئے امن دینے والا، یعنی دنیا میں اسباب امن کا ہتیا کرنے والا یا عقلی میں نیکو کاروں کو عذاب سے امان میں رکھنے والا اور اگر ماخذ ایمان ہے تو مؤمن کے معنی ہوئے مصدق یعنی ایمانداروں کے ایمان کو یاد کرنے والا۔

نصیب یہ ہے کہ مخلوق خدا کو اپنی اور غیروں کی برائی سے مامون و محفوظ رکھے
خاصیت۔ جو کوئی اس اسم کو پڑھے یا اپنے ساتھ رکھے، اللہ تعالیٰ اس کو شیطان کی شر سے محفوظ رکھے گا اور کوئی اس پر قدرت نہ پاسکے گا۔ اور اس کا

ظاہر و باطن حق تعالیٰ کی امان میں رہے گا اور جو بکثرت پڑھتا رہے تو مخلوق اس کی
مطیع و فرمانبردار ہو جائے گی۔

۸۔ "اَلْمُهَيِّمُ" نگہبان یا گواہ، اَلْمُهَيِّمُ کا لفظ وہی المہومن ہے۔

المہومن باب افعال سے ہے اور المہمین باب مفاعله سے تو المہمین

اصل میں المہومن تھا۔ دو تہرے ہمزہ میں قاعدہ یسین جاری کر کے اسے تی سے

بدل لیا اور پہلے ہمزہ کو ہ سے، معاً المومن اور المہمین ایک ہیں۔

نصیب یہ ہے کہ اپنے دل کا مراقب اور محافظ بنے اور اس کے احوال سے

اسرار پر مطلع ہو اور اپنے اچھے اوصاف پر غالب رہے۔

خاصیت۔ جو کوئی غسل کر کے اس اسم کو ایک سو پندرہ مرتبہ پڑھے تو چھپی

اور پوشیدہ چیزوں پر مطلع ہو، اور اگر ہمیشہ پڑھتا رہے تو تمام آفتوں سے محفوظ

رہے۔

۹۔ "اَلْعَزِيزُ" غالب، قوی، قادر، اصل میں عزیز اسے کہتے ہیں جس کی

بارگاہ میں آسانی پہنچنا ممکن نہ ہو۔

نصیب یہ ہے کہ اپنے نفس اور خواہشات نفسانی اور شیطان پر غالب ہو

اور حرص و طمع اور سوال و ذلت کے سبب سے اہل دنیا کے دروازہ پر اپنی آبروریزی

نہ کرے، اور اپنی حاجت اللہ کے سوا اور کسی سے ظاہر نہ کرے اور علم و عمل

اور عرفان میں بے مثل رہے۔

خاصیت۔ نماز فجر کے بعد جو اس اسم کو اکتائیس بار پڑھے، کسی کا محتاج نہ

ہو اور ذلت کے بعد عزت پائے اور اس اسم کی عجیب و غریب خاصیتیں ہیں۔

۱۔ ”الْحَبَّارُ“ بگڑی بنانے والا، زبردست، بڑا دباؤ والا، جبار مبالغے کا صیغہ ہے، جبر سے مشتق ہے اور جبر کے اصل معنی ہیں ٹوٹے ہوئے کو جوڑنا اور کسی کے حال کی اصلاح کرنا اور کسی کو زورِ غلبہ سے کسی کام پر آمادہ کرنا، پہلی صورت میں یہ اسمِ جمالی ہوگا اور دوسری میں جلالی۔

نصیب یہ ہے کہ اپنے نفس کے نقصانوں کو فضائل و کمالات کے حاصل کرنے سے درست کرے، اور اپنے نفس سرکش پر غالب ہو کر لزومِ تقویٰ اور دوامِ طاعت سے مرتبہ کمال کو پہنچے۔

خاصیت: جو کوئی مبعثاتِ عشر کے بعد اکیس باریہ اسمِ پڑھے ظالموں کے شر سے محفوظ رہے اور جو شخص ہمیشہ پڑھتا رہے۔ مخلوق کی عیب جوئی اور بدگمانی سے مامون رہے اور دولت اور سلطنت والا ہو جائے، اور اگر انگوٹھی پر نقش کر کے پہنے لباس کی ہیبت و خشونت لوگوں کے دلوں میں قائم ہو۔

مبعثاتِ عشر سے یہ دس چیزیں مراد ہیں جن کو بسم اللہ کے ساتھ سات سات مرتبہ پڑھا کرتے ہیں۔ الحمد، سورۃ فلق، سورۃ ناس، سورۃ اخلاص۔ سورۃ کافرون، آیت الکرسی، کلمہ تمجید، درود شریف اور یہ دعا۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْتَنِيْ صَغِيرًا۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِّجَمِيعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْيَاءُ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ اِنَّكَ مُجِيبُ الدَّعَوَاتِ يَا قَاضِيَ الْحَاجَاتِ وَيَا رَافِعَ الدَّرَجَاتِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اور یہ دعا۔ اَللّٰهُمَّ يَا رَبِّ افْعَلْ بِيْ وَبِهْدِمَا جَلَاءِيْ جَلًا

اِنِّی السَّادِّیْنِ وَالْمُسَدِّیْنَ وَالْاٰخِرَةَ مَا اَنْتَ لَهٗ اَهْلٌ وَلَا تَفْعَلْ
بِنَا، یَا مَوْلَانَا مَا یُحْنُ لَهٗ اَهْلٌ اِنَّكَ عَفُوٌّ رَحِیْمٌ
جَوَادٌ کَرِیْمٌ رَؤُوفٌ رَحِیْمٌ

۱۱۔ "اَنْتَ کَبِیْرٌ" بڑی عظمت و بزرگی والا، کبیر اور اشکبار کے معنی ہیں گردن
کرتا اور بزرگی ظاہر کرنا اور ایک لفظ ہے کبریا جس کے معنی ہیں بزرگی، یہاں
متکبر سے مراد ہے کمال بزرگی والا۔

نصیب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جناب پاک میں پہنچنے کے سوا اور پہنچنے
کے سامان کے سوا دنیا کی لذت کی تمام چیزوں کو بلکہ آخرت کی لذت چیزوں کو بھی
حقیر سمجھے اور دنیا اور اہل دنیا کی چکنی چیری چیزوں اور لذتوں کی طرف مائل نہ ہو
اور نہ ان کی کچھ قدر سمجھے کیونکہ انسان کی شان بہت بڑی ہے اور دین کا مرتبہ بہت
بلند ہے، اس لئے یہ زیبا نہیں کہ اپنے آپ کو بزرگ اور اپنی ذات کو بڑا جانے
خاصیت ہے۔ اگر اس اسم کو اپنی حلال منکوحہ سے صحبت کرنے سے پہلے
دس مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو فرزندِ رشید اور بزرگ عطا فرمائے اور ہر کام
کی ابتداء میں کثرت پڑھے تو مراد پائے۔

۱۲۔ "اَلْخَارِقُ" ہر چیز کا پیدا کرنے والا۔

۱۳۔ "اَلْبَارِئُ" ہر چیز کا موجد۔

۱۴۔ "اَلْمُصَوِّرُ" تمام مخلوقات کی طرح طرح کی صورتیں بنانے والا۔

خالق، باری، مصوِّر، قیوں، مترادف المعنی ہیں۔ یعنی تینوں کے معنی ہیں
پیدا کرنا، اختراع کرنا، مگر باعتبار استعمال ہر ایک کے ساتھ ایک خصوصیت جدا گانہ

مثلاً خلق مستعمل ہوتا ہے کسی چیز کے وجود میں لانے سے پیشتر اس کے اندازہ کرنے میں، اور بڑا ایجاد و پیدا کرنے میں، اور تصویر صورت بنانے اور ہیئت بخشنے میں، اور اس میں کچھ شک نہیں کہ جو چیز عدم سے وجود میں آتی ہے وہ محتاج ہوتی ہے اولاً اندازہ کرنے کی، ثانیاً صورت بنانے کی۔

نصیب یہ ہے کہ جب اوراد و وظائف سے فارغ ہو تو کوئی ایسا کام کرے جس سے اکل حلال حاصل ہو، خصوصاً وہ کام اختیار کرے جس کا اثر اس کی موت کے بعد بھی باقی رہے اور خلق خدا کو فائدہ پہنچے، مثلاً علم دین کی درس و تدریس یا تصنیف و تالیف وغیرہ۔

خاصیت جو شخص الخاق ہمیشہ پڑھتا رہے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو قیامت تک اس کے لئے عبادت کرتا ہے اور اس کا چہرہ منور فرماتا ہے، اور جو کوئی ہفتہ میں تنو بار الباری پڑھے تو حق تعالیٰ اس کو قبر میں نہیں چھوڑے گا بلکہ ریاض قدس کی طرف لے جائے گا، اور جس شخص کی بیوی بانجھ ہو تو سات روزہ روزہ رکھے اور افطار کے وقت اکیس بار المصنوع پڑھے اور پانی پر دم کرے پلائے تو انشاء اللہ اس کی بیوی حاملہ ہو جائے گی اور نیک فرزند جنے گی۔

۱۵۔ "الْعَفَّارُ" بہت بخشنے والا، مبالغہ ہے غافر اور غفور بھی مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس میں غفار کی بہ نسبت مبالغہ زیادہ ہے، اسی وجہ سے دونوں کو الگ الگ ذکر کیا گیا، غفار لیا گیا ہے غفران اور مغفرت سے جس کے معنی ہیں بخشنا مگر کبھی غفر معنی ستر بھی آتا ہے، اس وقت اس کے معنی ہوں گے گناہوں کا چھپانے والا۔

نصیب یہ ہے کہ لوگوں کے گناہ معاف کرے خطاؤں سے درگزر کرے

اور ان کی پردہ پوشی کرے اور عیب چھپائے۔

خاصیت: جو شخص نماز عصر کے بعد توبہ بار یا غفار غفری کہے تو اللہ تعالیٰ

اس کو بخشے ہوئے لوگوں کے زمرہ میں داخل کر دیتا ہے۔

۱۶ "الْقَهَّارُ" زبردست یا غلبہ رکھنے والا، تمام عالم اس کے قبضہ قدرت

کے نیچے عاجز و باند ہے۔

نصیب یہ ہے کہ اپنے سب سے بڑے دشمن نفس و شیطان پر غالب ہو۔

خاصیت: جو شخص اس اسم کو کثرت پڑھتا رہے اللہ تعالیٰ دنیا کی محبت

اس کے دل سے نکال دیتا ہے اور اس کا خاتمہ بخیر کرتا ہے اور خدا کی محبت اس کے

دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔

۱۷ "الْوَهَّابُ" بخشش عطا کرنے والا، بلا معاوضہ بہت دینے والا، وہب

اور مہبہ کہتے ہیں بخشنے اور عطا کرنے کو، مہبت، بخشش، وہاب مبالغہ ہے یعنی

کثیر الہبہ، واثم العطا۔

نصیب یہ ہے کہ اللہ کے واسطے اپنی جان و مال بلا غرض اور بلا معاوضہ

خرچ کرے۔

خاصیت: جو شخص فقر و فاقہ میں مبتلا ہو وہ اس اسم کو ہمیشہ پڑھتا رہے یا لکھ کر

اپنے پاس رکھ لے تو اللہ تعالیٰ اس سے فقر و فاقہ اس طرح دور فرمائے گا کہ

وہ حیران و متحیر رہ جائے گا۔ اور اگر کوئی نماز چاشت کے بعد آیت سجدہ پڑھ کر

سجدہ کرے اور سجدہ میں سات بار اس اسم کو پڑھے تو مخلوق سے بے پروا ہو جائے

اور اگر کسی قسم کی حاجت ہو تو رات کو گھر یا مسجد کے صحن میں تین بار سجدہ کر کے ہاتھ اٹھائے اور تسبیح بار اس کو پڑھے تو اس کی حاجت پوری ہو جائے۔
 ۸۔ "الرِّزْقُ" مخلوقات کو روزی پہنچانے والا، یہ بھی رزق کا مبالغہ ہے یعنی خدا تعالیٰ تمام مخلوق کو مناسب حال اور موافق حکمت روزی پہنچاتا ہے۔
 رزق کی دو قسمیں ہیں محسوس اور معقول، محسوس ابدان کے لئے اور معقول ارواح کے لئے۔

نصیب یہ ہے کہ خلق خدا کو روحانی اور جسمانی رزق سے نفع پہنچائے۔
 خاصیت: جو شخص صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد اور نماز فجر سے پہلے اپنے گھر کے چاروں کونوں میں دس دس بار اس اسم کو پڑھے تو اس کے گھر میں ہرگز بیماری اور مفلسی نہ ہو۔ پڑھتے وقت دل پہنے کتے سے شریع کرنا چاہیے اور قبلہ کی طرف منہ رکھنا چاہیے۔

۱۹۔ "اَنْفَتَاحُ" مشکل کشا یا بندوں میں حکم کرنے والا، فتح کے معنی کھولنے اور حکم کرنے کے ہیں۔ یعنی خدا تعالیٰ اپنی مخلوق پر رحمت اور علم و معرفت کے دروازے کھولتا ہے اور وہ خلائی میں حاکم علی الاطلاق ہے۔

نصیب یہ ہے کہ خلق خدا کی مشکلات حل کرے ان کے مصائب دور کرے۔
 خاصیت: جو شخص نماز فجر کے بعد دونوں ہاتھ سینہ پر باندھ کر ستر بار یہ اسم پڑھے تو اس کے دل سے بیاہی و زنگ دور ہو جاتا ہے، اور نور اور صفائی پیدا ہو جاتی ہے۔

۲۰۔ "اَلْعَلَمِیْمُ" بہت جاننے والا، ظاہر و باطن کا علم رکھنے والا، مبالغہ ہے

عالم کا یعنی خدا تعالیٰ طاہر و پوشیدہ بلکہ خطابتِ دل تک کا جاننے والا ہے۔
 نصیب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے علم کی زیادتی کی دعا کرے اور اس کے
 حاصل کرنے میں سعی و کوشش کرے۔

خاصیت: جو شخص بکثرت اس اسم کو پڑھتا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی
 مغفرت فرمادیتا ہے اور جو ذکر کے بعد "یا عالم الغیب" سو بار کہے تو صاحب کشف
 ہو جائے۔

۲۱۔ "اَلْقَابِضُ" ہر چیز کا روک دینے والا (بندوں کی روزی محدود کرنے والا)
 اور دل تنگ کرنے والا اور روح قبض کرنے والا (قبض و بسط دونوں باہم ایک
 دوسرے کی ضد ہیں، قبض کہتے ہیں تنگی و گرفتگی کو اور بسط فراخی و کشائش کو یعنی
 جس کی روزی چاہتا ہے تنگ کرتا ہے اور جس کی چاہتا ہے فراخ کرتا ہے)۔
 خاصیت: جو شخص چالیس روز اس اسم کو چار رقموں پر لکھ کر کھائے تو بھوک
 اور تیر کے عذاب سے محفوظ رہے۔

۲۲۔ "اَلْبَاسِطُ" ہر چیز کو کھولنے والا (بندوں کی روزی فراخ کرنے والا)
 قبض و بسط کے یہ معنی بھی ہیں کہ سوتے میں لوگوں کی رو میں قبض کرتا ہے اور بیدار
 کے وقت بسط کرتا ہے۔

نصیب ان دونوں اسموں سے یہ ہے کہ بندوں کا دل خوفِ الہی سے تنگ
 کرے اور بیانِ وسعتِ رحمت اور فضلِ لا متناہی سے اس کو فراخ کرے۔

خاصیت: جو شخص سحر کے وقت ہاتھ اٹھا کر دل میں دس بار اس اسم راہب
 کو پڑھے اور منہ پر ہاتھ پھیرے تو کبھی اس بات کا محتاج نہ ہوگا کہ کسی سے کچھ مانگے

۲۳۔ "الْخَا فِضٌ" زنا فرمانوں کو پست کرنے والا۔

۲۴۔ "السَّارِخُ" زنا برداروں کو بلند کرنے والا۔

خفّض ضد ہے رفع کی، کیونکہ خفّض کہتے ہیں پست کرنے کو اور رفع بلند کرنے کو، خدا کے خافض و رافع ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ اپنے فرمانبرداروں کو قرب کی دولت عطا فرما کر انہیں بلند کرتا اور زنا فرمانوں کو بارگاہِ عالی سے دور کر کے پستی میں ڈالتا ہے۔

نصیب یہ ہے کہ اہل باطل سے نفرت اور دشمنی رکھتے اور ان سے مل کر باطل کو مٹائے اور اس کی بیخ کنی کی کوشش کرے، اور اہل حق سے محبت اور تعلق رکھتے اور ان کے ساتھ مل کر اسلام کو بلند کرے اور اس کے پھیلانے کی پوری پوری سعی کرے۔

خاصیت۔ جو شخص تین روزے رکھے اور چوتھے روز ایک مجلس میں ستر بار الخافض پڑھے تو دشمن پر فتیاب ہو اور جو شخص ہر مہینہ کی چودھویں رات کو اسی رات میں السَّارِخُ ستر بار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو خلافت سے برگزیدہ، تونگر اور بے نیاز فرمائے۔

۲۵۔ "الْمُعِزُّ" عزت دینے والا۔

۲۶۔ "الْمُذِلُّ" ذلیل کرنے والا۔

اعزاز کہتے ہیں عزیز کرنے کو اور اذلال، خوار و ذلیل کرنے کو، یعنی خدا جسے چاہتا ہے عزیز کرتا ہے دنیا میں توفیقِ طاعت دے کر اور عقوبی میں علوم مرتبت اور نعمِ جنت عطا فرما کر، اور جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے دنیا میں توفیقِ طاعت

سلب کر کے اور آخرت میں اسفل السافلین میں داخل کر کے، حضرت امام غزالیؒ کا قول ہے کہ ان لفظوں کے معنی یہ ہیں کہ خدا جسے چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چین لیتا ہے۔

نصیب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو علم و معرفت کی دولت سے سرفراز فرمایا ہے ان کی قدر و منزلت کرے اور جن کو اللہ تعالیٰ نے کفر و گمراہی کے سبب سے ذلیل و خوار کیا ہے ان کو حقیر سمجھے اور ذلیل کرے۔

خاصیت: جو شخص شب و دو شنبہ یا جمعہ کو نماز مغرب کے بعد ایک سو چالیس مرتبہ **اَلْمُعِزُّ** پڑھے تو لوگوں کی نظر میں اس کی حیثیت اور وقار قائم ہو، اور وہ اللہ کے علاوہ کسی سے نہ ڈرے، جو شخص کسی ظالم حاسد سے ڈرتا ہو تو پچتر بار **اَلْمُدَّالِی** پڑھے اور سجدہ میں جا کر کہے کہ یا اللہ فلاں ظالم کی شر سے محفوظ رکھ تو اللہ تعالیٰ اس کے شر اور برائی سے بچائے گا۔

۲۷۔ **اَلشَّامِیُّ** بہت سننے والا۔

۲۸۔ **اَلْبَصِیْرُ** بہت دیکھنے والا۔

نصیب یہ ہے کہ خلاف شرع کسی بات کہنے اور کسی چیز کے دیکھنے اور کسی چیز کے سننے سے احتراز کرے اور اللہ تعالیٰ کو اپنی تمام حرکات و سکنات پر حاضر و ناظر مانے۔

خاصیت: جو شخص جمعرات کے بعد چاشت کے بعد **اَلشَّامِیُّ** پانچ سو بار اور ایک قول کے مطابق تین سو بار پڑھے اور پڑھتے وقت بات نہ کرے اور اس کے بعد دعا مانگے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ اور جو شخص جمعرات دن فجر کے فرض

اور سنتوں کے درمیان صحیح عقیدہ سے تنوع مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو نظر خالص سے سرفراز فرماتا ہے۔

۲۹۔ "اَلْحَكَمُ" مخلوقات کا حاکم

نصیب یہ ہے کہ فیصلے کرنے اور حکومت کرنے میں عدل و انصاف برستے

اور اپنے نفس پر منصف اور حاکم بنا رہے۔

خاصیت۔ جو شخص جمعہ کی رات یہ اسم اس قدر پڑھے کہ بے خود ہو جائے تو

اللہ تعالیٰ اس کے باطن کو اپنے بھیدوں کی کان بنا دیتا ہے۔

۳۰۔ "اَلْعَدَلُ" منصف یعنی فیصلہ میں ظلم نہ کرنے والا، یہ ضد ہے ظلم کی اور

کبھی استقامت اور اعتدال اور ایک چیز کو ایک چیز کے برابر کرنے کے معنی میں

بھی آتا ہے، مطلب یہ ہے کہ خدا جو ر و ظلم سے منفرہ ہے کیونکہ ملک غیر میں نصرت

کرنے کو ظلم کہتے ہیں اور عالم میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی ملک سے خارج ہو

نصیب یہ ہے کہ خلق اور حق کے معاملات میں انصاف کرے۔

خاصیت۔ جو شخص جمعہ کے دن اس اسم کو بنس لقموں پر لکھ کر کھائے تو اللہ تعالیٰ

مخلوقات کو اس کا مطیع کر دیتا ہے۔

۳۱۔ "اَللَّطِيفُ" باریک بین، لطف کہتے ہیں کسی کام میں نرمی کرنے کو اور

کبھی نیکی کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے، لطیف کے معنی باریک بین کے بھی ہیں۔

نصیب یہ ہے کہ خلق خدا کو اس کے معبود حقیقی کی طرف نرمی و شفقت کے

ساتھ بلائے۔

خاصیت۔ جو شخص فقر و فاقہ میں مبتلا ہو یا تنہائی میں کوئی مونس نہ ہو، یا بیماری

میں غمخوار نہ ہو۔ یا لڑکی کے لئے رشتہ نہ ملتا ہو تو وہ اچھی طرح سے وضو کرے اور دو گانہ پڑھ کر اس اسم کو اپنے مطلب کی نیت سے تئو بار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے مقصد میں کامیاب کر دیتا ہے۔

۳۲۔ ”الْخَبِيرُ“ آگاہ، دانا، عالم، عارف، خبر سے مشفق ہے اور خبر کے معنی ہیں آگاہی کے، خبر آگاہ اور دانا، یعنی ملک و حکومت میں کوئی چیز متحرک و ساکن نہیں ہوتی اور زمین و آسمان میں کوئی ذرہ مضطرب و مطمئن نہیں ہوتا اور کون و مکان میں کوئی سانس نہیں لیتا مگر خدا نے تعالیٰ اس سے خبردار ہوتا ہے۔

نصیب یہ ہے کہ دین و دنیا کے کاموں میں باخبر اور باریک بین ہو۔ خاصیت جو شخص خواہشات نفسانی میں مبتلا ہو وہ بکثرت اس اسم کو پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس سے چٹکارا عطا فرما دیتا ہے۔

۳۳۔ ”الْحَسِيمُ“ نہایت بردبار، حلم، آہستگی اور بردباری۔ علیم اسے کہتے ہیں جو مغضوب الغضب نہ ہو اور انتقام لینے میں جلدی نہ کرے بلکہ باوجود اقتدار کے عفو و درگزر سے کام لے، خدا کو علیم اس لئے کہا کہ وہ گنہگار بندوں کی تادیب و تعذیب میں جلدی نہیں کرتا۔

نصیب یہ ہے کہ بد بختوں، ذلیلوں، کمینوں کی ایذا رسانی پر تحمل کرے اور زیرکوں کی تکلیف دہی میں بردباری سے کام لے۔

خاصیت جو شخص اس اسم کو گاند پر لکھ کر دعوئے اور اس کا پانی اپنی کھیتی میں پھیرے تو اللہ تعالیٰ اس کی کھیتی کو آفت سے محفوظ رکھے گا۔

۳۴۔ "الْعَظِيمُ" اپنی ذات و صفات میں بزرگ و برتر، عظیم و بزرگ ہونا خواہ کسی اعتبار سے بھی ہو۔

نصیب یہ ہے کہ اپنی بہت رکھے اور دنیا کی طرف مائل نہ ہو اور کوئین کی سلطنت کو اللہ تعالیٰ کی عظمت کے مقابلہ میں حقیر سمجھے اور وہ کمالات حاصل کرے جن سے اس کی قدر بڑھے۔

خاصیت۔ جو شخص اس اسم کو بلا ناغہ جس قدر ہو سکے پڑھتا رہے تو لوگوں کی نظروں میں عزیز اور بزرگ ہو جاتا ہے۔

۳۵۔ "الْغَفُورُ" بہت بخشنے والا، غفار کے معنی میں ہے اور دونوں مبالغے کے صیغہ ہیں۔ مگر غفور میں زیادہ مبالغہ ہے یعنی جو بڑے بڑے گناہ بخشے اور اس کی بخشش اتم و اکمل ہو، دوسرے معنی یہ ہیں کہ بندوں کے گناہ اعمال ناموں سے محو کر دے یعنی حساب نہ لے یا دنیا میں پردہ ناکش نہ کرے کیونکہ مغفر کے معنی مٹانے اور چھپانے کے بھی آیا کرتے ہیں۔

نصیب یہ ہے کہ لوگوں کے گناہ معاف کرے، خطاؤں سے درگزر کرے اور ان کی پردہ پوشی کرے اور عیب چھپائے۔

خاصیت۔ جو شخص کسی مرض مثلاً تپ اور درد سر وغیرہ اور رنج و غم میں مبتلا ہو تو اس اسم کو کاغذ پر لکھے اور اس کا نقش روٹی سے جذب کر کے کھالے اللہ تعالیٰ اس کو مرض سے شفا اور غم و الم سے نجات دے گا اور اگر اس کو کثرت پڑھے تو اس کے دل سے رنگ و سیاہی دور ہو۔ صحیح حدیث میں ہے کہ جو کوئی سجدہ کرے اور سجدہ میں یَا رِبِّ اغْفِرْ لِي تین بار کہے تو حق تعالیٰ

اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرادیتا ہے۔

۳۶۔ "الشُّكُودُ" بڑا قدر شناس۔

نصیب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اس طرح شکر ادا کرے کہ تمام نعمتوں کو اس کی طرف سے جانے، اور ہر عضو کو جس واسطے پیدا کیا ہے اس میں مصروف رکھے۔

خاصیت: جس شخص کو معاش کی تنگی ہو، یا دل میں کدورت ہو، یا آنکھ میں تاریکی ہو، تو اس اسم کو اکتالیس مرتبہ پانی پر دم کر کے پی لے اور آنکھ پر ملے اللہ تعالیٰ اس کو شفا اور نجات دے گا۔

۳۷۔ "الْعَبْرِي" بہت اونچا بڑا بلند مرتبہ، مشتق ہے علو سے اور علو کہتے ہیں بلندی کو اور جگہ کے بلند ہونے کو، اور کبھی بلندی پر چڑھنے اور کسی چیز کے اوپر ہونے کو بھی علو کہتے ہیں اور اس کی دو قسمیں ہیں حسی اور عقلی، حسی جیسے ایک جسم کا دوسرے جسم پر ہوتا اور عقلی جیسے ایک چیز کا دوسری چیز سے فوق المرتبہ ہوتا۔ خدا تعالیٰ چونکہ سب سے بلند ہے اور مرتبے میں سب سے بالا تر اس لئے اسے علی کہتے ہیں۔

نصیب یہ ہے کہ اپنی طاقت علم و عمل کے حاصل کرنے میں صرف کرے

تاکہ اپنے ہم جنسوں میں ممتاز رہے۔

خاصیت: جو کوئی اس اسم کو ہمیشہ پڑھتا رہے یا اپنے پاس رکھے اگر

خوار اور بے قرار ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کو بزرگی عنایت فرمائے گا اور اگر فقیر ہوگا

تو اس کو لونگر کر دے گا۔ اور اگر سفر میں سرگردان ہوگا تو اس کو وطن مالوف میں

پہنچا دے گا۔

۳۸۔ ”اَلْکِبَادُ بَرٌّ بَرِّکَ“ ایسا بڑا جس سے بڑا کوئی متصور نہیں ہو سکتا۔
نصیب یہ ہے کہ اپنی طاقت علم و عمل کے حاصل کرنے پر خرچ کرے تاکہ
اپنے ہم غسول میں معزز و ممتاز رہے۔

خاصیت: جو شخص اس اسم کو بکثرت پڑھے وہ بزرگ اور عالی مرتبت ہو۔
اگر حکام اور والیان ملک اس پر مداومت کریں تو تمام لوگ ان سے خوفزدہ ہوں
اور مہلتیں بخوبی گزر ہوں۔

۳۹۔ ”اَلْحَفِیْظُ“ محافظ، نگہبان، حفظ کہتے ہیں نگاہ رکھنے والے کو۔ اور
خدا تعالیٰ چونکہ تمام مخلوق کو آفت و بلا سے محفوظ رکھتا ہے اس لئے اسے
حفیظ کہتے ہیں۔

نصیب یہ ہے کہ اپنے آپ کو ظاہر و باطن کی مہلکات یعنی گناہوں سے
محفوظ رکھئے۔

خاصیت: جس شخص کو ڈوبنے یا جلنے یا زخمی ہونے کا خوف ہو یا پریوں کا
وہم اور گھبراہٹ ہو یا حرام نگاہوں سے ڈرتا ہو تو اس اسم کو لکھ کر اپنے بازو پر
باندھ لے۔ انشاء اللہ ان چیزوں سے مامون رہے گا۔

۴۰۔ ”اَلْمُقِیَّتُ“ مخلوقات کو قوت یعنی روزی پہنچانے والا، ماخوذ ہے قوت
سے اور قوت کہتے ہیں اس خورش کو جو بدن انسان کے قیام کا باعث ہو، اقامت
کے معنی قوت دینا اور کبھی مقیت تو اتنا، اور گواہ، اور حاضر اور نگاہ رکھنے والے
کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔

نصیب یہ ہے کہ غریبوں، مسکینوں اور محتاجوں کو کھانا کھلائے۔ مہمانوں کی مہمان لوانی کرے، بھٹکے ہوؤں کو راہ بتائے۔

خاصیت۔ اگر کسی غریب کو دیکھے یا خود کو غربت پیش آئے یا بڑے کا بد خوئی کرے یا بہت روئے تو سات بار خالی آنچورے پر اس اسم کو پڑھ کر دم کرے، پھر اس میں پانی ڈال کر خود پئے یا دوسروں کو پلائے تو اپنا مقصد حاصل ہو۔ اگر کسی روزہ دار کو روزہ کی وجہ سے ہلاک ہونے کا خوف ہو تو اس کو پھول پر دم کر کے سونگھے۔ انشاء اللہ اس کو اتنی طاقت و قوت ہو جائے گی کہ وہ روزہ باسانی رکھ سکے گا۔

۴۱۔ ”التَّحْسِبُ“ بہت ہی کافی، بڑا حساب لینے والا۔ محاسب کے معنی ہیں اور احساب کہتے ہیں کسی چیز کا کافی ہونا، اور بعض علماء کہتے ہیں کہ محاسب کے معنی ہیں بے جیسے جلسے یعنی مجالس کے اور ندیم مناد کے یعنی خدا تعالیٰ قیامت کے روز ساری مخلوقات کا حساب لے گا۔

نصیب یہ ہے کہ غریبوں اور محتاجوں کی حاجت روائی کرے اور اپنے نفس کا محاسبہ کرے۔

خاصیت۔ جو شخص چور، دشمن، برے ہمسایہ یا نظر بد گئے سے ڈرے تو آٹھ دن تک صبح و شام تشرم مرتبہ حَبَّی اللہ التَّحْسِبُ پڑھے اور جمعرات سے شروع کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کو ان چیزوں کی شر سے محفوظ رکھے گا۔

۴۲۔ ”الْجَبَلِیلُ“ بڑا بزرگ قدر، جلال اور جلالت کہتے ہیں بزرگ قدر ہونا اور نیز بزرگی کو۔ پھر اصطلاح حدیث میں صفات تہریر کے ظہور آثار کو جلال کہتے ہیں۔

اور صفاتِ لطیفہ کے پہرہ آفتاب کو جمال، اور بوسے میں آفتاب کے گلاب اسماں جلاں
ہیں اور فلاں جمالی۔

نصیب یہ ہے کہ اپنے نفس کو اچھی اور عمدہ صفات سے آراستہ کرے۔
خاصیت۔ جو شخص اس اسم کو مشک اور زعفران سے لکھ کر اپنے پاس رکھے
یا دھو کر پئے تو تمام لوگ اس کی عزت و عظمت کریں۔

۳۳۔ ”اَلْکَرِیْمُ“ بڑا سخی، شریف، بلا سفارش دینے والا، بلا سفارش بخشنے والا۔
بزرگ، کریم وہ ہے کہ قادر ہو تو معاف کر دے، وعدہ کرے تو وفا کرے اور
دے تو امید سے زیادہ دے، اور کوئی اس کی طرف التجا لے جائے تو اسے
ضائع نہ ہونے دے، کبھی مکرم اور جواد کے معنی میں بھی آتا ہے۔

نصیب یہ ہے کہ کرم، بخشش، عفو و درگزر اور نیک عادتوں کے حاصل
کرنے کی پوری پوری سعی اور کوشش کرے۔

خاصیت۔ جو شخص اپنے بستر پر اس اسم کو کہتے کہتے سو جائے تو فرشتے
اس کے حق میں دعا کرتے ہیں اَکْرَمُكَ اللہ اللہ تجھے مکرم و معظّم کرے۔

۳۴۔ ”اَلرَّقِیْبُ“ بڑا نگہبان، رقیب، موکل اور نگران۔

نصیب یہ ہے کہ اپنے نفس کی نگرانی کرے اور دل و نفس کے عوارض دور
کرے اور اللہ تعالیٰ کو ہر وقت اور ہر آن اپنا دیکھنے والا جانے۔

خاصیت۔ جو شخص اپنے زن و فرزند اور مال کے گرد اسے سات مرتبہ
پڑھ کر دم کرے تو دشمن اور تمام آفتوں سے امن میں رہے۔

۳۵۔ ”اَلْمُجِیْبُ“ دعا قبول کرنے والا، اجابت کہتے ہیں جواب دینے اور

دعا کرنے کو، یعنی جو شخص خدا کو بلا تا ہے وہ اسے جواب دیتا ہے اور دعا قبول کرتا ہے، سوال کو رد نہیں کرتا۔

نصیب یہ ہے کہ اوامر و نواہی میں اپنے پروردگار کی پوری پوری فرمانبرداری کرے اور اہل حاجت کو نہایت نرمی کے ساتھ جواب دے۔

خاصیت۔ جو شخص بکثرت اس کو پڑھ کر دعا کرے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے اور اگر لکھ کر اپنے پاس رکھ لے تو بلاؤں سے محفوظ رہے۔

۴۶۔ "الْوَاسِعُ" بڑی وسعت والا، وسیع المعلومات یا وسیع الغنا یا خود ہے وسعت سے اور سعت کہتے ہیں فراخی اور فراخی کرنے اور گھیر لینے کو، پھر اس کی افادت کبھی تو علم کی طرف ہوتی ہے اور کہتے ہیں خدا کا علم وسیع و محیط ہے معلومات کو اور کبھی احسان کی طرف بولا کرتے ہیں کہ اس کا احسان وسیع ہے۔

نصیب یہ ہے علم و معارف کی زیادتی میں کوشش کرے، سخاوت کرنے کی عادت ڈالے۔ ہر شخص سے ہر حال میں خندہ پیشانی سے پیش آئے۔

خاصیت۔ جو شخص اس اسم کو بکثرت پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو قناعت اور برکت عطا فرماتا ہے۔

۴۷۔ "الْحَكِيمُ" بڑی حکمت والا، حقائق اشیاء کا عالم، حکمت سے مشتق ہے اور حکمت عبارت ہے کمال علم اور حسن عمل اور ایقان اور احکام علم و عمل سے بعض کہتے ہیں حکیم مبالغہ ہے حاکم کا اور حکیم وہ ہے جو حقائق اشیاء کا عالم ہو اور صناعات کے دقائق کو خوب جانتا ہو۔

نصیب یہ ہے کہ اپنے کام انتہائی تدبیر اور ہوشیاری کے ساتھ کرے۔

خاصیت جس شخص کو کوئی کام پیش آئے اور وہ پورا نہ ہو تو اس اسم پر
 ملاومت کرے، انشاء اللہ اس کا کام پورا ہو جائے گا۔
 ۴۸۔ "الْوَدُّ وَدٌّ" بڑی محبت رکھنے والا، نیک بندوں کو دوست رکھنے والا۔
 مبالغہ کا صیغہ ہے "فَعُودٌ" کے وزن پر وود بضم واو اور ووداد بضم واو
 اور مروت تینوں کے معنی ہیں دوست رکھنے کے یعنی خدا تعالیٰ نیک بندوں
 کو دوست رکھتا ہے۔

نصیب یہ ہے کہ خدا کے سوا کسی چیز کو دوست نہ رکھتے۔
 خاصیت۔ اگر خاوند اور بیوی میں نا موافقت ہو اور جھگڑا پڑے تو اس اسم
 کو ایک ہزار بار کھانے پر دم کرے اور جس طرف سے جھگڑا ہو وہ کھانا اس کو
 کھلا دے تو انشاء اللہ دونوں میں موافقت ہو جائے گی۔
 ۴۹۔ "الْمَجِيدُ" بڑی شان والا، بزرگ، شریف، ماجد کا مبالغہ ہے اور ماجد
 مجد سے لیا گیا ہے، معنی بزرگی۔ بعض کہتے ہیں مجید وہ ہے جس کی ذات شریف
 افعال جلیل، عطاء جزیل ہو اور جب یہ ہے تو مجید جامع ہے اسم جلیل اور
 وہاب و کریم کو۔

خاصیت جس شخص کو آشک، جذام یا کوڑھ ہو تو وہ تیرہ چودہ پندرہ تاریخ
 کو روزہ رکھے اور افطار کے وقت بکثرت پڑھ کر پانی پر دم کر کے پی لے، انشاء اللہ
 صحت یاب ہو جائے گا۔ جو شخص اپنوں میں باعزت نہ ہو وہ ہر صبح و شام ننانوے
 مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لیا کرے تو مغرر ہو جائے گا۔
 ۵۰۔ "الْبَاحِثُ" مردوں کو زندہ کر کے کھڑا کرنے والا، بحث کہتے ہیں مردوں

کو قبروں سے اٹھا کھڑا کرنے کو، اور بھی سوتے کو جگانے اور کسی کو کام کے لئے
بھیننے کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔

نصیب یہ ہے کہ مردہ دلوں کو علم و معرفت سکھا کر زندگی پیدا کرے کیونکہ علم و
معرفت ہی حیات ابدی کا سبب ہے۔

خاصیت: جو شخص یہ چاہے کہ اس کا دل زندہ ہو جائے تو ہونے وقت
سینہ پر ہاتھ رکھ کر ایک سو ایک مرتبہ اس اسم کو پڑھے انشاء اللہ اس کا دل معرفت
سے منور ہو جائے گا۔

۵۔ "الشَّہِید" ہر وقت ہر جگہ موجود، حاضر، شہود سے مشتق ہے یا شہادت
سے، اگر شہود سے ہے تو اس کے معنی ہیں حاضر و مطلع کے کیونکہ شہود کے لغوی
معنی ہیں حاضر ہونے کے، اور شہادت سے ہے تو معنی گواہی دینے والے
کے ہیں کیونکہ شہادت کہتے ہیں گواہی دینے کو، خدا کو شہید کے معنوں میں اس
لئے کہتے ہیں کہ وہ ظاہر و باطن اور غیب و شہادت پر مطلع ہے اور دوسرے
معنوں میں اس لئے کہ قیامت کے روز بندوں کے اعمال و احوال کی گواہی
دے گا۔

نصیب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے علم کی زیادتی کی دعا کرے اور اس کے
حاصل کرنے میں سعی و کوشش کرے۔ دین و دنیا کے کاموں میں ہوشیار و باخبر
اور باریک بین ہو۔

خاصیت: جس شخص کا لڑکا یا لڑکی نافرمان ہو تو صبح کے وقت اس کی پیشانی
پر ہاتھ رکھ کر منہ آسمان کی طرف کرے اور کہیں "باری شہید" کے انشاء اللہ

نیک نجات اور فرمانبردار ہو جائے گا۔

۵۲۔ ”الْحَقُّ“ ثابت، برحق، خدائی کے لائق، حق کے معنی ہیں ثابت اور
ہست کے، اس کی ضد ہے باطل بمعنی نیست و ناپسند، کبھی صدق اور راستی اور
دوستی کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔

نصیب یہ ہے کہ ماسوائے اللہ کو باطل جانے اور حق کی پیروی یعنی شریعت
محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ثابت قدم رہے اور سچائی اور حق گوئی کے اوصاف سے
اپنے آپ کو آراستہ کرے۔

خاصیت جس شخص کا مال و اسباب جاتا رہے وہ کاغذ کے چاروں کونوں پر
اس نام کو لکھ کر آدھی رات کے وقت اس کو اپنی سچیلی پر رکھ کر آسمان کی طرف
نظر کرے اور اس نام کے واسطے سے دعا کرے تو یا تو وہی چیز مل جائے گی
یا اس سے بہتر مل جائے گی اور اگر قیدی آدھی رات میں ننگے سر ایک سو آٹھ
بار پڑھے تو قید سے رہائی پائے۔

۵۳۔ ”اَلْوَكِيلُ“ کارساز، وکیل وہ ہے جسے اپنا کام سپرد کریں اور تمام
تصرف کی باگ اس کے ہاتھ میں دے دیں، چونکہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و
مہربانی سے بندوں کے تمام مہتمم بالشان کام رزق وغیرہ اپنے دے لئے ہیں
اس لئے اسے وکیل کہتے ہیں۔

نصیب یہ ہے کہ ضعیفوں، کمزوروں اور عاجزوں کے کام میں کوشش کرے۔
اور اس طرح ان کی حاجت روائی میں سعی کرے کہ گویا ان کا وکیل ہے۔
خاصیت اگر بجلی، ہوا، پانی، یا آگ کا خوف ہو تو اس اسم کو اپنا وکیل کرے

انشاء اللہ اس سے محفوظ رہے گا اور اگر خوف کی جگہ میں بکثرت پڑھے تو خوف سے مامون رہے۔

۴۴۔ "الْقَوِيَّ" بڑا زور والا، بڑا قوی، توانا، تامم القدرت۔

۵۵۔ "الْمَتِينُ" استوار۔

امام غزالیؒ کہتے ہیں قوت و لايت کہتی ہے قدرت کاملہ بالغہ پر اور ثبات شدت قوت پر۔ خدا تعالیٰ قوی ہے اس لئے کہ قدرت کاملہ بالغہ رکھتا ہے متین اس لئے کہ شدید القوت ہے۔

نصیب یہ ہے کہ خواہشات نفسانی پر قوی غالب اور دین میں سخت اور حجت ہے اور احکام شرع کے جاری کرنے میں بالکل سستی نہ اختیار کرے۔

خاصیت جو شخص اپنے قوی دشمن کو دفع نہ کر سکے وہ تھوڑا آٹا گوندھ کر ایک ہزار گولیاں بنائے اور یا قوی لکھ کر ایک ایک گولی دشمن کے دفع ہونے کی نیت سے مرغ کے آگے ڈال دے۔ انشاء اللہ دشمن مغلوب و پیا ہو جائے گا، جس عورت کے بچے پیدا ہو اور چھاتیوں میں دودھ نہ ہو اس کو "المستین" لکھ کر پانی میں دھو کر پلاوے، انشاء اللہ بہت دودھ ہو جائے گا۔

۵۶۔ "الْوَلِيَّ" محبت، دوست، مددگار، ولی کہتے ہیں محب و ناصر کہ، اور خدا تعالیٰ پر ہیزگار ایمان داروں کا محبوب ہے اور انہیں مدد و نصرت دیتا ہے ولی متولی کے معنوں میں بھی آیا ہے اور حق تعالیٰ نیکو کاروں کے امور کا متولی ہے اور قریب کے معنی میں بھی یعنی اس کی رحمت نیکو کاروں کے قریب ہے۔

نصیب یہ ہے کہ مسلمانوں سے الفت و محبت رکھتے اور دین نبویؐ کی تائید اور

خلق خدا کی حاجت روائی میں پوری سعی و کوشش کرے۔

خاصیت۔ جو شخص اس اسم کو کثرت سے پڑھتا رہے تو مخلوق کے رازوں سے واقف ہو، اور اگر کوئی اپنی بیوی یا لونڈی کی عادت و خصلت سے ناخوش ہو تو اس کے سامنے جاتے وقت اس نام کو پڑھے۔ انشاء اللہ نیک خصلت ہو جائے گی۔

۵۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْمُتَمَتِّعِ بِحَمْدِہٖ سَمْرًا وَّارْحَمَہُ ذُنًیًا۔

نصیب یہ ہے کہ ہمیشہ اپنی زبان کو اپنے پروردگار اور معبود حقیقی کی تعریف میں تر رکھے اور وہ اوصاف اختیار کرے جس سے ساری مخلوق اچھائی کے ساتھ یاد کرے۔

خاصیت۔ جو شخص اس نام کو کثرت سے پڑھتا رہے گا اس سے اچھے افعال سرزد ہوں گے اور جو بدنامی اور بدگوئی کا شکار ہو اور وہ اس سے بچ نہ سکے تو اس کو پیالہ پر رکھے اور ہمیشہ اس پیالہ میں پانی پیا کرے، انشاء اللہ بخش گوئی سے مومن رہے گا۔

”اَلْمُحْصٰی“۔ ہر چیز کا شمار رکھنے والا، ہر چیز کو احاطہ علم میں کرنے والا۔ احصاء شمار کرنا اور بطریق استقصاء کسی چیز کو جاننا، خدا محصى مطلق ہے کہ اشیاء کے حقائق کو جانتا ہے اور ذرات عالم کو اس کا علم محیط ہے۔

نصیب یہ ہے کہ اپنے اعمال کو شمار کرے اس سے پیشتر کہ وہ گنے جائیں اور اپنے اعمال اور احوال باطن پر مطلع ہونے کی کوشش کرے۔

خاصیت۔ جو شخص جمعہ کی رات کو یہ نام ایک ہزار بار پڑھے تو عذاب قبر اور

حساب قیامت سے بے خوف ہو اور جو بکثرت پڑھے ہرگز غلطی نہ کرے۔

۵۹۔ "الْمُبْدِیُّ" ابتداء پیدا کرنے والا۔

۶۰۔ "الْمُعِیْدُ" دوبارہ پیدا کرنے والا۔

المبدیٰ مانح وہ ہے ابتداء سے اور ابد آگتے ہیں ابتدا کرنے اور دنیا پیدا کرنے

کو، "المُعِیْدُ" بیا گیا ہے عادت سے جس کے معنی ہیں لوٹانے اور عدم کے بعد

ایجاد کرنے سے، خدا مبدیٰ ہے اس معنی میں کہ وہ اول بار پیدا کرتا ہے اور "المُعِیْدُ"

ہے اس معنی میں کہ قیامت کے دن دوبارہ پیدا کرے گا، یا مثلاً اس اعتبار سے کہ

رات دن کا چکر باندھ رکھا ہے۔

نصیب یہ ہے کہ نیکوں کے رواج دینے میں پوری پوری کوشش و محنت کرے

خاصیت جس شخص کو اپنی بیوی کے حمل گرجانے کا خوف ہو وہ اپنی شہادت

کی انگلی اس کے پیٹ پر رکھ کر نوٹے مرتبہ المبدیٰ کہے، انشاء اللہ نہ حمل ضائع

ہوگا اور نہ دیر تک رہے گا۔ جس کسی کا کوئی شخص غائب ہو جائے اور وہ چاہے

وہ واپس آ جائے یا اس کی خبر مل جائے تو جب گھر کے سب آدمی سو جائیں اسم

المعید کو گھر کے چاروں کونوں میں تشر بار پڑھے اور اس کے بعد کہے یا مُعِیْدُ رُدِّ

عَلٰی فَرْکِنَا انشاء اللہ سات روز گزریں گے کہ وہ غائب واپس آ جائے گا یا اس

کی خبر مل جائے گی۔

۶۱۔ "الْمُحِیُّ" مخلوق کو زندہ رکھنے والا، المہیٰ احیاء کا اسم فاعل ہے اور اجہ

کہتے ہیں جسم میں حیات پیدا کرنے کو۔

نصیب یہ ہے کہ خلق خدا کو علم سکھا کر ان کے اندر دین کی زندگی پیدا کرے۔

اور اپنے دل کو معرفتِ الہی سے بسر نہ کرے۔

خاصیت: جس شخص کو دردِ دُغم ہو اور اپنے کسی عضو کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو، وہ اسمِ المحیی کو سات بار پڑھے انشاء اللہ ان چیزوں سے امن میں رہے گا۔
۶۲۔ اَلْحَمِیْتُ موت دینے والا، مارنے والا، الممیت امانت سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں حیات کا دُور کرنا۔

نصیب یہ ہے کہ اپنی خواہشاتِ نفسانی کو مارے اور خطراتِ شیطانی کو دُور کرے۔

خاصیت یہ ہے کہ جو شخص اپنے نفس پر قادر نہ ہو، وہ سوتے وقت سینہ پر ہاتھ رکھ کر اس قدر اسمِ پڑھے کہ نیتِ آجائے تو انشاء اللہ اس کا نفس مطیع ہو جائے گا۔

۶۳۔ اَلْحَیُّ زندہ۔

نصیب یہ ہے کہ ذکرِ الہی اور یادِ خداوندی سے اپنے اندر زندگی پیدا کرے اور اپنی جان کو اس کے راستہ میں خرچ کرے تاکہ حیاتِ ابدی حاصل ہو۔
خاصیت: اگر بیمار آدمی کثرت سے اس نام کو پڑھے تو صحت یاب ہو یا بیمار پر دم کر دیا جائے تو صحت مند ہو جائے۔

۶۴۔ اَلْقَیُّوْمُ ہمیشہ قائم رکھنے والا، کارخانہ عالم کا سنبھالتے والا، قائم بذاتِ خود اور زندہ رکھنے والا اپنے بغیر کو، یا یوں کہو قیومِ مبالغہ قیوم کا اور قیوم کہتے ہیں مصلح اور کر۔

نصیب یہ ہے کہ ماسوائے اللہ سے بے پروا ہو اور اس کے بندوں

کے کام سنوارے۔

خاصیت: جو شخص اس نام کو سحر کے وقت بکثرت پڑھے تو لوگوں کے دلوں میں اس کی عزت زیادہ ہو اور جو خلوت میں کثرت سے پڑھے تو وہ خوشحال ہو جائے۔

۶۵۔ "اَلْوَا حِدُّ" بڑا غنی، مشتق ہے وجود سے اور وجود کہتے ہیں مہتی اور

مقصد پر کامیاب ہونے کو، یا مشتق ہے وجد اور جدہ سے جن کے معنی توکر

ہونے کے ہیں۔

نصیب یہ ہے کہ کمالات ضروریہ کے حاصل کرنے میں خوب کوشش کرے

خاصیت: جو شخص کھاتے وقت اس نام کو پڑھے وہ کھانا اس کے پیٹ

میں زور ہو جائے۔

۶۶۔ "اَلْمَاجِدُّ" بزرگی و عظمت والا، مجید کے معنی میں ہے جس طرح عالم

علیم کے معنی میں ہے مگر مجید میں مبالغہ اور تاکید ہے، یہ مجد سے لیا گیا ہے اور

مجد کہتے ہیں بزرگی کو۔

نصیب یہ ہے کہ کمالات کے حاصل کرنے میں انتہائی کوشش کرے۔

خاصیت: جو شخص خلوت میں اس نام کو اس قدر پڑھے کہ بے خود ہو جائے

تو اس کے دل پر انوار ظاہری ہوں۔

۶۷۔ "اَلْوَا حِدُّ اَلْاَحَدُ" تنہا، یکتا، یگانہ، وحدت سے لیا گیا ہے جس کے

معنی ہیں ایک اور یگانہ ہونا عرف میں واحد کا استعمال دو معنی میں ہوتا ہے

ایک یہ کہ اس کے اجزاء اور حصص نہ ہوں جیسے جو ہر فرد دوسرے یہ کہ بے مثل

یکتا ہو واحد اور احد میں وہ فرق ہے جو ہماری زبان میں اکیلا اور ایک میں ہے

نصیب یہ ہے کہ جس طرح خدا تعالیٰ اپنی خدائی میں یگانہ ہے یہ بھی اس کی بندگی میں یگانہ ہو اور اپنے اندر ایسے اخلاق و فضائل پیدا کرے جس سے اپنے ہم جنسوں میں ممتاز ہو جائے۔

خاصیت جس شخص کا دل تنہائی سے ہر انسان ہو وہ ایک ہزار ایک مرتبہ اس نام کو پڑھے۔ انشاء اللہ اس سے خوف جاتا رہے گا اور بارگاہ حق میں مقرب ہو جائے گا، اگر کسی کو فرزند کی خواہش ہو تو اس نام کو لکھ کر اپنے پاس رکھ لے، اللہ تعالیٰ فرزند عطا فرمائے گا۔

۶۸۔ "الصَّحْمَدُ" بڑا بے نیاز، صمد کے اصلی معنی ہیں قصد کے، چونکہ آدمی اپنے تمام مطالب میں بارگاہ خداوندی کا قصد کرتے ہیں اس لئے اسے صمد کہتے ہیں نصیب یہ ہے کہ خلق سے بے نیاز ہو اور نیاز مندوں کی کار سازی اور حاجت مندوں کی حاجت روائی میں سعی و کوشش کرے۔

خاصیت۔ جو شخص آدمی رات یا کچھ رات رہے صبح کے وقت سجدہ میں سر رکھ کر ایک سو پندرہ مرتبہ اس نام کو پڑھے ظاہر و باطن میں سچا ہو اور کسی ظالم کے ہاتھ میں گرفتار نہ ہو، اگر کثرت سے پڑھتا ہے تو بھوکا نہ رہے اور وضو کی حالت میں پڑھے تو بے نیاز اور بے پروا ہو۔

۶۹۔ "الْفَاكِدُ" قدرت والا، قدر اور قدرت اور اقتدار اور مقدرت سب کے معنی ہیں توانائی کے، تو اس کے معنی قادر و مقدر کے ہوئے۔

۷۰۔ "الْمُقْتَدِرُ" قدرت ظاہر کرنے والا، صاحب مقدرت، صاحب قدرت مگر مقدر میں مبالغہ ہے۔

نصیب یہ ہے کہ خواہشوں اور لذتوں کے چھوڑنے میں اپنے نفس پر پورا
پورا قابو رکھے۔

خاصیت۔ جو شخص اپنے اعضا دھرتے وقت ہر جوڑ پر اسم القادر پڑھتا
رہے گا کبھی کسی ظالم کے پنجے میں گرفتار نہ ہوگا اور کوئی دشمن اس پر فتح نہ پائیگا
اور اگر کوئی مشکل پیش آئے تو اکتائیس بار پڑھے اشاء اللہ وہ مشکل آسان ہو
جائے گی اور اگر اسم المقتدر کو ہمیشہ پڑھتا رہے تو اس کی غفلت یاد سے بدل
جائے گی اور جو شخص سونے کے بعد اٹھ کر المقتدر دہائیں بار کہے تو اس کے
تمام کام درست ہو جائیں گے۔

۱۷۔ "اَلْمُقَدِّمُ" سبقت دینے والا۔ اپنے دوستوں کو بارگاہِ عزت کی طرف
بڑھانے والا۔

۱۸۔ "اَلْمُوَخِّرُ" پیچھے رکھنے والا۔ دشمنوں کو اپنے لطف سے پیچھے ہٹانے والا۔
مقدم دال کے کسرے (ذریعہ) کے ساتھ تقدیم سے مشتق ہے اور تقدیم
کہتے ہیں آگے کرنے کو۔ اسی طرح مؤخر خ کے کسرے (ذریعہ) کے ساتھ تاخیر
سے لیا گیا ہے جس کے معنی میں پیچھے ہٹانا، یعنی خدا تعالیٰ فرما کر دارِ دل کو راہ
قرب میں آگے بڑھانا اور تاخر مانوں کو درگاہِ عزت سے دور کرنا اور پیچھے ہٹانا
ہے یا دنیا کے کاموں میں تو حصولِ مطلب میں تقدیم و تاخیر اللہ کے کرنے سے
ہوتی ہے۔

نصیب یہ ہے کہ نیکی کرنے میں سبقت کرے اور جو لوگ بارگاہِ عزت میں
معزز و مقرب ہیں ان کو اپنا پیشوا بنائے اور نفس و شیطان کو پیچھے ڈالے۔

خاصیت جو شخص معرکہ جنگ میں "المقدم" پڑھے یا لکھ کر اپنے پاس رکھے
کوئی سختی اور رنج اس کو نہ پہنچے اور اگر بکثرت اس کو پڑھتا رہے تو اس کا نفس
طاعت الہی میں مطیع و فرمانبردار ہو جائے، جو شخص الموت خیر سو بار پڑھے تو اس کا
دل آرام پائے۔

۳۔ "الْأَوَّلُ" سب سے پہلا۔

۴۔ "الْآخِرُ" سب سے پچھلا۔

اول ہے یعنی ازلی ہے کہ اس کے وجود کی ابتدا اور سستی کا آغاز نہیں۔
اور آخر ہے یعنی دائمی ابدی ہے کہ اس کے بقا کے لئے نہایت اور دوام
کے لئے انقضا نہیں۔

نصیب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور دامِ شریعت کی بجا آوری میں
جلدی کرے اور اللہ کے لئے جان و مال خرچ کرے تاکہ حیاتِ ابدی حاصل ہو
خاصیت جس شخص کے لڑکانہ ہوتا ہو وہ چالیس دن برابر اہم الاول کو چالیس
بار پڑھے انشاء اللہ اس کی مراد پوری ہو جائے گی، اور جس کی عمر آخر ہو اور
اس کے پاس اعمالِ خیر نہ ہوں تو آخر کو اپنا وظیفہ مقرر کیلئے انشاء اللہ خاتمہ
بخیر ہو گا۔

۵۔ "الظَّاهِرُ" آشکارا ہے بلحاظ قدرت۔

۶۔ "الْبَاطِنُ" پوشیدہ ہے باعتبار زوات۔

حدا ظاہر ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا وجود اس کی ہستی ان آیات
دلائل سے ظاہر ہے جو آسمان و زمین میں ہر صاحب بصیرت کو دکھائی دیتے

ہیں۔ اور خدا کے باطن ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس کی ذات قدیم، حجابِ جلال میں محتجب و پوشیدہ ہے۔

نصیب یہ ہے کہ انسان بشریت کے لحاظ سے سب کی نظر میں ہے اور چونکہ صفاتِ ملائکہ سے متصف ہے اس وقت لوگوں کی نظر سے پوشیدہ ہے۔

خاصیت۔ نماز اشراق کے بعد جو شخص الظاہ کو پانچ سو مرتبہ پڑھے

اللہ تعالیٰ اس کی آنکھ میں روشنی عطا فرمائے۔ اور جو تینتیس بار ہر روز یا باطن کہے تو اس پر اسرار الہی منکشف ہونے لگیں۔

۷۔ ”السَّوَارِجُ“ بڑا منظم، بڑا کارساز، تمام امور کا متولی۔ ولایتِ کبیرہ اور

سے مشتق ہے جس کے معنی تصرف کرنے اور قابو پانے کے ہیں اور ایک

ہے ولایتِ بفتح و او جس کے معنی مدد کرنے اور حکمرانی کرنے کے ہیں۔ بعض

کہتے ہیں کہ ولایت بفتح و او مصدر ہے اور کبیرہ و اسم، والی یعنی وہ جو سب

کا مالک اور تمام کاموں کا متولی ہو۔

نصیب یہ ہے کہ ضعیفوں، کمزوروں اور عاجزوں کے کام میں کوشش

کے اور اس طرح ان کی حاجت روائی میں سعی کرنے کہ گویا ان کا وکیل ہے

خاصیت، جو شخص یہ چاہے کہ گھر آباد ہو اور آندھی، مینہ اور تمام آفتوں

سے محفوظ رہے تو السَّوَارِجُ کو رے آنچورے پر لکھے اور اس میں پانی بھر

کہ گھر کی دیواروں پر چھڑک دے انشاء اللہ تمام آفتوں سے بچا رہے گا۔ اگر

کسی کو مسخر کرنا چاہے تو گیارہ مرتبہ پڑھے وہ مطیع و فرمانبردار ہو جائے گا۔

۸۔ ”الْمُنْعَكِي“ بہت بلند مخلوقات کی صفات سے منزہ، تمام حکمرانوں

اور والیوں سے بلند قدر یا تمام نقائص و آفات سے عايشان۔
 نصیب یہ ہے کہ اپنی طاقت علم و عمل کے حاصل کرنے میں صرف کرے
 تاکہ اپنے ہم جنسوں میں ممتاز رہے۔

خاصیت۔ جو شخص اس نام کو بکثرت پڑھے اس کی دشواریاں آسان ہوں
 اور جو عورت حیض کی حالت میں کثرت سے پڑھتی رہے اس کی تکلیف
 جاتی رہے۔

۷۹۔ ”الْبِرُّ“ بڑا سلوک کرنے والا، اپنے لطف سے بندوں کے ساتھ
 نیکی کرنے والا، بزرگ بفتح ب اسم فاعل یعنی نیکی کرنے والا۔
 نصیب یہ ہے کہ ماں باپ، استاد، مشائخ، اعزاء، اقارب اور تمام
 حق والوں کے ساتھ نیکی کرے۔

خاصیت۔ اگر ہوا و ہوس میں مبتلا ہو اور وہ اس نام کو پڑھے تو انشاء اللہ یہ
 بات جاتی رہے گی اور جس شخص کے بچہ ہو اور وہ سات بار اس نام کو پڑھ کر
 حق تعالیٰ کے کرم کے سپرد کر دے تو وہ لڑکا بلوغ تک محفوظ رہے گا، اگر
 شرابی، زانی اس کو سات بار پڑھے تو اس کا دل ان باتوں سے سرور ہو جائیگا۔
 ۸۰۔ ”التَّوَابُ“ گنہگاروں کی توبہ قبول کرنے والا، تواب مبالغہ ہے تائب
 کا اور تائب مانخوڑ ہے توبہ سے، توبہ کے اصلی معنی ہیں رجوع کرنے کے، پھر
 جب اس کی نسبت بندہ کی طرف کی جاتی ہے تو گناہ سے رجوع کرنا مراد ہوتا
 ہے۔ اور خدا کی طرف ہوتی ہے تو رحمت کے ساتھ رجوع کرنا یعنی بندہ
 توبہ کرے تو خدا اپنی عادت کے مطابق پھر مہربانی کرنے لگتا ہے۔

نصیب یہ ہے کہ خلق خدا کے عذر قبول کرے اگرچہ بار بار ہو۔
 خاصیت: نماز پابندی کے بعد جو شخص اس نام کو تین سو ساٹھ بار پڑھے
 تو اللہ تعالیٰ اس کو سچی توبہ نصیب فرماتا ہے۔ اور جو کثرت اس نام کو پڑھتا
 رہا کرے اس کے تمام کام درست ہوں اور اس کا نفس طاعت الہی میں
 آرام پائے۔

۸۱۔ اَلْمُنْتَقِمُ نَافِرَانِیْنَ سَے بدلہ لینے والا، انتقام کہتے ہیں بدلہ لینے کو
 یعنی خدا تعالیٰ کافروں سے اپنی نافرمانی کا بدلہ لینے والا اور ان کے قہر و
 سرکشی کی سزا دینے والا ہے۔

نصیب یہ ہے کہ اپنے سب سے بڑے دشمن نفس و شیطان سے بدلہ
 حاصلیت: جو شخص دشمن کی مقاومت پر قادر نہ ہو اور اس سے بدلہ نہ لے
 سکے تو تین جمعہ تک یہ نام کثرت سے پڑھے۔ انشاء اللہ اس کا دشمن راضی و
 ہوجائے گا۔ بعض روایتوں میں المتعص بھی آیا ہے لیکن قرآن مجید میں نہیں
 ہے۔ جو شخص المتعص کو ہمیشہ پڑھتا ہے کبھی کسی کا محتاج نہ ہو۔

۸۲۔ اَلْغَفُوْرُ بڑی درگزر کرنے والا، گناہوں کا مٹانے والا۔
 نصیب یہ ہے کہ لوگوں کے قصور معاف کرے، خطاؤں سے درگزر کرے
 اور ان کی پردہ پوشی کرے اور عیب چھپائے۔

خاصیت: جس شخص کے گناہ بہت ہوں اور وہ بلا ناغہ اس کو پڑھتا رہے
 تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دے گا۔

۸۳۔ اَلرَّوْفُ بہت شفقت کرنے والا، رافت کہتے ہیں شدت رحمنا

کو اور یہ مبالغہ کا صیغہ ہے جیسے ضَرْبٌ اور شَكْوٌ۔

نصیب یہ ہے کہ مخلوقات پر ہر بات کرے اور نظرِ رحمت رکھے۔ اپنے سارے کام اللہ کے سپرد کرے کہ وہی منعم حقیقی ہے۔ اس کے علاوہ کسی سے مدد نہ چاہے، برائی کے دور کرنے میں سعی و کوشش کرے اور جہاں تک ہو سکے بلا غرض اور بلا عوض محتاجوں اور عاجمندیوں کی حاجت روائی کرے۔

خاصیت۔ جو شخص کسی مظلوم کو ظالم کے پھندے سے چھڑانا چاہے تو اس نام کو دس بار پڑھے، وہ ظالم اس کی سفارش قبول کر لے گا۔ اور جو ہمیشہ پڑھتا رہے تو اس کا دل بہر بان ہو جائے اور تمام آدمی اس کے ساتھ محبت سے پیش آنے لگیں۔

۸۴۔ "مَا لَكَ الْمَلِكِ" مالک کا مالک، خداوندِ جہاں۔

۸۵۔ "ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ" بڑی بزرگی و عزت والا۔

نصیب یہ ہے کہ اپنی ذات کے لئے بزرگی حاصل کرے اور بندگانِ خدا کا اکرام و اعزاز جیسا چاہے ویسا کرے۔

خاصیت۔ جو شخص اسم "مالک الملک" کو ہمیشہ پڑھتا رہے خوش حال ہو جائے اور لوگوں سے کوئی حاجت نہ رہے اور یہی خاصیت "ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ" کی ہے۔

۸۶۔ "الْمُقْسِطُ" عادل و منصف، اس کا مادہ ہے قسوط اور قسوط کہتے ہیں جو زور و ظلم کو یکساں جب اسے باب افعال میں لے گئے تو معنی ہوئے جو زور و ظلم کے ازالہ کرنے کے اور ازالہ جو زور و ظلم کا نام ہے انصاف تو قسوط کے معنی

ہوئے منصف، عادل۔

نصیب یہ ہے کہ خلق اور حق کے معاملات میں انصاف کرے۔

خاصیت: جو شخص اس نام کو سو مرتبہ پڑھے شیطان کی برائی اور اس کے دوسرے سے محفوظ رہے اور اگر سات بار پڑھے تو مقصد حاصل ہو۔

۸۷۔ "الْحَامِعُ" تمام مخلوقات کو جمع کرنے والا، قیامت میں خدا لوگوں کو جمع کرے گا یا دنیا میں بچھڑے ہوؤں کو جمع کرتا ہے۔

نصیب یہ ہے کہ علم کو عمل کے ساتھ اور کمالات جسمانی کو نفسانی کے ساتھ اور وظائف عبادت کو اوراد و اذکار کے ساتھ جمع کرے اور فکر و سکین دل جمعیت مع اللہ کے جمع کرنے میں سعی کرے۔

خاصیت: جس شخص کے اہل و اقارب متفرق ہو گئے ہوں وہ چاشت کے وقت غسل کرے اور آسمان کی طرف منہ کر کے اس نام کو دس مرتبہ پڑھے اور ایک انگلی بند کر لے پھر اپنے ہاتھ منہ پر ملے، تھوڑے ہی عرصہ میں وہ سب جمع ہو جائیں گے۔

۸۸۔ "الْغَنِيُّ" بے پروا۔

۸۹۔ "الْمُعْتَصِي" لوگوں کو بے پروا کرنے والا۔

غنی مشتق ہے غنی سے اور غنی کہتے ہیں بے نیاز ہونے کو، یعنی خدا تعالیٰ

سب سے بے نیاز ہے اور معنی بیا گیا ہے اغناء سے جس کے معنی ہیں بے نیاز

کرنا یعنی وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے بے نیاز کرتا ہے کہ وہ

اپنے ہمجنسوں کی طرف حاجت نہیں لے جاتا، غنی جو مالدار کے معنی میں مشہور ہے

وہ بھی بے نیازی کی ایک شاخ ہے۔

نصیب یہ ہے کہ ماسوی اللہ سے بے نیازی حاصل کرے۔

خاصیت: جو شخص حرص و طمع میں مبتلا ہو وہ اپنے بدن کے ہر جوڑے پر یعنی منہ، آنکھ، کان، ناک، ہاتھ اور پاؤں وغیرہ پر ہاتھ رکھ کر المغنی پڑھے پھر ہاتھ ہٹا لے۔ انشاء اللہ اس سے شفا ہو جائے گی، اور جو ہر روز ستر بار پڑھے اس کے مال میں برکت ہو اور کبھی محتاج نہ ہو اور جو شخص ہر جمعہ کو ایک ہزار مرتبہ المغنی پڑھے اور دس جمعہ برابر پڑھے تو مخلوق سے بے پروا ہو جائے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے اپنی بعض تصانیف میں لکھا ہے کہ جو شخص گیارہ بار اول و آخر درود شریف پڑھے۔ پھر یا مغنی گیارہ سو گیارہ مرتبہ ہر روز و طبقہ کی طرح پڑھے تو ظاہر و باطن کا غنی ہو جائے۔

۹۔ ”اَسْمَا نَسِیْتُ“ اپنے دوستوں سے بیکف روکنے والا (المعطی عطا کرے والا معطی دینے والا، مانع روک رکھنے والا جسے چاہے اور جو چاہے دیتا ہے اور جسے چاہے نہیں دیتا)۔

نصیب یہ ہے کہ اپنے نفس و طبیعت کو خواہشات نفسانی سے روکے۔
خاصیت: میاں میوی کے درمیان حب مجبزا ہو تو اپنے بستر پر جلتے وقت اس نام کو دس مرتبہ پڑھے، انشاء اللہ غصہ نہ ہو جائے گا۔ بعض روایتوں میں المعطی بھی آیا ہے جو شخص یا معطی السائنین بکثرت پڑھے تو کسی سوال کا محتاج نہ ہو۔

۱۰۔ ”الضَّارُّ“ بڑا ضرر پہنچانے والا، ضرر و شر کا خالق۔

۹۲۔ "الْمَنَافِعُ" بڑا نفع پہنچانے والا، نفع و خیر کا پیدا کرنے والا۔
یعنی خدا خالقِ خیر و شہر و نفع و ضرر ہے، اور درد و دروا، رنج و شفا، گرمی و سردی، خشکی و تری، سب اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں۔

نصیب یہ ہے کہ کسی مسلمان کو اپنے ہاتھ اور زبان سے ضرر نہ پہنچائے اور جہاں تک ہو سکے مخلوق کو فائدہ پہنچائے۔

خاصیت۔ جو شخص کسی حال اور مقامِ عرفان پر پہنچے اور جمعہ کی راتوں میں المصنار سو بار پڑھے تو حق تعالیٰ اس کو اس مقام میں ثابت قدمی فرمائے گا اور انجام میں اہلِ قرب کے مرتبہ کو پہنچے گا اور جو شخص کشتی میں سوار ہو کر ہر روز المصنار پڑھتا رہے وہ ہر آنیت سے محفوظ رہے گا اور ہر کام کے شروع میں اکتالیس بار المصنار کہہ لیا کرے تو تمام کام حسبِ خواہش ہوں گے۔

۹۳۔ "النُّور" روشن کرنے والا، عرف عام میں نور کہتے ہیں روشنی کو۔ خدا پر نور کا اطلاق اس سے کیا گیا کہ زمین و آسمان میں اسی کا چاندنا اور اسی کا ظہور ہے نصیب یہ ہے کہ اپنے دل کو نور ایمان اور عرفان سے منور کرے۔

خاصیت۔ جو شخص جمعہ کی رات میں سات دفعہ سورہ نور اور ایک ہزار ایک بار اس نام کو پڑھے تو اس کا دل منور ہو اور اگر صبح کے وقت اس کو برابر پڑھتا رہے تو اس کا دل ہمیشہ روشن رہے۔

۹۴۔ "الْهَادِي" راہ دکھانے والا۔

نصیب یہ ہے کہ بندگانِ خدا کو اس کی راہ دکھائے۔
خاصیت۔ جو شخص ہاتھ اٹھائے اور آسمان کی طرف منہ کر کے اس نام

بکثرت پڑھے، پھر ہاتھ چہرے پر پھیرے تو اہل معرفت کا مقام پائے۔
 ۹۵۔ "الْبَدِیْعُ" موجد، بدیع بے مثل اور بے مانند، کبھی معنی میں مبدع
 یعنی موجد کے بھی آتا ہے، جو بے نمونہ دیکھے از خود اختراع کرے تو
 اس معنی میں بھی خدا بدیع ہے کہ اس نے جہان کے بنانے میں کسی
 کی تقلید نہیں کی۔

نویب یہ ہے کہ جب اوراد و وظائف سے فارغ ہو تو کوئی ایسا کام کرے
 جس سے اکل حلال حاصل ہو خصوصاً وہ کام اختیار کرے جس کا اثر اس کی موت
 کے بعد بھی باقی رہے اور خلق خدا کو فائدہ پہنچے۔ مثلاً علم دین کی درس و تدریس یا
 تصنیف و تالیف وغیرہ۔

خاصیت۔ اگر کسی کو کوئی مشکل پیش آئے تو وہ ستر بار اور ایک روایت
 کے مطابق ہزار بار یا بیدیع السَّلَوَاتِ وَالْأَذْفِ پڑھے انشاء اللہ مشکل آسان
 ہو جائے گی اور معاملہ بن جائے گا۔

۹۶۔ "الْبَکَارِیُّ" ہمیشہ باقی رہنے والا، دائم الوجود جو کبھی فنا نہیں ہوتا۔
 خاصیت۔ جمعہ کی رات میں جو شخص اس کو ستر بار پڑھے اس کے
 تمام عمل مقبول ہوں اور کسی سے رنج و تکلیف نہ پہنچے، اور دشمن، دُکھ درد، سوخ و
 غم اور بیماریوں کے دور کرنے کے لئے بکثرت پڑھے۔

۹۷۔ "الْوَارِثُ" فنا شدہ موجودات کے بعد باقی رہنے والا، ہر چیز کا مالک
 وارث، اس سے مراد ہے فنا شدہ موجودات کے بعد باقی رہنے والا گویا تمام
 مرنے والوں کی میراث اس کو پہنچتی ہے۔

نصیب یہ ہے کہ اعمالِ باقیات الصالحات یعنی درسِ قدریں، نصیبت و تالیفِ پل و سرائے، مسجد اور صدقاتِ جاریہ وغیرہ میں کوشش کرے۔
خاصیت جو شخص ہر روز طلوعِ آفتاب کے وقت اس انیم کو بار پڑھے
تورنج اور سختی سے محفوظ رہے اور جب مریے تو اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور
جو کثرت پڑھتا رہے اپنے زمانہ میں بلند مرتبہ ہو۔

۹۸۔ "اَلرَّشِيْدُ" راست، سہما، صاحبِ رشد اور خدا کو رشید اس معنی میں کہا
گیا کہ طریقِ اسلام اس کو پسند ہے اور وہی صراطِ مستقیم ہے، یا اس اعتبار
سے کہ جو صفاتِ کمالیہ خدا میں ہونی چاہئیں وہ اس میں ہیں۔
نصیب یہ ہے کہ بندگاہِ خدا کو اس کی راہ دکھائے۔

خاصیت جو شخص اپنے کام کو حل نہ کر سکے اور اس کے حل کرنے کی کوئی
تدبیر سمجھ میں نہ آئے تو ان نام کو مغرب و عشا کی نماز کے درمیان ہزار بار پڑھے
جو کچھ صحیح اور بہتر ہو گا اس پر ظاہر ہو جائے گا اور اگر اس پر مداومت کرے تو تمام
کاروبار اس کی سعی و کوشش کے بغیر بن جائیں گے۔

۹۹۔ "الصَّبُوْرُ" بڑا صبر و تحمل والا، اصل میں صبر کے معنی تحمل اور برداشت کرنے
کے ہیں۔ اور چونکہ خدا تعالیٰ بندوں کی گستاخوں اور نافرمانیوں کو برداشت کرتا اور
انتقام و مواخذہ میں جلدی نہیں کرتا اس لئے اس کا نام صبور رکھا گیا۔
نصیب یہ ہے کہ بد بختوں، زلیلوں اور کینوں کی ایذا رسانی پر صبر و تحمل کرے
اور زیر دستوں کی تکلیف دہی میں بردباری سے کام لے
خاصیت جو شخص رنج و درد اور تکلیف و مشقت میں مبتلا ہو، اس نام کو

ایک ہزار بیس بار پڑھے، انشاء اللہ اطمینانِ قلب حاصل ہو جائے گا اور اگر خوف ہوگا تو جاتا رہے گا اور اگر ہر روز پڑھا کرے تو عاصدوں اور دشمنوں کی زبان بند ہو جائے۔ اور بادشاہ کا غصہ رفع ہو جائے۔

یہ اسمائے صفاتی جنہیں اسمائے حسنی بھی کہتے ہیں اکثر بحسبہ قرآن مجید میں موجود ہیں اور بعض جو بعینہ قرآن میں موجود نہیں ہیں ان کے ماورے اور مشتقات قرآن مجید میں مذکور ہیں۔

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰

کشف المحجوب (مخدم سید علی ہجویری)

نماز کا بیان | خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے **فَاَقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا**
الزَّكَاةَ یعنی قائم کرو نماز کو اور ادا کرو زکوٰۃ۔ اور نماز کی
 تاکید میں بے شمار آیات ہیں۔ اسی طرح احادیث میں نماز کی بہت تاکید وارد ہے۔
 نماز کے لغوی معنی ذکر اور فرمانبرداری کے ہوتے ہیں حق تعالیٰ کی طرف سے
 فرمان ہے کہ پانچ اوقات میں پانچ نمازیں ادا کرو، اور نماز میں داخل ہونے
 سے پہلے اس کی چند شرائط ہیں۔ ان میں سے ایک ظاہری طہارت ہے نجاست

و تاپاکی سے، اور دوسری باطنی طہارت ہے شرک و شہوانیات سے۔ جسم کے علاوہ کپڑے بھی بالکل پاک اور صاف ہونے چاہئیں اور حلال کی کمائی سے بنائے گئے ہوں۔ پھر جس جگہ نماز ادا کی جائے وہ بالکل پاک ہونی چاہیے۔ پھر قبلہ کو ہونا ضروری ہے، قبلہ ظاہری خانہ کعبہ ہے اور قبلہ باطنی عرش ہے۔ اور اس سے مشاہدہ مقصود ہے۔ پھر قربت کے باغ میں ظاہر اور باطن کا قیام ہے۔ بعد ازاں حضور حق میں کھڑے ہونے پر نیت کا خالص ہونا اور ریائے پاک ہونا۔ بعد ازاں ہیبت اور فنا کے مقام میں تکبیر کہنا اور وصل کے محل آہستگی، حسن ترتیب اور عظمت کے ساتھ قائم ہونا اور پھر رکوع و سجدہ خشوع و خضوع کے ساتھ۔ بعد ازاں اجتماع کی صفت سے التحیات اور اتحاد معنوی اور جذبہ یگانگت کے ساتھ سلام کہنا۔

حدیث میں آیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے تو آپ کے سینہ مبارک سے ایک جوش کھاتی ہوئی دیگ کے مانند آواز اٹھتی تھی۔ اور جب امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نماز ادا فرماتے تو آپ کے جسم پر خوف حق سے لرزہ طاری ہو جاتا، اور فرماتے کہ اب اس امانت کے ادا کرنے کا وقت آگیا ہے جس کے اٹھانے سے آسمان، زمین اور پہاڑ بھی عاجز رہیں گے۔ لہذا حضرت مشائخ میں سے ایک شیخ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حاتم اصم سے عرض کیا کہ آپ نماز کس طرح ادا فرماتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو میں ایک وضو ظاہری کرتا ہوں اور ایک باطنی، پھر ظاہری وضو پانی سے ہوتا ہے اور باطنی وضو توبہ سے۔ پھر مسجد میں آتا ہوں اور مسجد حرام کا

مشاہدہ کرتا ہوں اور مقامِ ابراہیمی میں دو ہر قدم کے درمیان سجدہ کرتا ہوں۔ اس وقت میں بہشت کو اپنے داہنے طرف جانتا ہوں اور دوزخ کو بائیں طرف۔ اور اپنے قدموں کو چل صراط پر دیکھتا ہوں اور ملک الموت کو اپنے پیچھے جانتا ہوں اس وقت میں مشاہدہ ذاتِ حق اور محویتِ نامہ کو لازمی سمجھتا ہوں۔ اور تعظیم کے ساتھ تکبیر کہتا ہوں، عزت و احترام کے ساتھ قیام کرتا ہوں، ہیبت سے قرأت پڑھتا ہوں، تواضع سے رکوع کرتا ہوں، عجز و وقار سے جلسہ کرتا ہوں اور حمد و شکر کے ساتھ سلام پھیرتا ہوں۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھانے پینے سے فارغ ہوتے تو کمالِ محویت اور شوق و وجد کے طالب ہوتے اور حضرت بلالؓ سے فرماتے یا بِلَالُ اَرِحْنَا بِالصَّلَاةِ یعنی اے بلالؓ! اذان دے تاکہ ہم نماز سے راحت وطمینان حاصل کریں۔ پس اہلِ مجاہدہ اور اہلِ حال و استقامت اپنی نماز خاص آداب و شرائط سے پڑھتے ہیں اور ان کی نماز عام لوگوں کی نماز سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ روایات میں ہے کہ مشائخ اپنے مریدوں کو رات اور دن میں چار سو رکعت نماز پڑھنے کا حکم فرماتے تھے تاکہ جسم و روح کو نماز پڑھنے کی عادت ہو جائے۔ اور وہ اس سے خوب مانوس و مربوط ہو جائیں اور اہلِ استقامت خدا تعالیٰ کے حضور میں قبولیت پا جانے کے باعث بطورِ شکر یہ نماز ادا کرتے ہیں۔ باقی رہے اربابِ حال، توان کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ گروہ کہ جس کی نماز کمالِ محویت میں مقامِ جمع میں ہوتی ہے اس لئے کہ وہ مجتمع ہوتے ہیں۔ اور ایک گروہ وہ ہے کہ اس کی نماز جدائیِ مشرب میں تفرقہ کے مقام میں ہوتی ہے اس لئے کہ وہ متفرق ہوتے ہیں۔ اور جو لوگ

نماز میں جمع ہوتے ہیں وہ رات دن نماز ہی میں رہتے ہیں اور جو نماز میں متفرق
 ہوتے ہیں وہ فرضوں اور سنتوں کے سوا نماز نہیں پڑھتے اور آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا قَدْ عَلِمْتُ فِي الصَّلَاةِ عَيْنِي مِيرَى أَنْكُحُوں کی ٹھنڈک نماز میں
 رکھی گئی ہے یعنی میری تمام خوشیاں نماز میں ہیں پس اہل استقامت کا نماز میں
 یہی مشرب ہوتا ہے اور یہ حالت اسی طرح ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کو معراج میں لے گئے اور آپ کو قربت کے محل میں پہنچا یا گیا تو آپ کا نفس
 طرح طرح کی دنیوی قیود سے آزاد ہوا۔ آپ اس عروج پر پہنچے کہ آپ کا نفس
 دل کے درجہ پر تھا، دل جان کے درجہ پر جان سر کے محل میں اور سر یعنی عقل و
 عالم مادی کے تمام علاقے سے بے گانہ تعلق ہوا۔ آپ نے اس وقت عرض
 کی "پروردگار! مجھے اس عالم قدس اور عالم لاہوت میں لا کر دوبارہ اس علاقے نفسانی
 اور مصائب کے گھر یعنی دنیا میں نہ پہنچا اور طبیعت کی قیود میں نہ ڈال" بارگاہ
 حق تعالیٰ سے فرمان آیا کہ ہمارا حکم یہی ہے کہ آپ واپس دنیا میں جائیں اور
 وہاں آپ ہماری شریعت کو اپنے اسوۂ حسنہ اور تبلیغی مہم سے قائم و محکم کریں
 جو کچھ ہم نے آپ کو بیان دیا ہے وہ کچھ وہاں لے گا چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم دنیا میں واپس تشریف لائے اور جب کبھی آپ کا دل مقام معالیٰ اور
 معراج کی روحانی واردات کا مشتاق ہوتا تو آپ فرماتے يَا بَدَلُ اَرْحَنًا بِالصَّلَاةِ
 یعنی بے بلا! ہماری روح کو نماز سے سکون و اطمینان بخش پس حضور کی
 ہر نماز بمنزلہ معراج ہوتی اور اس میں آپ معراج تشریف کے تمام روحانی کوائف
 حاصل کر لیتے آپ کی جان نماز میں ہوتی اور آپ کا دل نیاز میں آپ کا سر راز میں

میں اور آپ کا بدن گداز میں ہوتا یہاں تک کہ قرب الہی کے باعث آپ کی نماز آپ کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتی۔ آپ کا بدن عالمِ ناسوت میں ہوتا اور آپ کی روح عالمِ ملکوت میں ہوتی۔ آپ کا بدن انسانی ہوتا لیکن آپ کی روح محبت و انس کے ملکوتی محل میں ہوتی۔

سہیل بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ کسی شخص کے صاحبِ صدق ہونے کی علامت یہ ہے کہ خداوند کریم فرشتوں کو اس کا مطیع و خیر خواہ بنا دیتا ہے۔ جب نماز کا وقت آجائے تو اگرچہ وہ شخص سویا ہوا ہو فرشتہ اس کو جگا دیتا ہے اور اسی طرح تمام نیک اعمال میں اس کا معین و مددگار ہوتا ہے اور یہ صفت حضرت سہیل بن عبد اللہ میں ظاہر تھی کیونکہ وہ ایک بوڑھے اور ناتوان مرد تھے مگر نماز کا وقت آتا تو بالکل تندرست و توانا ہو جاتے اور جب نماز ادا فرمایتے تو وہیں پڑے رہتے۔ حضراتِ مشائخ میں سے ایک شیخ بیان فرماتے ہیں کہ ایک نمازی چار چیزوں کا محتاج ہوتا ہے۔ ایک تو نفسِ امارہ کی فناء، دوسرے حوائجِ طبع سے کنارہ کشی، تیسرے باطن کا تزکیہ اور چوتھے مشاہدہ کا کمال۔

روایات میں بیان کرتے ہیں کہ حسین بن منصور ایک رات دن میں چار سو رکعت نماز فرض نمازوں سے زائد پڑھا کرتے تھے۔ کچھ لوگوں نے دریافت کیا کہ جس درجہ میں آپ ہیں وہاں اس قدر تکلیف اور صعوبت اٹھانے کی کیا ضرورت ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ رنج و راحت کے یہ امتیازات آپ لوگوں کے لئے ہیں۔ نماز و عبادت میں خواہ وہ کتنی ہی زیادہ ہو راحت ہی راحت ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے وہ دوست جو فانی الصفت ہوتے ہیں ان کے جسم و جان

پر رنج اور تکلیف اثر انداز نہیں ہوتی۔ دیکھنا کاہلی کا نام کمال اور حسن و ہوس کا نام طلب نہ رکھ لینا۔ ایک شخص کہتا ہے کہ میں حضرت ذوالنون مصریؒ کی اقتداء میں نماز پڑھ رہا تھا جب انہوں نے بکیر تحریر یہ کہی تو بے ہوش ہو گئے اور زمین پر گر کر ان کا جسم بہت دیر تک بے حس پڑا رہا۔ حضرت جنیدؒ جب بوڑھے ہو گئے تو پھر بھی انہوں نے جوانی کے وردوں میں سے کوئی ورد ترک نہ کیا۔ مریدوں نے عرض کی کہ یا شیخ! اب آپ بہت کمزور ہو گئے ہیں اور ان لوگوں میں قدرے تخفیف فرما دیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ ورد ہیں جن کی بدولت میں اس درجہ پر پہنچا ہوں۔ پس بحال ہے کہ انتہا میں چھوڑ دوں اور ان سے غفلت و بے اعتنائی برتوں۔

مشہور ہے کہ ملائکہ ہمیشہ عبادت میں ہیں اور ان کا مشرب ذکر و فرمانبرداری ہے۔ ان کی غذا بھی عبادت ہی ہے اس لئے کہ وہ روحانی ہیں اور ان کے نفس نہیں، بندہ کو اطاعت سے روکنے والی چیز نفس ہے جس قدر کہ بندہ مقہور ہوتا ہے بندگی کرنے کا طریق اس پر زیادہ آسان ہوتا ہے۔ جب نفس فانی ہوتا ہے تو اس کی غذا اور مشرب عبادت ہوتی ہے جیسا کہ فرشتوں سے نفس کی فنا درست ہوتی ہے۔ عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک عورت کو اپنے بچپن میں دیکھا۔ وہ بہت عابدہ تھی۔ نماز کی حالت میں بچھڑنے سے چالیس جگہ ڈنک مارا لیکن اس میں کسی قسم کا تغیر و اضطراب پیدا نہ ہوا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئی تو میں نے کہا اسے ماں! تو نے اس بچھڑ کو اپنے آپ سے دور کیوں نہ ہٹایا؟ اس نے کہا اسے بیٹا! تو

ابھی بچہ ہے۔ ان معاملات کو سمجھ نہیں سکتا۔ میں خدا کے کام میں اپنا کام کر لیں
شروع کر دیتی،

اسی طرح حضرت ابو الخیر اقطع کے پاؤں میں گوشت خورہ تھا۔ طبیبوں
نے پاؤں کاٹنے کی صلاح دی لیکن انہوں نے رضا مندی ظاہر نہ فرمائی۔ محرم
مہینوں نے کہا کہ ان کا پاؤں نماز کی حالت میں کاٹ دینا چاہیے کیونکہ
ان کو اس وقت کچھ ہوش نہیں رہتا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، اور جب وہ نماز سے
فارغ ہوئے تو انہوں نے اپنا پاؤں کٹا ہوا دیکھا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے متعلق روایت ہے کہ جب وہ نماز عشاء
میں قرآن پڑھتے تو آہستہ آواز سے پڑھتے، اور حضرت عمرؓ اس نماز میں قرآن
پڑھتے تو بلند آواز سے پڑھتے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
ایک دفعہ دریافت فرمایا۔ اے ابو بکر! تو قرآن آہستہ کیوں پڑھتا ہے؟ انہوں
نے جواب دیا: میں جس ہستی کی مناجات کرتا ہوں وہ آہستہ قرأت کو بھی
ستلہ ہے۔ اور جب حضرت عمرؓ سے دریافت فرمایا کہ اے عمر! تو نماز عشاء
میں قرآن اس قدر بلند آواز سے کیوں پڑھتا ہے؟ تو انہوں نے عرض کی کہ میں
سوئے ہوئے لوگوں کو بیدار کرتا ہوں اور شیطان کو رد کرتا ہوں۔ پس اس
طائفہ کے بعض لوگ تو فرائض کو آشکارا پڑھتے ہیں اور نوافل پوشیدہ طور پر
پڑھتے ہیں اور یہ اس لئے کرتے ہیں کہ ریاسے نجات پائیں، کیونکہ بعض
لوگ جب اعمال و عبادات کو علانیہ ادا کرتے ہیں اور خلقت کی توجہ ان کی
طرف ہو جاتی ہے تو وہ ریاکار ہو جاتے ہیں اور ریاکاری شرک ہے۔ اور

دوسرے گروہ کے لوگ فرض اور نفل بھی ظاہر پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ریا باطل
 ہے اور طاعت حق محال ہے کہ باطل کے واسطے حق کو پوشیدہ کریں۔ پس ریا
 کو دل سے دور کرنا چاہیئے اور جہاں چاہے عبادت کرو۔ الغرض حضرات
 مشائخ آداب عبادت کو اچھی طرح ضبط کئے ہوئے تھے اور مریدوں کو ان
 کا حکم فرماتے تھے۔

عوارف المعارف شیخ شہناز الدین سہروردی

۱۔ وضو کے آداب خواصہ ضوئیہ

صوفیوں کا ادب یہ ہے کہ معرفت احکام پر قائم ہو جائے

ان کا ادب وضو میں حضور قلب کا اعضاء کے دھونے میں ہے۔ میں نے بعض صالحین کو کہتے سنا ہے کہ جب وضو میں قلب حاضر ہو تو نماز میں بھی حاضر ہوگا اور جب اس میں سہویہ داخل پایا تو نماز میں بھی وسوسہ داخل ہوگا۔ اور صوفیہ کے آداب سے ہمیشہ با وضو رہنا ہے اور وضو مومن کا سلاح

ہے اور جب کہ اعضا وضو کی حمایت میں ہوں جو اثر شرعی ہے تو ان میں شیطان کی روش کم تر ہوگی۔

عدی بن حاتم نے کہا ہے کہ اُس وقت سے کہ میں مسلمان ہوا کبھی نماز کی جماعت نہیں کھڑی ہوئی مگر یہ کہ میں با وضو تھا۔ اور انس بن مالک نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اور اُس وقت پر اٹھ برس کا تھا تو آپ نے مجھ سے فرمایا اے فرزند اگر تجھ سے ہو سکے تو ہمیشہ طہارت یعنی وضو سے رہے تو کہ، اس لئے جس شخص کی موت آتی ہے اور وہ شخص وضو سے ہو تو شہادت عطا کی جاتی ہے سو عقلمند کا یہ کام ہے کہ ہمیشہ موت کے لئے مستعد رہے اور با وضو رہنا استعداد و تیاری میں سے ہے۔

حصری سے حکایت کی گئی ہے کہ البتہ اس نے کہا ہے کہ جب کبھی میں رات کو جاگا تو میرے اوپر نیند حملہ نہیں کرتی مگر بعد اس کے کہ میں اٹھا اور تازہ وضو کر لیا تاکہ ایسا نہ ہو کہ دوبار مجھے نیند آ جائے اور میں با وضو نہ ہوں۔ اور شیخ علی بن سبتی کے یاروں سے میں نے سنا ہے کہ ہر آئندہ وہ تمام رات بیٹھا رہتا، سو اگر اس پر نیند غلبہ کرتی تو پھر بھی اسی طرح بیٹھا رہتا تھا اور جب کبھی جاگتا تو کہتا کہ میں ایسا نہیں کہ سو عذاب کروں، سو وہ اٹھتا اور تازہ وضو کرتا اور دو رکعت نماز پڑھتا۔

ابو ہریرہ نے روایت کی ہے کہ ہر آئندہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے وقت بلال سے فرمایا کہ اے بلال! مجھ سے بڑی ابتدا دلائے واسے عمل کا ذکر کہ جو تو نے اسلام کی حالت میں کیا ہو اس لئے کہ میں نے

بہشت میں تیرے نعلین کی آواز اپنے آگے سنی تھی۔ اُس نے عرض کی کہ میں نے اسلام میں سب سے بڑھ کر امید دلانے والا عمل اپنے نزدیک اس سے نہیں کیا کہ میں نے رات یا دن کے کسی وقت میں وضو نہیں کیا مگر یہ کہ اپنے خدائے عزوجل کے لئے اس وضو سے نماز نہ پڑھی ہو جس قدر کہ میرے لئے مقرر کر دی کہ میں نماز پڑھوں۔

اور ادبِ صوفیہ سے طہارت میں پانی کے اسراف کا ترک ہے اور حدِ علم پر قائم ہوتا ہے۔ ابن کعبؓ نے حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے ہر آئینہ فرمایا ہے کہ وضو کے لئے ایک شیطان ہے جسے وہاں کہتے ہیں تو پانی کے دوسووں سے ڈرو اور بچو۔ اور ابو عبد اللہ رودباریؒ نے کہا کہ ہر آئینہ شیطان اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ نبی آدم کے تمام اعمال سے اپنا حصہ لے، سو وہ نہیں پروا کرتا اپنا حصہ لینے میں اس کے ساتھ کہ ماوراء میں زیادتی کریں یا کمی اور وہ سب کی بیشی اُس کے حصہ میں ہے۔

ابن کرینیؒ سے منقول ہے کہ ایک شب اسے غسل کی حاجت ہو گئی اور اُس کے بدن میں ایک مرقع تھا۔ سو وہ دجلہ پر گیا اور جاڑا خوب کڑکڑاتا ہوا پڑتا تھا۔ اُس کا نفس پانی کے اندر جانے سے کسماتا تھا اس واسطے کہ شدت سے ٹھنڈک تھی تو اُس نے اپنے آپ کو اس مرقع سینت پانی میں ڈال دیا، پھر پانی سے نکلا اور کہا کہ میں نے قولِ ویمان کر لیا کہ میں اس کو بدن سے نہ اتاروں گا جب تک کہ وہ بدن میں خشک نہ ہو جائے، سو میں نے اس قول کے موافق وہ مرقع بدن میں رکھا اس واسطے کہ وہ بہت سخت اور بہت موٹا تھا۔ اس عمل

کے ساتھ اس نے اپنے نفس کو ادب دیا اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل سے کسمایا تھا۔

روایت ہے کہ سہیل بن عبد اللہ اپنے یاروں کو زیادہ پانی پینے اور زمین پر زیادہ گرانے سے منع کیا کرتا تھا۔ اس کا منشا تھا کہ زیادہ پانی پیتے سے نفس کو ضعف اور شہوات کی موت اور قوت کی شکستگی ہوتی ہے اور افعال صوفیہ سے ہے کہ وضو کے لئے پانی موجود رکھنے میں احتیاط کریں۔

نقل ہے کہ ابراہیم خواجہ گھجی جنگ میں جاتے تو ان کی صرف ایک مشک پانی کی جاتی تھی اور بسا اوقات پانی نہ پیتے مگر تدرے قلیل، اور وضو کے بچار رکھتے۔ اور کہتے ہیں کہ وہ مکہ سے کوفہ کو جاتے اور انہیں تیمم کی حاجت نہ ہوتی کیونکہ وہ وضو کے لئے پانی محفوظ رکھتے اور پینے کے لئے تھوڑے پانی پر قناعت کرتے اور کہا گیا ہے کہ جب تم صوفی کو دیکھو کہ اس کے پاس مشک یا کوزہ نہیں ہے تو جانتا چاہیے کہ اس نے نماز کے ترک کرنے کا عزم کرنا چاہا یا انکار کیا۔ اور ایک صوفی کی حکایت ہے کہ اس نے اپنے نفس کی تادیب طہارت میں کی ہے اس حد تک کہ اس نے ایک ساعت فقر و پیٹھ پیچھے کتنے ہی روز قیام کیا اور وہ ایک گھر میں جمع تھے۔ سو ان میں سے کسی نے اس کو نہیں دیکھا کہ وہ بیت الخلا میں گیا کیونکہ وہ اس وقت قضا کی حاجت کرتا تھا جب کہ اس جگہ کوئی نہ ہوتا اور اس طرح نفس کی تادیب کا ارادہ کیا اور مذکور ہے کہ خواص نے اسے کی جامع مسجد میں پانی کے اندر وضو کی اور یہ اس سبب سے ہوا کہ اس کو اسہال کا عارضہ تھا اور جب وہ اٹھتا

پانی میں جاتا اور اپنے تئیں غسل دیتا۔ سو ایک بار پانی میں گیا اور اس میں مر گیا۔
یہ سب کچھ اہتمام وضو اور طہارت کی حفاظت کے لئے تھا۔ اور منقول کہ ابراہیم
ادیم بھی وضو اور طہارت کا قیام اور نگہداشت کرنے والے تھے۔ سو ایک رات میں
کچھ اوپر سر دھوئے اٹھتے اور ہر دفعہ تازہ وضو کرتے تھے اور دو رکعت نماز پڑھتے
تھے اور مذکور ہے کہ بعض صوفیائے اپنے نفس کو یہاں تک ادب دیا کہ اس سے
ریح خارج نہ ہوتی مگر براز کے وقت ادب سے خلوت میں خارج کرتے تھے۔
وضو کے بعد اعضاء کا پونچھنا ایک گروہ نے مکروہ چاہا ہے اور کہا ہے کہ وضو
کا پانی وزن کیا جائے گا اور بعض صوفیہ نے اس کو جائز رکھا ہے اور ان کی دلیل
وہ ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے کہا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پیوند گا ہٹوا کپڑا تھا کہ اس سے وضو کے بعد
اعضاء کا پانی خشک کرتے تھے اور معاذ بن جبل نے روایت کی ہے کہ میں
نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہ جب آپ وضو کرتے تو اپنے منہ
کو اپنے کپڑے کے کنارے سے ملتے تھے۔ اور صوفیہ کی نہایت درجہ
کوشش صفاتِ رویہ اور اخلاقِ ذمیرہ سے باطنوں کی طہارت میں ہے نہ
حد درجہ کی کوشش طہارت ظاہر میں اس مرتبہ تک کہ حدِ علم سے باہر نکل جائے
اور حال یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نصرانیہ کے گھر سے وضو
کیا ہے باوجودیکہ وہ لوگ شراب سے پرہیز نہیں کرتے۔ اور جریان امر ظاہر
اور اصل طہارت پر کیا ہے اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر بغیر
مصلے کے نماز پڑھا کرتے اور تنگے پاؤں راہوں میں چلتے پھرتے تھے اور

ہر آئینہ سونے وقت اپنے اور مٹی کے درمیان کسی چیز کو مائل نہ کرتے اور استنجے میں بعض اوقات صرف ڈھیلے اور پتھروں پر اتنقار کرتے تھے۔ اور ان کا کام ظاہری طہارت میں تساہل اور سہل انگاری پر ہوتا تھا اور باطنی طہارت میں بڑی جدوجہد کرتے تھے اور ایسا ہی صوفیہ کا شغل ہے اور کبھی کبھی بعض اشخاص میں طہارت کی بڑی شدت ہوتی ہے اور اس کی وجہ نفس کی رعوت ہوتی ہے پس اگر اُس کا کپڑا میل ہو گیا تو وہ تنگ دل ہوتا ہے اور جو اُس کے باطن میں کینہ اور بغض اور کبر و غرور اور ریا و نفاق ہے اُس کی پروا نہیں کرتا اور شاید اس شخص کو جو شکے پاؤں زمین پر پھرتا ہے برا جانتا ہے حالانکہ شرع نے اس کی اجازت دی ہے، اور اس چیز کو برا نہیں سمجھتا کہ وہ غیبت کا کلمہ کہے جس سے اس کا دین خراب و خستہ ہوتا ہے اور یہ سب اس وجہ سے ہے کہ علم کم ہے اور اُس نے ان اہل صدق کی صحبت سے ادب سیکھنا چھوڑ دیا ہے جو علمائے راسخ ہیں۔

وضو و طہارت میں حکایات متصوفہ سے یہ ہے کہ ابو عمر زجاجی کہے میں تیس برس مجاور رہے اور وہ کبھی حرم میں قضاے حاجت نہ کرتے اور بیرون حرم جایا کرتے اور اقل درجہ دورہ ڈھائی کوس تھا۔ اور کہتے ہیں کہ کسی کے منہ پر زخم تھا جو بارہ برس تک نہیں بھرا اور اچھا نہ ہوا اس سبب سے کہ پانی اُس کو مضی تھا اور باوجود اس کے وہ ہر فرض کے وقت تازہ وضو کرنا نہ چھوڑتا تھا۔ اور بعض اُن میں سے ایسے تھے کہ اُن کی آنکھ میں پانی اتر آ یا اور لوگ ان کے پاس طیبہ کو لاتے اور اس کے لئے بہت سامان خرچ کیا تاکہ اُس کی دوا کی جائے۔ تو

محبیب نے کہا کہ دوا بہت دنوں تک ترک وضو کی محتاج ہے اور پیٹ کے بل لیٹا رہے، پس دوا نہیں کی اور بینائی کا جاتا رہتا ترک وضو پر اختیار کیا۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما
۲۔ نماز کی فضیلت اور اس کی بزرگی | نے روایت کی ہے کہا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر گاہ خدا تعالیٰ نے جنت عدن کو پیدا کیا اور اس میں وہ چیزیں پیدا کیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا اور نہ کانوں نے سنا اور نہ کسی بشر کے دل میں مخطور ہوئیں۔ اُس نے فرمایا کہ اسے جنت کلام کہ تو اس نے تین بار کہا قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ۔ یعنی اللبتہ چٹکارا پایا ان مومنوں نے جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے اور گڑگڑانے والے ہیں۔ اور نمازیوں کی علاج میں قرآن مجید کی شہادت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آئے جبرائیل میرے پاس آفتاب چھپنے کے وقت اور میرے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی اور بعضوں نے کہا ہے کہ صلوٰۃ مشتق صلی سے ہے اور وہ ٹیڑھی ٹکڑی ہے کہ جب اس کے سیدھا کرنے کا ارادہ کریں تو اس کو آگ دکھاتے ہیں، پھر وہ سیدھی ہوتی ہے اور بندہ میں کبھی اُس کے نفس کے سبب سے جو بڑائی کا حکم دیتا ہے، اور ذات الہی جل شانہ کے انوار ایسے ہیں کہ اگر اُس کے پردے کھوے جائیں تو جو سامنے آئے اس کو جلادیں۔ مصلی اس شعلہ سطوت الہی اور عظمت ربانی سے سینک پاستے میں جس سے اُن کی کبھی دور ہوتی ہے بلکہ اس کے بدولت اُن کا معراج متحقق ہوتا ہے تو مصطفیٰ کی وہی مثل ہے جیسے کوئی آگ سے سینکتا اور

تاتا ہے اور جس شخص نے صلوٰۃ کی آتش سے سینک حاصل کی اور اس کے سبب اس کی کچی زائل ہو گئی وہ جہنم کی آتش پر عرض نہیں کیا جائے گا مگر یہ کہ قسم پوری ہو جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق عزوجل کہتا ہے کہ میں نے اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نماز کو آدھوں آدھ تقسیم کر دیا کہ جس وقت بندہ کہتا ہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے مجھے میرے بندہ نے بزرگ گردانا اور میری عظمت و مجد کی، پھر جب اُس نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری حمد کی، پھر جب کہا اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے اوپر میرے بندے نے ثنا کی، پھر جب کہا کہ مَا لَكَ یَوْمَ الدِّیْنِ تو فرماتا ہے میرے بندہ نے اپنے آپ کو میرے تفویض اور سپرد کیا، پھر جب کہا اَیُّاکَ نَعْبُدُ وَ اَیُّاکَ نَسْتَعِیْنُ اللّٰهُ تعالیٰ کہتا ہے یہ معاملہ میرے اور میرے بندہ کے درمیان ہے، پھر جب کہا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ اللّٰهُ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرے بندے کے واسطے ہے اور میرے بندے کے لئے سب کچھ ہے جو وہ مانگے پس نماز رب اور بندے کے درمیان ایک جوڑا اور وصل ہے، اور جو چیز اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان صلہ اور پیوند ہو تو بندہ کا حق یہ ہے کہ وہ ربوبیت کے دبدبے سے بندگی پر خاشع اور گرگڑانے والا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کھڑے

ہو تو میرے ذکر کے لئے اور جب نماز ذکر کے لئے ہو گی اُس میں کیڑ کر بھول اور
 نسیان واقع ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے نماز کے پاس نہ جاؤ اس
 حال میں کہ تم متوالے ہو یہاں تک کہ جانو تم کہ تم کیا کہتے ہو، پس جو شخص ایسا ہو کہ جو
 کہے اور اپنے کہے کو جانتا نہ ہو تو وہ کیا نماز پڑھنے کے قابل ہے دراصل حالیکہ
 اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کیا ہے، سو متوالا ایک شے کہتا ہے کہ عقل اُس
 میں حاضر نہیں اور غافل نماز پڑھتا ہے کہ اُس میں بھی عقل حاضر نہیں تو وہ ایک
 متوالے کی مثال ہے اور منقول ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 نماز میں اپنی آنکھیں آسمان کی طرف اٹھانے لگتے اور دہانے بائیں دیکھتے تھے
 پھر جب کہ یہ آیت نازل ہوئی اَلَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ تو
 انہوں نے اپنے منہ اُس طرف کر لئے کہ جس طرف سجدہ کرتے تھے اور اس کے
 بعد پھر روایت نہیں کی گئی کہ اُن میں سے کوئی دیکھتا ہے گز زمین کی طرف اور
 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی کہا کہ
 جب بندہ نماز میں کھڑا ہو تو اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے سو جب اُس نے
 کسی کی طرف التفات و توجہ کی تو اُسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو کس کی طرف
 پھرتا ہے۔ اے پسر آدم! کیا کوئی مجھ سے بہتر ہے۔ تیرے لئے یہی ہے کہ
 میری طرف منہ کر کہ میں تیرے حق میں اُس شخص سے بہتر ہوں جس کی طرف تو
 مڑتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرد کو دیکھا کہ وہ نماز میں دائرہ
 سے کھیل رہا تھا تو فرمایا کہ اگر اس کا قلب خشوع کرتا تو اس کے جوارح بھی خشوع

کہتے اور ہر آنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس وقت تو نماز پڑھے تو صلوٰۃ مودع پڑھ پس مصلیٰ اپنے قلب سے اللہ تعالیٰ کی طرف ہیر کرنے والا ہے کہ اپنی بیوی اور اپنی دنیا اور ہر ایک شے مانگے اللہ کو وداع کرتا ہے اور صلوٰۃ نعت میں دعا ہے تو جب نماز پڑھنے والا تمام اعضا و جوارح کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے تو اس کے سب اعضا زبان بن جاتے ہیں جن کے ساتھ بندہ ظاہراً اور باطناً دعا کرتا ہے پس جب کہ تمام دعا دعا کرتا ہے تو اس کا مالک قبول کرتا ہے اس واسطے کہ اس نے اس کا وعدہ فرمایا ہے اور کہا ہے کہ مجھ سے دعا مانگو میں تمہارے لئے قبول کروں گا۔

خالد ربیعؒ کہا کرتا کہ مجھے اس آیت اذْخُذْنِيْ اَسْتَجِبْ لِّكَوْنِيْ تَعَجُّب میں ڈالا اور خوش کیا کہ اُن کو دعا کے لئے حکم دیا اور اُن سے اجابت کا وعدہ کیا کہ اُس کے درمیان کوئی شرط نہیں ہے اور استجابت اور اجابت بندہ کی دعا کا نفوذ اور جاری ہونا ہے پس جو سچا دعا مانگے والا اس شخص کو جس سے وہ دعا مانگتا ہے چاہئے والا ہو اُس کے نور تعین سے دعا پردوں کو چاک کر ڈالتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاجت کا تقاضا کرتی ہوتی جا کھڑی ہوتی ہے اور اس اُمت کو اللہ تعالیٰ نے فاتحہ کتاب یعنی سورۃ الحمد کے نازل کرنے کے ساتھ مخصوص کیا اور اس میں دعا پر ثنا کو تقدیم ہے تاکہ وہ جلد قبول ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم اپنے بندوں کو دعا کی کیفیت ہے اور فاتحہ کتاب وہ سبع الثانی یعنی سات آیات دوبار نازل شدہ اور قرآن عظیم سے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَكَسَدَ اَتَيْنَكَ سُبْعًا مِّنَ الْمَشَانِي

وَالْفَرَانِ الْعَظِيمِ۔ بعضوں نے کہا ہے کہ اس کا نام مثانی اس واسطے رکھا گیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دو مرتبہ نازل ہوئی ایک بار مکہ میں اور ایک بار مدینہ میں، اور ہر ایک بار کہ وہ نازل ہوئی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے دوسرا ہی فہم تھا بلکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہر بار کہ اس کو دہرا کر دیر تک پڑھا کرتے تھے ایک اور ہی فہم ہوتا تھا۔ اور یہی حال آپ کی اقامت میں سے ان محقق نازیوں کا ہے کہ ان کو اس کے عجیب اسرار منکشف ہوتے ہیں اور ہر ایک دفعہ ان کے لئے اس دریا کے موتی باہر پھینکے جلتے ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس کا نام مثانی اس لئے رکھا گیا ہے کہ وہ دوسرے رسولوں سے استثنائی گئی اور ان کو نہیں عطا ہوئی اور وہ سات آیات ہیں۔

امروان نے روایت کی کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھا اور اس وقت میں نماز میں جھکتی تھی تو مجھے بہت جھڑکا قریب تھا کہ میں اپنی نماز سے پھر آؤں، پھر کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے جب تم میں سے کوئی نماز میں کھڑا ہو تو چاہیے کہ اس کے اطراف یعنی ہاتھ پاؤں پیو دیوں کی طرح خم نہ ہوں، ہر آئینہ اطراف کا سکون نماز کے مکملہ اور تمامی سے ہے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خشوع نفاق سے پناہ مانگو۔ عرض کی گئی کہ خشوع نفاق کیا چیز ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بدن کا خشوع اور قلب کا نفاق ہے اور یہود کا جھکنا، سو کہا گیا ہے کہ

مومنوں سے علیہ السلام نبی اسرائیل سے ظاہر امور کا تعالٰیٰ کراچا کرتے تھے اس چیز کی
 قلت سے کہ جو ان کے باطن میں تھی تو وہ ان کی ہیبت دلاتے اور ان کی عظمت
 کراتے تھے اور اسی وجہ سے اس کی طرف اللہ تعالٰیٰ نے وحی بھیجی کہ تو ریت کو
 طلا سے مٹا دے اور مذہب کیا جائے اور میرے قلب میں یہ اٹھا ہوا، اور اللہ زیادہ دانا
 ہے کہ مومنوں کو اس کی نمازیں اور مناجات کے محل میں واردات نازل ہوتی
 تھی تو اس کے سبب اس کا باطن متوج کرتا تھا جیسے ایک سمندر ہو پھر اٹھا کہ اس
 پر ہوا چلے تو لہریں تلاطم کرتی ہیں۔ سو مومنوں سے علیہ السلام کا جھکنا اور خم کرنا دیکھنا
 قلب کی لہروں کا تلاطم تھا جب کہ اس پر فضل اور ہر بانی کی ہوا میں چلتی ہوں اور
 بسا اوقات روح حضرت الہی کی طرف بھانکتی ہے تو وہ اوپر کو بھکتی ہے اور
 غالب کہ اس سے میل جول ہے، اس واسطے غالب بے قرار ہوتا اور تلملانا ہے
 اور پیچ و تاب کھاتا ہے، سو یہ وہی اس کے ظاہر کو دیکھا تو وہ جھکنے اور پھٹنے
 لگے بدوں اس کے کہ ان کے باطنوں کو اس کیفیت سے پہرہ ہوا اور اسی وجہ سے
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں پر جو سو سوہ والے ہیں انکار کرنے
 ہوئے فرمایا کہ اسی طرح اللہ تعالٰیٰ کی عظمت نبی اسرائیل کے دلوں سے جاتی
 رہی یہاں تک کہ ان کے بدن حاضر رہے اور دل ان کے غائب ہو گئے۔ اللہ تعالٰیٰ
 نہیں قبول کرتا اس شخص کی نماز کہ جس میں اس کا قلب حاضر نہ ہو جس طرح کہ اس
 کا بدن حاضر ہوتا ہے اور ہر آئینہ آدمی ہمیشہ نماز پڑھا کرتا ہے اور اس کے لئے
 دسواں حصہ بھی نہیں لکھا جاتا جب کہ اس کا دل بھولا ہوا اور کھلتا ہوا ہو۔
 اور جانتا چاہیے کہ اللہ تعالٰیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور ہر آئینہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز دین کا ستون ہے،
تو جس نے نماز کو چھوڑ دیا وہ کافر ہو گیا، تو نماز سے بندگی اور عبودیت کی
تحقیق اور اثبات ہے اور حقیقی ربوبیت اور تمام عبادات کا ادا کرنا ستر صلوٰۃ کی
تحقیق کے وسائل ہیں۔

سہل بن عبد اللہؓ نے کہا ہے کہ بندہ تکمیل فراتقص کے لئے سنن مؤکدہ کا
محتاج ہے اور تکمیل سنن کے لئے نوافل کا اور تکمیل نوافل کے لئے آداب کا
محتاج ہے اور ادب میں سے ایک چیز ترک دنیا ہے اور وہ چیز کہ جس کا ذکر
سہلؓ نے کیا ہے وہ معنی اس قول کے ہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر
پر کہا ہے کہ آدمی اسلام میں اپنے بال سفید کر دیتا ہے اور خالائکہ اللہ تعالیٰ کے
واسطے اُس نے نماز کو کامل نہیں کیا۔ سوال کیا گیا کہ یہ کیونکر اور کیا بات ہے۔
فرمایا کہ نماز میں اُس کا خشوع اور تواضع اور اللہ تعالیٰ کی طرف اُس کی رجوع
پوری اور کامل نہیں ہوتی اور ہر آئندہ عادت میں وارد ہے کہ جب بندہ نماز میں
کھڑا ہو تو اللہ تعالیٰ اُس حجاب کو جو اُس کے اور اُس کے درمیان ہے اٹھا دیتا
ہے اور اپنے وجہ کریم سے اُس کے مواجہہ ہوتا ہے اور ملائکہ اُس کے دونوں
شانوں کے پاس سے ہوا کی طرف کھڑے ہوتے ہیں اور اُس کی صلوٰۃ کے ساتھ
صلوٰۃ پڑھتے ہیں اور اُس کی دعا پڑھتے ہیں اور مصطفیٰ کی یہ حالت ہوتی ہے کہ
آسمان کے اوپر سے اُس کے سر پر قبولیت اور خوشنودی نازل کی جاتی ہے۔ اور
ہر آئندہ نمازیوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہر ایک رکعت میں ان چیزوں کو جمع کیا
ہے جو اہل آسمان پر تقسیم ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے واسطے بہت سے ملائکہ

ہیں رکوع میں کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے اُن کو پیدا کیا ہے وہ قیامت تک رکوع سے نہیں اٹھتے اور اسی طرح سجدہ میں اور قیام میں اور قعود میں ہیں۔ اور بندہ حاضر اور آگاہ و بیدار اپنے رکوع میں اُن میں سے راکعین کی صفوں سے منصف ہوتا ہے اور سجدے میں ساجدین کی صفات سے اور ہر ایک ہیئت میں اُس کا یہی حال ہے۔ اور وہ بندہ گویا اُن فرشتوں میں سے ایک اور اُن کے درمیان ہوتا ہے، اور غیر فریضہ میں مصلیٰ کے سر اوار ہے کہ وہ اپنے رکوع میں رکعت اور دنگ کرے۔

اگر بحکم خلقت و بشریت اس میں ماندگی راہ پائے تو اس سے استغفار کرے اور اس ہیئت کی استقامت اور تہرار کرے اور اس بات کی تاک میں رہے کہ خشوع و خضوع جو اس ہیئت کے لائق ہے تاکہ اُس کا قلب ہیئت کے رنگ پر آئے اور بسا اوقات سچے رکوع کرنے والے کو اپنے تئیں دیکھ پڑتا ہے کہ اُس قصد رکوع اور سجدے کی حالت میں اُس پر سبقت لے گیا ہے کہ اس رکوع و سجدہ سے اٹھے جب تک کہ وہ ہیئت خاص اپنا پورا حق کرے تو اس ہیئت میں اس کا قصد کرنا اُس میں مستغرق ہونا ہے اور اُسی کے ساتھ مشغول رہنے سے فارغ ان ہشتوں سے جو اس ہیئت کے سوا ہیں تو اس سے زیادہ حظ اس ہر ایک ہیئت کی برکت سے مزید ہوتا ہے اس واسطے کہ عجلت جس کا تقاضا طبیعت کرتی ہے باب فتوح کو بند کر دیتی ہے۔ اور نفحات الہیہ کے بہانے مقامات میں قرار پاتا ہے یہاں تک کہ بندہ کا نصیب اور حظ پورا اور کامل ہو جاتا ہے اور اُس وقت اس کے آثارِ حسن موانست جوئی سے محو ہو جاتے ہیں

اور وصال کے مقام میں قرار پاتا ہے۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ نماز میں چار ہیئت ہیں اور چھ ذکر ہیں۔ سو چار ہیئت، قیام، قعود، رکوع اور سجود ہیں اور چھ ذکر یہ ہیں، تلاوت، تسبیح، حمد، استغفار، دعا اور درود نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تو یہ سب عشرہ کاملہ ہوتے کہ یہ دس ملائکہ کی دس صفوں پر منقسم ہیں کہ ہر ایک صف دس ہزار کی ہے پس دو رکعتوں میں وہ چیزیں جمع ہوتی ہیں جو ایک لاکھ فرشتوں کو تقسیم ہیں۔

اس فصل میں ہم نماز کی کیفیت کو
۳۔ اہل قرب کی نماز کا وصف | اس کی ہیئتوں اور شرطوں اور آداب

ظاہری و باطنی کے ساتھ اس اتہاد و رب جے تک کہ ہمارا فہم و علم اس کو علی الوضو پہنچا ہے نقل اقوال سے قطع نظر کہ بیان کریں گے اس لئے کہ اس میں کثرت ہے اور مقصود حد ایجاز و اختصار سے باہر نکل جائے گا اور اللہ ہی کے ساتھ توفیق ہے۔ بندہ کو سزاوار ہے کہ نماز کے لئے اس کے وقت آنے سے پہلے وضو کی طہارت کرے اور وضو کو نماز کے وقت آنے پر نہ ڈالے، اس واسطے کہ یہ امر نماز کی محافظت سے ہے۔ موجب نماز کا وقت آئے پہلے سنت مؤکدہ پڑھے اس میں ستر اور حکمت ہے اور اللہ تعالیٰ زیادہ دانتا ہے اس لئے کہ بندہ کے باطن میں پراگندگی اور اس کی انگ بھٹکی بھٹکی ہو جاتی ہے جب کہ لوگوں کے ساتھ میل جول یا معاش کے کاموں میں مشغولی میں مبتلا ہو یا بھیل چوک جو خلقی طور پر ہے یا عادت کے موافق کھانے یا سونے کی طرف مصروف ہو۔ موجب کہ پہلے سنت پڑھے گا تو اس کا باطن نماز کی طرف کھینچتا ہے اور وہ

مناجات کے لئے آمادہ ہوتا ہے اور سنتِ مرکّذہ سے باطن سے غفلت
 اور کدورت کا اثر جاتا رہتا ہے اور باطن میں صلاحیت آجاتی ہے اور فرض
 کے لئے مستعد اور آمادہ ہو جاتا ہے، تو سنت ایک مقدّمہ صالحہ ہے جس سے
 برکات آتاری جاتی ہیں اور نجات کو راہ ملتی ہے اس کے بعد فرض کے وقت اللہ تعالیٰ
 کے ساتھ شے ہرے سے توجہ کرے ہر گناہ سے جو اُس نے کیا ہو اور گناہ عام ہیں
 اور خاص ہیں سو عام تو کبیرہ اور صغیرہ ہیں جن کی طرف شرع نے اشارہ کیا ہے اور
 کلام اللہ اور حدیث میں آیا ہے اور خاص کسی شخص کے حال کے گناہ ہیں، پس ہر
 شخص خواہ کوئی ہو اُس کے حال کی صفائی کے موافق کچھ گناہ اس کے ہوتے ہیں
 کہ جو اُس کے حال کو چھو جاتے ہیں اور اُن کو صاحبِ حال جانتا ہے اور کہا گیا ہے
 کہ برابر لوگوں کے حنات مقربین کے سیات ہیں۔ پھر نماز جماعت بغیر نہ پڑھے
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جماعت کی نماز مفرد کی نماز سے
 ستائیس درجہ فضیلت میں زیادہ ہے، پھر ظاہر میں قبلہ کی طرف منہ کرے اور
 درگاہِ الہی کی طرف باطن میں توجہ کرے اور قُلْ اَعُوْذُ بِدِيْبِ الْمَنَاسِيْطِ پڑھے
 اور اپنے دل میں آیتِ توجہ کہے یعنی اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهَیْ لِلْذِّیْ فَطَرَ
 السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا دَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اور یہ توجہ
 نماز سے پہلے ہے اور اُس کے ظاہر کے منہ کے لئے قبلہ کی طرف پھر
 کے ساتھ یاری اور کشودگی مطلوب ہے، اور توجہ کے ساتھ اُس کی جہت کی تخصیص
 نماز کی جہت کے علاوہ ہے بعد ازاں دونوں ہاتھ اپنے دونوں شانوں کے برابر
 اٹھائے اس طرح کہ اُس کی دونوں ہتھیلیاں اُس کے دونوں شانوں کے برابر

نیت کے ہوزن نہیں ہوتیں جو اللہ کے واسطے اللہ کے ساتھ ہو اور ہر
چند وہ کتنی ہی قلیل ہو۔

ابو سعید خدریؓ سے پوچھا گیا کہ نماز میں کس طرح داخل ہونا چاہیے تو اس
نے کہا کہ تو اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس طرح آئے کہ قیامت کے روز اس
کے سامنے حاضر ہو اور اللہ تعالیٰ کے روبرو اس طرح کھڑا ہو کہ تیرے اور
اس کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہو اور وہ تیرے سامنے ہو اور تو اس
بات چیت کرے اور تو جانے کہ جس کے سامنے تو کھڑا ہوا ہے وہ بڑا بادشاہ
ہے۔ اور بعض عارفوں سے پوچھا گیا کہ آپ تکبیر ادا کرنے کے کس طرح کہتے ہیں
جب تو اللہ اکبر کہتے تو پاؤں سے تیرے ساتھ لفظ اللہ میں تعظیم الف کے
ساتھ اور نہایت لطم کے ساتھ اور مراقبہ و قرب ہا کے ساتھ ہو اور جاننا چاہیے
آدمیوں میں سے بعض وہ ہوتے ہیں کہ جب اس نے کہا اللہ اکبر تو وہ غلط
اور کبریا میں غائب ہو گیا اور اس کا باطن نور سے معمور ہو گیا اور اس کے
سینہ کی فضا میں تمام دنیا ایک رائی کے دانہ کے برابر ہو گئی جو کہ دشت عرب
کی زمین میں ہو پھر وہ رائی کا دانہ چھٹکا دیا گیا، تو وہ شخص سو سو اور حدیث
سے کیا ڈرے گا اور وہ دل میں دنیا سے کیا خیال کریگا جو رائی برابر ہو گئے
وہ چھٹکا دی گئی، پس ایسے بندے کو سو سو اور حدیث نفس کس طرح فرائض
کرے گی۔

پھر اپنے دامن سے ہاتھ سے اپنا بایاں ہاتھ پکڑے
اور دامن کو اس کی کرامت کے سبب بائیں کے

رکھے اور کلمہ کی انگلی اور بیچ کی انگلی کو کلائی پر کھینچے اور دونوں طرف سے باقی
 تینوں انگلیوں کے ساتھ بائیں ہاتھ کو پکڑے اور ہر آئینہ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ
 نے اس آیت کی تفسیر میں فَصَلَ لِرَبِّكَ وَانْحَرَ فرمایا ہے کہ وہ
 دائیں ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر سینہ کے نیچے ہے اور یہ اس لئے کہ سینہ کے نیچے
 کو عرفاً ناکر کہتے ہیں یعنی اپنا ہاتھ ناکر پر رکھو۔ اور بعض صوفیہ نے کہا ہے
 وَانْحَرَ یعنی قبلہ کی طرف اپنے پیش سینہ سے رخ کرو اور اس میں ایک راز
 مخفی ہے جو پردہ ہائے غیب سے اس طرف کشوف ہوتا ہے اور وہ یہ
 ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو اپنی حکمت لطیف کے ساتھ پیدا کیا اور اس کو
 شرف دیا اور بزرگ کیا اور اس کو اپنی نظر کا محل اور وحی کی درود گاہ بنایا اور اپنی
 زمین اور آسمان کی مخلوقات کا زبدہ اور انتخاب کیا۔ روحانی ہے اور جسمانی ارضی
 ہے اور سماوی، راست قامت اور مرتفع صورت، سراسر کے اوپر نصف دل
 کی حد سے ہے جس میں اسرار سماوی امانت رکھے گئے ہیں اور اس کے نیچے
 کے نصف میں زمین کے اسرار رکھے ہوئے ہیں، سراسر کے نفس کا محل اور مرکز
 نصف اسفل ہے اور اس کی روح اور قلب کا محل نصف اعلا ہے، تو
 روح کے جذبات نفس کے جذبات سے مقابلہ اور محاربہ کرتے ہیں اور ان
 کی مدافعت اور ان کے باہم غالب مغلوب ہونے کے اعتبار سے فرشتہ اور
 شیطان کی آمد اور قربت ہوتی ہے اور نماز کے وقت زیادہ مقابلہ ہوتا ہے
 اس لئے کہ ایمان اور طبیعت میں باہم کشش ہوتی ہے، اس حالت میں نمازی
 جس کا قلب سماوی ہو گیا ہے فنا اور بقا کے درمیان آمد و شد کرنے والا کاشف

ہوتا ہے اس سبب سے کہ نفس کے جذبے اپنے مرکز سے بلندی کو جانتے ہیں اور جوارح اور اُن کی گردش اور حرکت کے لئے باطن کے معانی کے ساتھ ارتباط اور موازنہ ہے پس داہنے ہاتھ کے بائیں پر رکھنے سے نفس کا اپنے جاذبوں کی اونچی چڑھائی سے باز رہنا اور رک جانا ہے اور اس کا نشان دوسرے کے دھڑکنے اور حدیثِ نفس کے موقوف ہونے سے نماز میں طاہر ہوتا ہے۔ پھر جبکہ روح کے جذبے غالب ہوتے ہیں اور وہ سر سے پاؤں تک مالک بن جاتی ہے اس وقت کہ انس کامل اور آنکھوں کی ٹھنڈک اور سلطانِ مشاہدہ غالب ہو تو نفس مقہور و ندقل ہو جاتا ہے اور اس کا مرکز روح نور سے تابان اور روشن ہو جاتا ہے اور اس وقت نفس کی کشمکشیں جاتی رہتی ہیں اور جتنا کہ نفس کا مرکز نورانی ہوتا ہے اُس قدر عبادت کی گرائی اور ماندگی دور ہو جاتی ہے۔

اور اپنے قیام میں اپنے سر کو جھکائے رکھے اور نظر اُس کی سجدہ کی جگہ کی طرف رہے اور قیامِ قد کے سیدھے ہونے سے پورا اور کامل ہوتا ہے اور گھوڑا جھکاؤ بھی خود دونوں زانو اوتھی گاہ اور بدن کے موڑ توڑ کے مقابلوں میں ہو وہ سب دور کرے اور اسے کھڑا ہو کہ گویا اپنے تمام بدن سمیت زمین کی طرف دیکھ رہا ہے، سو یہ تمام بدن اجزاء کے خشوع سے ہے اور قلبِ خشوع ہونے سے بدن میں خشوع پیدا ہوتا ہے اور دونوں قدم کے درمیان فرق رکھے اس واسطے کہ دونوں ٹخنوں کا مل جانا صاف اور تیز ہے جو ممنوع ہے اور دو پاؤں میں سے ایک کو نہ اٹھائے اس واسطے کہ صحنِ پاؤں سے منع کیا ہے رصفِ گھوڑے کے تین پاؤں پر کھڑا ہونا اور

پاؤں کا زمین پر ٹکانا، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحن اور صفد سے
 نہیں فرمائی اور ہر گاہ صحن ممنوع ہے تو ایک پاؤں پر بوجھ دینے میں ایک معنی
 صحن کے پائے جاتے ہیں اس اعتبار کی پوری رعایت دونوں پاؤں پر
 بوجھ دینے میں ہے۔ اور اپنے ہاتھ کو اپنی چھاتی کی طرف نہ لانا بھی مکروہ ہے۔
 اور سدل سے اجتناب کرے اور وہ یہ ہے کہ اپنے جامہ کے کناروں کو زمین کی
 طرف ٹکائے کہ اس میں تکرر کے معنی ہیں اور اختصار مکروہ ہے اور اختصار
 اپنے ہاتھ کا تہی گاہ پر رکھنا ہے اور صلب مکروہ ہے اور وہ دونوں تہی گاہ یعنی
 گوتھوں پر دونوں ہاتھوں کا پورا رکھنا ہے اور دونوں بازو سلیوں سے علیحدہ کرے
 سو جب کہ نماز میں اس ہیئت سے کھڑا ہو جس کا ہم نے ذکر کیا ہے سب مکروہات
 سے بچا ہوا تو ہر آئینہ تیام پورا اور کامل کیا، پھر توجہ کی آیت اور دعا پڑھے جیسا کہ
 ہم نے ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد کہے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ
 الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ — اور سورۃ فاتحہ پڑھے۔
 اور مابعد فاتحہ کا پڑھے قلب کے حضور اور قصد کی جمعیت اور دل و زبان کی
 موافقت سے جس میں حظ وافر، قرب اور وصل اور ہیئت اور عاجزی اور خوف
 تعظیم، وقار، مشاہدہ اور سرگوشی ہو۔

بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ میں کبھی نماز میں نہیں مشغول ہوا کہ اپنی قناعت کے
 سوا کسی دوسری چیز نے مجھے بے آرام کیا ہو۔ اور عامر بن عبد اللہ سے لوگوں
 نے پوچھا کہ آپ نماز میں دنیا کے کاموں سے کچھ پاتے ہیں تو کہا اگر نیزوں کی
 نوک میرے چھوٹی جائیں تو مجھے زیادہ اس سے لگتی ہیں کہ میں وہ پاؤں جو غم نماز

میں پاتے ہو اور بعض ایسے لوگ ہیں کہ جب وہ اللہ کی طرف نماز میں متوجہ ہوتے ہیں تو انابت کے معنی کو پہنچتے اور اس صفت کے مصداق ہوتے ہیں اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے انابت یعنی رجوع الی الحق کو مقدم کیا ہے اور ایسے سینہ سے جو اسلام کے ساتھ نشر اور ایسے قلب کے ساتھ جو نور انعام سے کشادہ ہے نماز پڑھتا ہے سوا ایک کلمہ قرآن کا اس کی زبان سے نکلتا ہے اور اس کے تئیں اپنے دل سے سنتا ہے، پھر وہ کلمہ ایسے قلب کی فضا میں گرتا ہے جہاں اس کے سوا دوسری کوئی چیز نہیں ہے تب مالک قلب حسن فہم اور نعمت سماعت کی لذت حاصل کرتا ہے اور ملاوت استماع اور یادداشت کامل سے اس کو مزہ لے لے کر پی جاتا ہے اور اس کے معنی لطیف اور فحوائی شریف کا ادراک کرتا ہے اور وہ ایسے معانی میں جو تفصیل ذکر سے لطیف تر ہیں اور فکر خفی کے ساتھ مشکل ہوتے ہیں اور معنی قرآن کا ظاہر قوت نفس ہو جاتا ہے۔ سو نفس مطمئنہ معانی قرآن کے ساتھ اپنی حدیث کا عوض اور بدل حاصل کرتا ہے، اس واسطے کہ وہ معانی قرآن معانی ظاہرہ ہیں جو عالم حکمت اور شہادت کی طرف متوجہ ہیں جس کی مناسبت نفس سے قریب ہے جو رسم حکمت کے قائم کرنے کے لئے بنایا گیا ہے اور قرآن کے معانی باطنی جس کے ساتھ کشف عالم ملکوت ہوتا ہے قوت قلب ہے اور روح مقدس کو عظمت مشکلم کے مطالعہ کے سبب چھڑا کر پردہ ہائے جبروت تک پہنچاتے ہیں اور ایسے ہی مطالعہ کے باعث استغراق کمال دریا ہائے اشواق میں ہوتا ہے جیسا کہ مسلم بن یسار سے منقول ہے کہ اس نے ایک روز مسجد بصرہ میں نماز پڑھی۔ اس وقت مسجد کا ایک ستون گر پڑا

جس کے گرنے کی آواز بازار والوں نے سنی اور وہ نماز میں کھڑا ہوا تھا اور
اُس کو کچھ علم نہ ہوا۔ بعد ازاں جب کہ رکوع کا ارادہ کرے تو قرات میں سے
رکوع میں جاگئے، بعد ازاں قند کو جھکاتے ہوئے رکوع کرے اور اُس وقت نیچے
کا آدھا بدن قیام میں بدستور اپنی حالت پر رہے بغیر اس کے کہ دونوں زانوؤں
میں کچھ خمیدگی اور جھکاؤ ہو اور دونوں کہنیوں کو اپنے دونوں پہلوؤں سے علیحدہ
کرے اور گردن کو اپنی پیٹھ سے دراز کرے اور اپنی ہتھیلیاں اپنے دونوں زانوؤں
پر انگلیاں کھول کر رکھے مصعب بن سعد نے روایت کی ہے کہ میں نے سعد
بن مالک کے برابر نماز پڑھی تو میں نے اپنے دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں اور
زانوں کے بیچ میں رکھے اور ان دونوں کو ملا دیا تو میرے ہاتھوں پر ضرب دی
اور کہا اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اپنے دونوں زانوؤں پر رکھ اور کہا اے فرزندِ عم
بھی ایسے ہی کرتے تھے تو میں حکم دیا گیا کہ ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھیں اور کہیں
سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ تین بار، اور اپنے رکوع میں اپنے دونوں قدروں کی
طرف دیکھتا رہے اس واسطے کہ وہ خشوع سے اقرب اُس کی نسبت ہے
کہ سجدہ گاہ کی طرف دیکھے اور سجدہ کے مقام کو اسی وقت دیکھے کہ جب وہ قیام
کرے، اور رکوع میں اُس کا قلب رکوع کے معنی کے ساتھ متصف ہو جو تواضع
اور فروتنی ہے بعد ازاں سر اٹھائے کہتے ہوئے سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَسَدَا
اس حالت سے کہ اپنے دل میں اُس چیز کو جانتا ہو جو کچھ کہ وہ کہتا ہے اور رکوع
سے سر اٹھانے میں اس پر قناعت کرے کہ اعتدال تمام کے ساتھ پیٹھ بیدھی کرے
حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہے کہ ہر آئینہ آپ نے

فرمایا ہے کہ اللہ اس شخص کی طرف نہیں دیکھتا ہے جو رکوع اور سجود کے بیچ میں
 اپنی پیٹھ بیدھی نہ کرے، پھر سجدہ کرتے ہوئے گرے اور اس گرنے میں وہ بکیرکتا
 ہوا بیدار حاضر شروع کرتا ہو خبردار اس چیز سے جس میں وہ گرتا ہے اور جس کی طرف
 گرتا ہے اور جس کے واسطے گرتا ہے، پس سجدہ کرنے والوں میں سے بعض وہ
 ہیں جن کو اس کا کشف ہوتا ہے کہ وہ حدود زمین کی طرف گرتے ہیں اس سبب سے
 کہ قلب اُن کا جیسا اور شرم سے پھرا ہوا ہے اور روح اُن کی کبریا ہے الہی سے
 آگاہ ہے جیسے کہ وارد ہوا ہے کہ ہر آئینہ حبرائیل علیہ السلام مشرق میں اپنے
 بازو سے چھپ رہے ہیں اس وجہ سے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے شرماتے ہیں
 اور بعض سجدہ کرنے والوں میں سے وہ ہیں جن کو اس کا مکاشفہ ہوتا ہے کہ وہ
 اپنے سجدہ سے بساط کون و مکان کو طے کرتے ہیں اور ان کا قلب کشف و عیاں
 کی فضا میں آزادانہ سیر کرتا پھرتا ہے اور اس کے گرنے سے آسمانوں کے طبق نیچے
 گرتے ہیں۔ اور اس کی قوت شہود سے دنیا کی صورتیں محو ہو جاتی ہیں اور وہ ردائے
 عظمت کے کنارہ پر سجدہ کرتا ہے اور یہ مرتبہ انتہا درجے کا ہے جس کی طرف ہمیت
 بشری کا پر تنہا پہنچتا ہے اور جس کو پہنچنے کے لئے تو اسے انسانی وفا کرتی ہیں اور
 انبیاء و اولیاء مراتب عظمت اور اس کی کنہ کی آگاہی میں متفاوت ہیں۔ ہر ایک کو
 ان میں سے اپنے مرتبہ کے بقدر اس سے حظ حاصل ہے اور ہر ایک صاحب علم
 کے اور ہر ایک علیم ہے۔ اور سجدہ کرنے والوں میں سے بعض وہ ہیں جن کا ظرف
 وسیع ہے اور جن کی روشنی پھیلتی ہے اور دونوں قسم سے پہرہ مند ہوتے ہیں اور
 دونوں بازوؤں کو کھولتے ہیں، پھر وہ اپنے قلب سے اجلا لا تواضع کرتا ہے اور

اپنی روح کے ساتھ کرامت و افضال سے بلند ہوتا ہے، اُس کے لئے انس اور سمیت اور حضور و غیبت اور فرار و قرار اور اسرار و جہاد مجتمع ہو جاتے ہیں۔
 سجدہ اپنے سجدہ میں دریاے شہودانی میں شناوری کرتا ہے، ایک بال اُس سے
 سجدہ میں نہیں پھرتا جیسا کہ بید البشر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے
 سجدہ میں کہا سجد لك سوادى و خيالى و الله يسجد من فى
 السموات والارض طوعاً و كرهاً، طوع یعنی انقیاد اور فرما بنرداری
 روح اور قلب کے لئے ہے اُس اہلیت اور قابلیت کے سبب سے جو اُن دونوں
 میں ہے اور کہہ یعنی رنج اور ناخوشی نفس کی طرف سے ہے اس سبب سے کہ اس
 میں بیگانگی ہے اور اپنے سجدہ میں تین بار کہے سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَلِيِّ
 دس بار تک کہ وہ کمال ہے اور سجدہ میں کشادہ چشم رہے اس واسطے کہ وہ دونوں
 چشم سجدہ کرتی ہیں، اور گرنے میں پہلے اپنے دونوں گھٹنے رکھے۔ پھر اپنے دونوں
 ہاتھ رکھے، پھر ماتھا اور پھر ناک رکھے، اور سجدہ میں اپنی ناک کی چوٹی کی طرف
 دیکھتا رہے، اس واسطے کہ وہ سجدہ کرنے والوں کے لئے زیادہ خشوع کا درجہ ہے
 اور اپنی دونوں ساقیاں غاص مصلے پر رکھے، ان کو کپڑے میں نہ لپیٹے اور
 دونوں ساقیوں کے بیچ میں سر ہو اور دونوں ہاتھ دونوں شانوں کے مقابل رہیں۔
 نہ اُن کے داہنے طرف اور نہ بائیں طرف اور اپنی دونوں کہنیاں سجدہ میں اپنے
 دونوں پہلوؤں سے جدار رکھے اور اپنی انگلیوں کا رخ سجدہ میں قبلہ زور رکھے اور
 اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں انگوٹھے کے ساتھ ملائے اور اپنے دونوں ہاتھ
 زمین پر نہ بچھائے، بعد ازاں تکبیر کہتے ہوئے سر کو اٹھائے اور اپنے بائیں پاؤں

پر بیٹھے اور دہانتے پاؤں کو کھڑا رکھے اس طرح پر کہ انگلیوں سے قبلہ رو ہو
اور دونوں ہاتھ دونوں زانوؤں پر بغیر لائے رکھے، اور اس نشست کو فرض میں
زیادہ طول نہ دے مگر نوافل میں مضائقہ نہیں، بعد ازاں دوسرا سجدہ بکیر کہتے ہوئے
کرے اور قعود یعنی نشست میں اقعاء کردہ ہے اور وہ اس مقام پر اس معنی میں ہے
کہ دونوں سرین اپنے دونوں پاشنیوں پر رکھے اور جب دوسری رکعت میں کھڑے
ہونے کا ارادہ کرے تو آرام کے لئے جلتہ خفیفہ کرے اور اسی طرح باقی رکعتوں
میں کرے، اس کے بعد شہد کرے اور نماز تہر معراج ہے اور وہ معراج قلوب
ہے اور شہد قرار گاہ وصول کا ہے بعد ازاں درجہ بدرجہ طبقات آسمانی کی قطع
مسافات علوی کی ہو اور التحيات پروردگار خلائی پر سلام ہے پس چاہیئے کہ جو کہے
اُس کو دہن میں لائے اور جس سے کہتا ہے اُس کے ساتھ باادب رہے اور
کیفیت عرض کو جانے اور حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام بھیجے، اور اپنے
دل کی آنکھوں کے سامنے اُن کو موجود جانے اور صالح بندگان الہی پر سلام بھیجے
پس اس صورت میں بندگان الہی سے کوئی بندہ آسمان اور زمین میں باقی نہیں
رہتا مگر یہ کہ اس پر نسبت روحانی اور خاصیت فطری کے ساتھ سلام نہ بھیجے۔
اور اپنی نماز کے آخر میں دعا اپنی ذات اور مومنین کے لئے کرے، اور اگر امام
ہو تو چاہیئے کہ دعا میں متفرق اور تنہا نہ ہو بلکہ اپنی ذات اور مقتدیوں کے لئے
دعا کرے۔ اس واسطے کہ امام جو نماز میں بیدار و ہشیار ہو ایک دربان کی مثال
ہے جو سلطان کے حضور میں حاضر ہو اور اس کے پیچھے اہل حاجت ہیں کہ اُن
کے لئے دربان رسول التماس کرتا ہے اور ان کی حاجتوں کو عرض کرتا ہے اور

مؤمنین دیوار کی مثال ہیں کہ ایک دوسرے کو مضبوط اور مستحکم کرتے ہیں اور اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اُن کی تعریف اپنے اس قول سے فرمائی ہے كَا تَهْمُ بِسُنَيَاتٍ مَّرْصُوعَاتٍ، اور اُس اُمت کے وصف میں کتب سابقہ میں ہے کہ اُن کی صفوف نماز میں ایسی ہیں کہ جیسے صفوف اُن کی لڑائی میں ہیں۔

مروی ہے کہ معن ابن علی نے کعب احبار سے سوال کیا کہ توریت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کیسی پاتے ہو؟ اُس نے جواب دیا کہ ہم اس طرح پاتے ہیں کہ محمد بن عبد اللہ مکہ میں پیدا ہوں گے اور مدینہ طیبہ کو ہجرت کریں گے اور ملک اُن کا شام میں ہوگا اور وہ نہیں ہیں فحاش یعنی بسیار زشت سخن و زشت کار اور نہ وہ بازاروں میں سجناب یعنی شور مچانے والے ہوں گے اور بُرائی کا بارہ بُرائی سے نہ کریں گے، مگر وہ عفو کریں گے اور بخشائیں گے اپنی اُمت کو جو حاد ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حمد زمی اور آسودگی میں کریں گے، اور اپنے ہاتھ پاؤں کا وضو کریں گے۔ اور نصف ساق تک ازار پہنیں گے، وہ اپنی نمازوں میں ایسی ہی صف باندھیں گے جیسی کہ وہ اپنی لڑائی میں صفیں باندھیں گے۔ اُن کی آوازیں ان کی مسجدوں میں ایسی ہوں گی جیسے شہد کی مکھیاں بھن بھناتی ہیں اور اُن کی آوازیں آسمانوں کے درمیان میں سنائی دیں گی۔ سو نماز میں امام، شیطان کے خلاف لڑائی میں صف کا پیشوا ہے، تو وہ خشوع اور اداسے مراتب میں، ظاہر و باطن میں ادب کے ساتھ سب نمازیوں سے اولیٰ اور افضل ہونا چاہیے، اور بیدار ہو شیار نمازی کے جب ظاہر مجتمع ہوں گے تو ان کے باطن بھی مجتمع ہوں گے اور ہم ایک دوسرے کی یادری اور مددگاری کرتے ہیں اور ایک سے دوسرے میں

انوار و برکات اثر و سرایت کرتے ہیں، بلکہ جس قدر مسلمان کہ زمین کی اطراف میں نہ
 پڑھتے والے ہیں سنت سلام و رابطہ ایمان سے اُن کے درمیان باہمی گہرا و راسخ
 اور امداد ہے بلکہ اللہ تعالیٰ ملائکہ سے اُن کی امداد کرتا ہے جس طرح کہ جناب
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملائکہ کے ذریعے سے روزِ بدر امداد کی تھی، سو
 کی حاجتیں شیطان کی لڑائی میں بڑھ کر اُن کی حاجات سے ہیں جو کفار کی لڑائی میں
 تھیں۔ اور اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: جنت
 الجہاد الا صغریٰ الجہاد الاکبر یعنی ہم نے جہادِ صغیر سے جہادِ
 کی طرف بازگشت کی، پس ان کو فرشتے متلاقی ہوتے ہیں بلکہ اُن کے پیچھے
 سے افلاک قائم ہیں۔

پھر جب کہ غازی سے باہر آنا چاہے اپنے اپنے طرف سے سلام پھیرنے
 اور سلام کرنے کے ساتھ ہی نیت کرے کہ وہ نماز سے باہر ہوتا ہے اور وہ سلام
 فرشتوں پر ہے اور حاضرین پر جو مومنین سے ہیں اور قوسم جن میں سے جو مومنین ہیں۔
 اور اپنا رخسارہ اپنے طرف والوں کے لئے گردن ٹوڑنے سے ظاہر کرے اور اس
 سلام میں اور بائیں طرف کے سلام کے درمیان میں فصل اور علیحدگی کرے اس واسطے
 کہ ہر آئینہ مواصلت سے نہی وارد ہوتی ہے اور مواصلت پانچ ہیں، دو بیرون
 سے امام کے ساتھ مخصوص ہیں اور وہ یہ ہے کہ امام تکبیر سے قنوت کو نہ لائے
 اور کو ع کو قنوت سے نہ لائے، اور دو مقتدیوں پر ہیں اور وہ یہ ہے کہ ہر اولیٰ
 کو تکبیر امام سے نہ لائے اور نہ اُس کے سلام کو اپنے سلام سے نہ لائے، ایک
 مواصلت دونوں یعنی امام اور مقتدی پر ہے اور وہ یہ ہے کہ فرض کا سلام افضل

کے سلام سے نہ ملائے، اور سلام کو جزم سے پڑھے اور اس کو بہت نہ کہنیچے، پھر سلام بعد نماز کے جو چاہے خواہ دنیا کا امر ہو یا اس کے دین کا ہو اور سلام پھیرنے کے پہلے ہی نماز کے اندر نماز کے اس واسطے کہ وہ قبول ہوتی ہے، اور جس شخص نے پانچوں وقت کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی حقیقت میں بڑے بزرگ و عبادت سے بھر دیا، اور تمام مقامات اور احوال کا پتہ اور زبدہ پانچوں وقت کی نماز باجماعت ہے اور وہ سر دین ہے اور مومن کا کفارہ ہے اور خطاؤں کو بخو کرتی ہے، اس رو سے کہ ہمارے شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب بہروردی رحمہ اللہ نے روایت کے واسطے سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پانچوں وقت کی نمازیں خطاؤں کا کفارہ ہیں اور پڑھو اگر تم چاہتے ہو ان المحبتات یذہبن السیئات ذالک ذکری للذاکرین۔

نمازی کے بہترین آداب
م۔ نماز کے آداب اور اسرار
 سے یہ ہے کہ وہ کسی چیز میں دل بستہ نہ ہو خواہ وہ چیز تھوڑی ہو یا بہت، اس واسطے کہ عقلمندوں نے ترک دنیا نہیں کی مگر اس لئے کہ وہ نماز کو ادا کریں جس طرح پرکہ مامور ہوئے ہیں بسبب یہ ہے کہ ہر گاہ دنیا اور اشتغال دنیا قلب کے مشغول کرنے والے تھے تو ان کو چھوڑ دیا کہ محل مناجات پر موجب غیرت تھے اور قربت کے مقام کی انہیں رغبت تھی اور دل سے پردہ زکار عالم کو مانتے اور فرمانبردار تھے۔ وجہ یہ ہے کہ ظاہر میں اداۓ نماز اطاعت ظاہری اور دل کا نماز میں ماسوائے اللہ سے فارغ ہونا اطاعت باطنی

ہے۔ سو انہوں نے حضورِ ظاہر اور ممانعتِ باطن کو نہیں خیال کیا جب تک کہ اُن کی اطاعت میں خلل نہ پڑے، اور کہا گیا ہے کہ آدمی کی دانش اور تقاہت سے یہ بات ہے کہ اپنی حاجت کو قبل از نماز روا کرے اور اسی واسطے حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب کھانا اور عشا کی نماز ایک ساتھ آئے تو کھانے کو نماز عشا پر مقدم کرو اور نہ اُس وقت نماز شروع کرے کہ پیشاب کی حاجت ہو اور نہ اُس وقت کہ بیت الخلاء کی ضرورت ہو، اور اُس حالت میں بھی نماز نہ پڑھے جب کہ اُس کا موزہ ایسا تنگ ہو جو اُس کے قلب کو اپنی طرف مشغول رکھتا ہو، اور حاصلِ کلام یہ ہے کہ آداب کی بات نہیں ہے کہ آدمی اُس حالت میں نماز پڑھے کہ جب اُس کے پاؤں ایسی شے ہو جو اُس کے باطن کے مزاج کو اعتدال سے متغیر کر دے جیسے کہ وہ چیزیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور غم شدید اور غضبِ مفرط بھی اس میں داخل ہے۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ کوئی تم میں سے نماز شروع نہ کرے اُس وقت کہ ترش ہو اور ماتھے پر بل پڑے ہوں اور نہ ہرگز تم میں سے کوئی نماز میں کھڑا ہو جب کہ غصہ میں ہو۔

پس سزاوار نہیں ہے کسی بندہ کے لئے کہ وہ نماز میں کھڑا ہو مگر اُس وقت کہ اپنی پوری ہیئت سے محلی ہو اور نمازی کا عمدہ لباس یہ ہے کہ اُس کے ہاتھ پاؤں میں سکون ہو اور ادھر ادھر نہ دیکھے نہ منہ پھیرے اور داہنا ہاتھ بائیں پر رکھے پس بندہ کی اس سے بہتر کیا ہیئت ہو سکتی ہے جو بادشاہِ غالب کے سامنے فروتن حاضر کھڑا ہو اور شرع نے حرکاتِ پے درپے کی رخصت دی ہے جو تین سے کم ہوں اور اب عزیمت نے نماز میں سب حرکات کو ترک کر دیا اور ایک دفعہ نماز میں

میرے ہاتھ کو جنبش ہوئی اور اس وقت ایک شخص جہاں میں سے میرے برابر کھڑے تھے، جب میں نماز سے فارغ ہو کر اٹھا پھر تو اس نے میرے اوپر اعتراض کیا اور اس حرکت کو برا جانا اور کہا ہمارے نزدیک یہ بات ہے کہ بندہ جب نماز میں کھڑا ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ سن چپ چاپ بچلا رہے کہ اس سے کوئی چیز اور عضو جنبش نہ کرے اور حدیث میں وارد ہے کہ نماز میں سات چیزیں شیطان کی طرف سے ہیں تکبر، فہم، وسوسہ، جمائی، غارش، التفات، کسی چیز سے کھیلنا اور بعض نے کہا ہے کہ سہوا اور شک۔

اور ہر آئمہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ نماز میں خشوع یہ ہے کہ نماز پڑھنے والا نہ جانے کہ اس کے داہنے طرف کون طرف ہے اور بائیں طرف کون۔ اور سفیان سے منقول ہے کہ کہا جس نے خشوع نہیں کیا اس کی نماز فاسد ہوئی ۲ اور معاذ بن جبل کی روایت اس سے بھی سخت اور دشوار تر ہے کہا جس نے قصداً داہنی اور بائیں طرف سے نماز میں جانا پہچانا تو اس کی نماز نہیں ہوئی۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ جس نے ایک کلمہ بھی جو دیوار یا فرش پر لکھا ہو اپنی نماز کے اندر پڑھا تو اس کی نماز باطل ہے اور اس آیت کی تفسیر میں والذین ینہضوا علی صلاتہم لعلوا کسوت بعض نے کہا ہے کہ وہ ہاتھ پاؤں کا سکون اور طمانیت ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ جس وقت تکبیر اولیٰ کہی جائے تو جان لے کہ ہر آئمہ اللہ تعالیٰ تیرے شخص کی طرف ناظر اور تیرے مافی الضمیر کا عالم ہے اور اپنی نماز میں اس کی مثال خیال کر کہ تیرے داہنے طرف بہشت اور بائیں طرف دوزخ ہے اور بہشت و دوزخ کی صورت باندھنے

کا جو ہم نے ذکر کیا سبب یہ ہے کہ جب دل ذکر آخرت میں مشغول ہوگا تو اُس سے
وسوساں منقطع اور دور ہو جائیں گے تو یہ تشیل دل کے لئے ایک دوا کا حکم رکھے گی
تاکہ وسوسہ دور ہو۔

ہمارے شیخ ضیاء الدین ابو الفحیب سہروردی نے بواسطہ روایت کی
ہے کہ سہل کا قول ہے کہ جس شخص کا دل ذکر آخرت سے خالی ہو تو اُسے وسوساں
شیطانی پیش آتے ہیں اور جس شخص کا باطن صفائی قلب اور نور معرفت حاصل ہے
ہو تو وہ اپنی چشم دیدہ کے سبب اس سے مستغنی ہے کہ مشاہدہ کی صورت بنائے اور
ابو سعید خزاز کا قول ہے کہ جس وقت رکوع کرے تو اُس کے رکوع میں ادب یہ
ہے کہ کھڑا رہے اور نزدیک ہو اور جھکے اپنے رکوع میں یہاں تک کہ اُس کا کوئی
جوڑ اور عضو باقی نہ رہے مگر یہ کہ وہ عرش بزرگ کی جانب قائم ہو سُبْحَانَ
رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کہ یہاں تک کہ اُس کے دل میں اللہ تعالیٰ سے بزرگ تر کوئی
نہ ہو اور اپنے نفس کی تصغیر اور تحقیر کرے حتیٰ کہ بھنگی سے بھی کمتر ہو اور جب اپنا
اٹھائے اور سَمِعَ اللہُ یَمُنْ حَمْدًا کہے تو جانے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ
اُس کو دیکھ رہا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اس کے ساتھ خوف بھی اس قدر ہو کہ
قریب ہے کہ اُس سے گداخت ہو جائے۔ سراج نے کہا ہے کہ جب بندہ
تلاوت شروع کرے تو اُس میں ادب یہ ہے کہ وہ مشاہدہ کرے اور اُس کا دل
سماعت کرے کہ گویا اللہ تعالیٰ اُس سے سن رہا ہے اور گویا وہ اللہ تعالیٰ سے
سامنے پڑھ رہا ہے اور سراج نے یہ بھی کہا ہے کہ ادب صوفیہ سے یہ ہے کہ
نماز سے پہلے مراقبہ کرے اور اس سے اللہ جو چیز ہو اُس کی نفی کرے، پھر جب

نماز کے لئے حضور قلب سے کھڑا ہو تو گویا ایک نماز سے دوسری نماز میں کھڑے ہوئے، پھر جب نماز سے باہر ہوئے تو اپنے حال کی طرف حضور قلب سے رجوع کی پس گویا کہ وہ ہمیشہ نماز میں ہے، سو یہ نماز کا ادب ہے اور کہا گیا ہے کہ بعض صوفیہ ایسے تھے کہ کمال استغراق کے سبب ان سے حفظِ عذر نہ ہو سکتا تھا یعنی وہ یہ نہ جانتے کہ کتنی رکعت پڑھیں، اور ان کے ساتھیوں میں سے ایک شخص شمار کیا کرتا کہ کتنی رکعت پڑھیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ نماز کی چار شاخیں ہیں حضور قلب، محراب میں، شہودِ عقل، بادشاہِ دیار کے نزدیک، حضورِ نفس بلا اشتباہ ہو اور حضورِ ارکان نگاہداری کے ساتھ، اس واسطے کہ حضور قلب کے وقت پردے اٹھ جاتے ہیں اور شہودِ عقل کے وقت عتاب دور ہوتا ہے اور حضورِ نفس کے وقت دروازے کشادہ ہوتے ہیں اور حضورِ ارکان کے وقت ثواب حاصل ہوتا ہے، اور جو شخص نماز میں بلا حضور قلب کھڑا ہو تو وہ نمازی کھیلنے والا ہے اور جو شخص نماز میں بلا شہودِ عقل کھڑا ہو تو وہ نمازی غافل ہے، اور جو بلا حضورِ نفس پڑھنے لگا وہ نمازی خطا کا رہے اور جو بلا حضورِ ارکان پڑھتا ہے وہ نمازی جفا کا رہے، اور جو شخص ایسی نماز پڑھتا ہے جس کی تعریف کی گئی ہے وہ مصیبتی صاحبِ وفا ہے۔

اور ہر آئمہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جب بندہ نماز فریضہ میں کھڑا ہو اس حال سے کہ اس کا منہ اور کان اور آنکھ اللہ کی طرف ہو اور وہ نماز سے فارغ ہو کر پھر ان کو یاد دہانے گناہ سے ایسا پاک ہوا کہ جیسے اس دن اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا، اور ہر آئمہ اللہ تعالیٰ

مٹہ دھونے سے اس کا گناہ جو اُس سے ہوا اور اس کے دونوں ہاتھوں کے
دھونے سے اُس کے گناہ اور اس کے دونوں پاؤں دھونے سے اُس
کے گناہ دھوتا ہے اور دُور کرتا ہے حتیٰ کہ وہ نماز میں اس طرح در آتا ہے کہ اُس
کے ذمے کوئی گناہ نہیں ہے۔

جناب رسولِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے چوری کا ذکر ہوا تو آپ
نے فرمایا کہ کون سی چوری سب سے زیادہ بُری اور خراب ہے تو حاضرین نے
عرض کی کہ اللہ اور اس کا رسول دانا تر ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ سب چوریوں
سے بدتر یہ ہے کہ آدمی اپنی نماز سے چوری کرے۔ لوگوں نے عرض کی کہ
..... آدمی اپنی نماز سے کس

طرح چوری کرتا ہے، حضرتؐ نے فرمایا کہ وہ نماز کا رکوع پورا نہیں کرتا اور نہ اس
کا سجدہ اور نہ اس کے خشوع اور قنوت کو پورا کرتا ہے جو نماز میں ہے۔
ابو عمر بن علائیؒ سے روایت ہے کہ وہ امامت کے لئے بڑھا یا گیا تو اس
نے کہا کہ میں اس کی صلاحیت نہیں رکھتا، پھر جب اُس سے الحاج کی گئی اُس
نے تکبیر تحریر یہ باندھی تو اُس کو غش آ گیا۔ سو لوگوں نے کسی دوسرے کو امام بنایا
پھر جب کہ اُسے ہو ش آیا تو اُس سے سوال کیا گیا تو کہا کہ جب میں نے کہا
استودا یعنی صاف برابر کرو، تو ہاتھ نے مجھے آواز دی کہ آیا تو اللہ کے
کبھی مستوی اور برابر ہوا ہے یعنی کبھی باادب اور متقار ہوا ہے۔

اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب بندہ نے
اچھی طرح وضو کیا اور نماز اُس کے وقت پر پڑھی اور اُس کے رکوع و سجود اور

مواہبت کی حفاظت کی تو نماز کہتی ہے کہ اللہ تیری حفاظت کرے جیسے تونے
 یری حفاظت کی ہے، پھر وہ بندہ ہوتی ہے کہ اس کیلئے ایک لہر ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ آسمان
 تک پہنچتی ہے اور یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ تک پہنچتی ہے پھر اپنے نمازی کے لئے شفاعت کرتی
 ہے، اور جب بندہ نماز کو ضائع کرتا ہے تو نماز اس کو کہتی ہے کہ خدا تجھے
 ضائع کرے جیسا کہ تونے مجھے ضائع کیا ہے، پھر وہ اونچی چڑھتی ہے کہ اس
 کے ساتھ تاریکی ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ آسمان تک پہنچتی ہے اور اس کے
 لئے دروازہ بند ہو جاتا ہے، پھر وہ لیٹی جاتی ہے جس طرح کہ دیہر اکھڑا لیٹا
 جاتا ہے اور وہ اس نمازی کے منہ پر ماری جاتی ہے۔

ابو سلیمان دارانیؒ نے کہا ہے کہ جب بندہ نماز میں کھڑا ہو تو اللہ تعالیٰ
 فرماتا ہے کہ اٹھا دو وہ پردے جو میرے اور میرے بندہ کے درمیان ہیں، پھر
 جب وہ بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوسری جانب منہ پھیرتا ہے تو اللہ تعالیٰ
 فرماتا ہے کہ ڈال دو وہ پردے جو میرے اور اس کے بیچ ہیں ہے اور میرے
 بندہ کو اور اس چیز کو چھوڑ دو جو اس نے اپنے نفس کے لئے پسند کی ہے۔ اور
 ابو بکر وراقؒ نے کہا ہے کہ اکثر اوقات میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور میں
 اُن سے منصرف اور الٹا پھر آتا ہوں اور مجھے اللہ سے ایسی ہی حیا آتی ہے
 جیسے اس مرد کو شرم آتی ہے جو زنا سے الٹا پھر کے آتا ہے۔

پھر ہر ایک انسان نماز کا ادب اُسی قدر جانتا ہے جس قدر کہ اس کو قرب
 سے حصہ ہوتا ہے۔ موسیٰ بن جعفرؒ سے کہا گیا کہ لوگوں نے آپ کی نماز آپ کے
 سامنے چلنے سے فاسد کر دی کہا کہ جس کے لئے میں نماز پڑھتا ہوں وہ مجھ

سے قریب تر اس سے ہے جو میرے آگے سے گزرتا ہے۔ اور منقول ہے کہ زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہم کی یہ حالت تھی کہ جب آپ نماز کے لئے باہر نکلتے تو رنگ کے تغیر کے سبب پہچانے نہ جاتے، تو آپ سے اس کی بابت دریافت کیا جاتا۔ آپ فرماتے کہ تم جانتے ہو میں کس کے سامنے جانے کا ارادہ کرتا ہوں۔

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ ہر آئینہ آپ نے فرمایا ہے کہ بندہ کے لئے اس کی نماز سے اسی قدر لکھا جاتا ہے جو وہ سمجھتا ہے، اور دوسرے الفاظ میں وارد ہے تم میں سے بعض وہ ہیں جو پوری نماز پڑھتے ہیں اور بعض تم میں سے آدمی نماز پڑھتے ہیں اور بعض چوتھائی اور پانچواں حصہ یہاں تک کہ دسویں حصہ تک پہنچتے ہیں۔

خواص کا قول ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ نوافل کی نیت کرے تاکہ اس کے فرائض کے نقصان پورے ہوں اور اگر اس کی نیت نہ کرے تو اس سے کچھ محسوب نہ ہوگا۔ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ اللہ نوافل کو قبول نہیں کرتا جب تک کہ نماز فرضیہ کو ادا نہ کر لے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہاری مثل میرے اس بندہ کی ہے کہ قبل اس کے کہ وہ قرض ادا کرے ہدیہ اور تحفے بھیجنا شروع کر دے اور یہ بھی کہا ہے کہ خلق دو خصلت کے سبب اللہ تعالیٰ سے منقطع اور علیحدہ ہو گئی، ان میں سے ایک یہ ہے کہ نوافل کو طلب کیا اور فرائض کو ضائع کیا، اور دوسری یہ ہے کہ اہتوں نے ظاہر کے اعمال کئے اور ان میں اپنے دلوں کو صدق اور نیک خواہی کے ساتھ نہ لگایا، اور اللہ تعالیٰ نے انکار کیا ہے

کہ کسی عامل سے کوئی عمل قبول نہ کرے جب تک کہ اس میں صدق اور حق نہ ہو۔

اور نماز میں آنکھ کا کھلا رہنا اس سے بہتر ہے کہ اس کو بند کرے الا اس وقت کہ اس کا قصد نظر کی تفریق اور اس کے ارادہ اور ادھر پھرنے پر ہو تو اس وقت آنکھوں کو بند کر لے تاکہ خشوع کے لئے مدد پہنچے۔ پھر اگر نماز میں جمائی آئے تو جہاں تک ہو سکے اپنے ہونٹوں کو ملائے اور اپنی ٹھوڑی کو اپنے سینہ سے نہ ملائے اور نہ دوسرے سے نماز میں مزاحم ہو۔ بعض نے کہا ہے کہ مزاحم یعنی جس شخص کو دھکا دیا وہ مزاحم یعنی دھکا دینے والے کی نماز کا ثواب لے جائیگا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ جس شخص نے پہلی صف اس خوف سے چھوڑ دی کہ پہلی صف والوں کے لئے جگہ کی تنگی ہوگی اور وہ دوسری صف میں کھڑا ہوا تو اس کو اللہ تعالیٰ صفِ اول کے برابر ثواب دے گا بغیر اس کے کہ صفِ اول والوں کے ثواب سے کچھ کمی ہو۔

روایت ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نماز میں کھڑے ہوتے تو ان کے قلب کی پیش اور تڑپ ایک میل کے فاصلے پر سنائی دیتی تھی۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ سے جوش کی آواز ایسی سننے میں آتی جیسے دیک سے آتی ہے جتنی کہ مدینہ کے گلی کو چوں میں سن پڑتی تھی اور حبشہ سے پوچھا گیا کہ نماز کا فرض کیا ہے؟ جواب دیا کہ تعلقات کا توڑنا اور قصد کا جمع کرنا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونا۔

منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء کی طرف وحی بھیجی اور کہا جب تو نماز میں مشغول ہو تو اپنے دل سے خشوع اور اپنے بدن سے خضوع اور اپنی آنکھ سے اشک میرے حوالے کر، اس وقت میں قریب ہوں اور ابوالخیر نے کہا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے کچھ وصیت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا یا ابوالخیر نماز اپنے اوپر لازم کر اس واسطے کہ میں نے اپنے پروردگار سے وصیت طلب کی تو اس نے مجھے نماز کی وصیت کی اور مجھے فرمایا کہ میں سب سے زیادہ قریب اُس وقت ہوتا ہوں جب کہ تو نماز میں ہوتا ہے۔

منقول ہے کہ محمد بن یوسف فرماتے تھے کہ حاتم اصم کو دیکھا کہ کھڑا ہوا لوگوں کو وعظ کرتا تھا تو اس سے کہا کہ اے حاتم! میں تجھے دیکھتا ہوں کہ لوگوں کو نصیحت کرتا ہے، کیا تو نماز اچھی طرح پڑھتا ہے؟ کہا ہاں۔ کہا کیونکر نماز پڑھتا ہے؟ کہ میں حکم کے ساتھ اٹھتا ہوں اور خوف سے چلتا ہوں اور ہدایت کے ساتھ داخل ہوتا ہوں اور عظمت کے ساتھ اللہ اکبر کرتا ہوں اور تزیل سے قنوت کرتا ہوں اور خشوع سے رکوع کرتا ہوں اور تواضع سے سجدہ، اور شہد کے لئے پورا بیٹھتا ہوں اور سنت پر سلام پھیرتا ہوں اور اسے اپنے پروردگار کے سپرد کرتا ہوں اور اپنی زندگی بھروسے کی حفاظت کرتا ہوں اور اپنے نفس کی طرف ملامت کرتا ہوں اور رجوع کرتا ہوں اور میں اس بات کا خوف کرتا ہوں کہ شاید وہ میری نماز قبول نہ کرے اور قبول کی امید رکھتا ہوں، اس خوف ورجا کے درمیان میں ہوں جس نے مجھے علم سکھایا اس کا شکر یہ کرتا ہوں اور میں اس کو علم سکھانا ہوں جو اس کا

سے اس کا خواہاں ہوتا ہے اور میں اپنے پروردگار کی حمد کرتا ہوں اس واسطے کہ اُس نے مجھے ہدایت کی ہے۔ تو محمد بن یوسفؑ نے کہا تجھ سے کونسا شخص اس کی صلاحیت رکھتا ہے کہ واعظ ہو۔

اور قول اللہ تعالیٰ کا کہ لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى یعنی نماز کے قریب نہ جاؤ جب کہ تم نشہ میں ہو اس میں متوالا حبت دنیا سے مراد ہے، اور بعضوں نے کہا ہے کہ رنج اور غم خواری سے متوالا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے نماز کی دو رکعتیں پڑھیں اور اُس کے نفس نے دنیا کی کوئی بات نہیں کی تو اللہ تعالیٰ اُس کے گناہ جو پہلے کئے ہوں بخش دیتا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ نماز غربت اور مسکنت اور تواضع اور تضرع اور پشیمانی ہے اور ہر آئینہ وارد ہوتا ہے کہ مومن جس وقت نماز کے لئے وضو کرتا ہے تو اطراف زمین میں شیطان اُس کے خوف کے سلب اُس سے دور بھاگتا ہے اس واسطے کہ اُس نے اس امر کی تیاری شروع کی ہے کہ بادشاہ کے حضور میں آئے، پھر جب وہ اللہ اکبر کہتا ہے تو شیطان اُس سے چھپ جاتا ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ نمازی اور شیطان کے درمیان حجاب ڈال دیا جاتا ہے کہ اُس کی طرف وہ نہیں دیکھتا ہے اور خدا نے جبار اُس کو اپنے رخ کے سامنے متوجہ کر لیتا ہے، پھر جب اُس نے اللہ اکبر کہا تو اللہ تعالیٰ اُس کے قلب میں دیکھتا ہے، پھر اگر اُس کے دل میں اللہ تعالیٰ سے بزرگتر کوئی نہیں ہوتا تو فرماتا ہے کہ تو نے اپنے دل میں اللہ کی تصدیق کی جیسا کہ تو کہتا ہے کہ اللہ اکبر، اور اُس کے دل سے نور شعاعیں پھیلاتا ہے کہ وہ عرش کے

ملکوت کو جانتا ہے اور اُس نور کے سبب اُس کو زمین و آسمان کے پردے کھل جاتے ہیں۔ اور اُس نور کے درمیان اُس کے لئے جنات لکھے جاتے ہیں، اور جب ایک جاہل غافل نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اُس کو شیاطین گھیر لیتے ہیں جس طرح نگھیاں شہباز کے نقطہ پر چاروں طرف سے آن گرتی ہیں، پھر جب وہ اللہ کو کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے قلب میں دیکھتا ہے اور جب اُس کے دل پر کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ سے اُس کے نزدیک بڑی ہوتی ہے تو اُس کے لئے فرماتا ہے کہ تُو جھوٹا ہے، اللہ تعالیٰ تیرے دل میں سب سے بزرگ تر نہیں ہے جیسا کہ تو کہتا ہے۔ اُس وقت اس کے دل میں سے ایک دُھواں اٹھتا ہے جو آسمان کے برابر پہنچتا ہے اور یہ اُس کے قلب کا ملکوت سے حجاب ہو جاتا ہے۔ پھر یہ حجاب اس کی صلابت زیادہ کر دیتا ہے۔ اور شیطان اُس کے قلب کو اپنا لقمہ بنا لیتا ہے، پھر ہمیشہ اس میں پھونک مارتا ہے اور فضلہ ڈالتا ہے اور اُس کی طرف وسوسہ پہنچاتا ہے اور ترمین ماسوا کی دنیا و غیرہ سے کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی نماز سے الٹا پھرتا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ اس میں کیا تھا اور حدیث میں وارد ہے کہ اگر شیاطین بنی آدم کے قلوب کے ارد گرد نہ گھومتے تو البتہ وہ عالم ملکوت آسمانی کی طرف دیکھتے اور وہ قلوب صافی جن کا ادب ارباب کے قابلوں کے کمال ادب سے کامل ہو گیا ہے وہ آسمانی ہو جاتے ہیں کہ تکبر کے ساتھ ہی آسمان میں داخل ہوتے ہیں جس طرح کہ وہ غار میں داخل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آسمان کو شیاطین کے تصرف سے محفوظ و مصنون کیا ہے تو جو قلب آسمانی ہیں اُن کی طرف شیاطین کو راستہ نہیں ہے، پھر اُس وقت ہوا

نفسانی اُس میں باقی رہ جاتے ہیں کہ وہ آسمان کے اندر قلعہ بند ہونے سے نہیں
 قطع ہوتے جس طرح کہ تقصیر شیطانی قطع ہو جاتا ہے اور جو قلوب کہ مراد ہیں وہ
 درجہ بدرجہ تقریب کی وجہ سے چڑھتے ہیں اور آسمانوں کے طبقات میں عروج کرتے
 ہیں اور آسمانی طبقات کے ہر طبقہ میں خلعتِ نفس سے کسی قدر پیچھے رہتے اور
 پہلے جاتے ہیں اور اُس کے اندازہ سے ہوا جس نفسانی کم ہوتے جاتے ہیں۔
 یہاں تک کہ وہ آسمانوں سے گزر جاتا ہے اور عرش کے سامنے توقف کرتا ہے
 پس اس وقت نورِ عرش کی روشنی سے ہوا جس نفسانی اور اُس کے خطرات بالکل
 زائل ہو جاتے ہیں اور نفس کی تاریکیاں قلب کے نور میں چھپ جاتی ہیں جس طرح
 کہ راتِ مازن کے اندر غائب ہو جاتی ہے اور اُس وقت آداب کے حقوق پوری
 طرح ادا ہوتے ہیں اور شانِ نماز ہمارے صفت سے بہت زیادہ اور بڑھی ہوئی
 ہے اور ہمارے ذکر سے کامل تر ہے۔

اللَّهُمَّ اكْرِمْ قِيَمِي بِكَرَمِ
إِلَهِكَ الْكَرِيمِ وَفِي لِقَائِي

کتاب الاربعین راسم محمد غزالی

۱۔ اتباع سنت کا بیان | چونکہ اصل سعادت یہی ہے کہ تمام حرکت و سکونت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کا اتباع کیا جائے اس لئے سمجھ لو کہ حضرت کے تمام افعال کی دو قسم ہیں اول بنیادات جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ۔ دوسرے عبادات مثلاً کھانا پینا، سونا، اٹھنا، بیٹھنا وغیرہ اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ دونوں قسم کے افعال میں آپ کا اقتدار کریں کیونکہ حق تعالیٰ نے ہیں آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے اتباع کا حکم فرمایا ہے وہاں کوئی قید نہیں لگائی بلکہ یوں ارشاد فرمایا کہ پیغمبر

جو کچھ بھی تم کو دیں اس کو لے لو اور جس چیز سے منع کریں اس سے باز آ جاؤ۔

شیخ محمد بن اسلمؒ نے تمام عمر صرف اس خیال سے کبھی تربوز نہیں کھایا کہ جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تربوز کھانے کا انداز ان کو معلوم نہیں ہوا تھا۔ ایک

بزرگ نے ایک مرتبہ موزہ سہواً اول بائیں پاؤں میں پہن لیا تو اس کے کفارہ میں

جب تک ایک کون گہول خیرات نہ کرے اس وقت تک چین سے نہ بیٹھے۔

معلوم ہوا کہ کامل اتباع اور پوری سعادت مندی یہی ہے کہ عادتوں میں بھی

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اقتدا کیا جائے کیونکہ اس میں بے شمار

فائدے ہیں اور ذرا سے تساہل میں ایسی نعمت عظمیٰ کا کھو بیٹھنا بے وقوفی ہے۔

اب ہم اس کا سبب اور یہ بات بیان کرتے ہیں کہ اتباع کامل میں کیا فائدے

ہیں۔ سنو اس کی تین وجوہ ہیں اول تمہیں معلوم ہے کہ قلب کو اعضا سے خاص

تعلق ہے اور اعضائے بدن کے تمام افعال کا اثر دل کے اندر پہنچتا ہے لہذا

جب تک اعضا کی حرکات و سکنات حد اعتدال پر نہ ہوں گی اس وقت تک

قلب کو صراحت اور نور بھی حاصل نہ ہوگا کیونکہ انسان کا قلب آئینہ کی طرح ہے

اور آئینہ آفتاب کی روشنی سے اس وقت روشن ہو سکتا ہے جب کہ اس میں تین

باتیں موجود ہوں اول یہ کہ اس کو صیقل کیا جائے، دوم یہ کہ اس کا جسم صاف

اور شفاف ہو، سوم یہ کہ اس میں کبھی بالکل اندہ نہ ہو۔ اسی طرح جب قلب کے اندر

تینوں اوصاف موجود ہوں گے کہ خواہشات نفسانی کے ترک کر دینے سے اس

کی صیقل ہو جائے گی اور ذکر الہی سے اس میں صفائی پیدا ہوگی اور افعال اعلیٰ

کو اعتدال پر رکھنے سے اس میں کچی نہ آنے پائے گی، تو اس وقت بے شک اس میں تجلیا باری تعالیٰ کا انعکاس ہوگا۔ اور اعتدال کے یہ معنی ہیں کہ ہر چیز کو اس کے موقع پر رکھا جائے مثلاً چار سمت میں سے ایک سمت یعنی جانب قبلہ کو اللہ تعالیٰ نے عزت بخشی ہے۔ اس لئے تمام نیک کاموں میں خواہ ذکر الہی ہو یا عبادت قرآن اور وضو یا دعا قبلہ کی جانب منہ کیا جائے اور جو افعال کراہت کرنے کے قابل ہوں مثلاً تفلسے حاجت یعنی بول و براز اور جماع میں ستر کھولنا وغیرہ اس وقت اس جانب سے رخ پھیر لیا جائے ایسا کرنا چونکہ سمت قبلہ کی عزت کا قائم رکھنا ہے لہذا یہی اعتدال ہے۔ یا مثلاً حق تعالیٰ نے داہنی جانب کو بائیں جانب پر شرف بخشا ہے اس لئے تم کو بھی اس شرف کا ہر وقت خیال رکھنا چاہیئے کہ اگر اچھے کام کرنے مثلاً کلام مجید اٹھانا یا روٹی کھانی ہو تو داہنا ہاتھ آگے بڑھاؤ اور میسے کام مثلاً استنجا کرنا، ناک سنکنا یا بضرورت کسی ناپاک چیز کو ہاتھ لگانا ہو تو بائیں ہاتھ آگے بڑھاؤ۔ کپڑا پہن تو اول دائیں طرف اور جوتا پہن تو اول داہنے پاؤں میں پہنو۔ مسجد میں جاؤ تو اول داہنا پاؤں رکھو اور جب باہر نکلو تو اول بائیں پاؤں نکالو۔ الغرض ہر شے کے مرتبے کا خیال رکھنا عدل اور انصاف کہلاتا ہے اور اس ظاہری اعتدال سے قلب بھی معتدل اور مستوی ہو جائے گا۔ اگر یہ رمز تہاری سمجھ میں نہ آئے تو تجربہ کر دیکھو، اور اس کا تو تم نے تجربہ بھی کیا ہوگا کہ جو لوگ سچ بولنے کے خوگر ہوتے ہیں ان کے خواب بھی اکثر سچے ہوتے ہیں۔ اور جو لوگ جھوٹ بولتے ہیں ان کے خواب بھی زیادہ جھوٹے ہوتے ہیں کیونکہ راست گوئی سے قلب میں اعتدال اور راستی و استقامت آ جاتی ہے اور دروغ گوئی

سے اس میں کئی پیدا ہو جاتی ہے۔ دیکھو چونکہ شاعر اکثر جھوٹے اور لغو تخیلات کے
 عادی ہو جاتے ہیں اس لئے ان کے قلوب میں کئی آجاتی ہیں اور ان جہاں تک
 ہو سکے جھوٹے تخیلات کو دل میں جگہ نہ دو ورنہ دل کا اعتدال باطل سے جاتا
 رہے گا۔ دوسری مرئیہ ہے کہ دوائیں دو قسم کی ہوتی ہیں بعض وہ کہ جن کے اثر
 اور تاثیریں مناسبت ہے مثلاً شہد چونکہ گرم ہے اس لئے گرم مزاج والوں کو
 نقصان دیتا ہے اور سرد مزاج والوں کو نفع پہنچاتا ہے۔ ایسی دوائیں تو ہر شے کم
 ہیں کیونکہ اکثر دوائیں دوسری قسم میں داخل ہیں یعنی وہ دوائیں کہ جن کی تاثیر کسی
 مناسبت سے معلوم نہیں ہوتی۔ اس کا نام خاصیت ہے اور ظاہر ہے کہ ہر شے
 کی خاصیت یا تو الہام سے معلوم ہوتی ہے یا وحی سے یا تجربہ سے۔ مثلاً سفوفیا
 درست آور ہے اور رگوں سے صفرا کو کھینچ لیتا ہے یا مقناطیس کی یہ خاصیت ہے
 کہ لوہے کو اپنی جانب کھینچتا ہے یہ دونوں تاثیریں تجربہ ہی سے معلوم ہوتی ہیں
 اسی طرح اعمال و افعال کی تاثیریں بھی دو ہی طرح کی ہیں یعنی بعض اعمال میں
 اور ان کی تاثیروں میں تو گھلی ہوئی مناسبت موجود ہے مثلاً نفس کی خواہشوں کا
 پورا کرنا اور دنیوی لذتوں کے پیچھے پر جانا مضر ہے کیونکہ جب مرتے وقت
 دنیا سے روانگی ہوگی اور ظاہر ہے کہ یہ ایک نہ ایک دن ضرور ہوتا ہے تو اس
 وقت ضرور ان لذتوں کو چھوڑتے ہوئے حسرت ہوگی اور جب کچھ بن نہ پڑے گا
 تو حسرت بھری نظروں سے دیکھتا ہوا رخصت ہوگا۔ پس لذتوں میں پڑنے اور ان
 کے نقصان و ضرر میں گھلی ہوئی مناسبت ہے یا مثلاً ذکر الہی مفید ہے کیونکہ ذکر
 کے سبب حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوگی اور معرفت کی بدولت محبت پیدا

ہوگی اور محبتِ خداوندی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آخرت کی پائیدار لذتوں کا شوق ہوگا
لہذا دنیا سے جلتے وقت کچھ بھی حسرت نہ ہوگی بلکہ اپنے محبوب سے ملنے کے
شوق میں نفسی خوشی روانہ ہوگا پس ذکر اللہ اور اس کے ثمرہ و اثر میں بھی مناسبت
ظاہر ہے۔ البتہ دوسری قسم کے اعمال اور ان کی تاثیر میں کچھ مناسبت معلوم نہیں
ہوتی اور یہ وہی خاصیت ہے جو وحی اور نورِ نبوت کے علاوہ کسی طرح بھی معلوم
نہیں ہو سکتی اور اکثر اعمال شریعت چونکہ اس قسم میں داخل ہیں لہذا حسبِ تم دیکھو کہ
رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مباح کاموں میں سے باوجود دونوں پر
قدرت ہونے سے ایک کو ترجیح دی ہے مثلاً استنجاء وائیں ہاتھ سے بھی کر سکتے
تھے مگر پھر بائیں ہاتھ کو اس کام میں لگایا اور یہی ہے ہاتھ کو علیحدہ رکھا ہے، تو یہ
علامت ہے کہ آپ نے اس کی خاصیت معلوم فرما کر ہی ایسا کیا ہے اور ضرور
اس میں کوئی خاص نفع ہے جس کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا۔ تعجب کی بات ہے کہ
محمد بن زکریا طبیب پختوں اور بوٹیوں کی جو خاصیتیں بتائے وہ بلا چون و چرا
اور بے سوچے سمجھے صحیح مان لی جائیں اور سید البشر محمد بن عبد اللہ علیہ افضل الصلوٰۃ
و السلام نورِ نبوت اور وحی ربانی سے اعمال و افعال کی جو خاصیتیں بیان فرمائیں
ان کو نہ مانا جائے اور خلافِ عقل بتایا جائے۔ مسلمانو! یقین جانو کہ طبیبِ روحانی
جو کچھ بھی کرے گا ضرور اس میں نفع ہوگا اگرچہ اس کی مصلحت تمہاری عقل اور علم
میں نہ آئے۔ تیسری رمزیہ ہے کہ انسان جانوروں کی طرح آزاد و بیکار نہیں
پیدا کیا گیا بلکہ اس کو اثرات المخلوقات اور شریعت کا پابند بنایا گیا ہے۔ اس لئے
قسم کو مناسب ہے کہ جو کام کر و سنت کے موافق کر و تاکہ نفس محکوم اور مطیع بنا رہے

اور فرشتہ نصرت بن جاؤ اور یوں سمجھو کہ بندگی بیچارگی کا نام ہے اس لئے بندہ کو چاہیئے کہ جو حرکت بھی کرے وہ اتباع رسول کی نیت اور پیغمبر کے حکم سے کرے تاکہ آثار بندگی ہر وقت ظاہر ہوتے رہیں۔ اور ہر دم ریاضت اور اطاعت کا اجر ملتا رہے۔ پابندی وہ چیز ہے کہ اگر فرضاً کوئی شخص اپنا تمام اختیار کسی جائز کے ہاتھ میں دے دے تب بھی یہ شخص اس سے اچھی حالت میں ہوگا جو سر اپنی خواہش پر چلتا ہے۔ یہ فائدہ اخیرہ حکم شرعی کی ہر وضع سے حاصل ہو سکتا ہے خواہ کسی طرح حکم مقرر ہو جائے کیونکہ اس کا جو مقصود اصلی ہے کہ ایک خاص طرز کی پابندی ہو یہ ہر طور پر حاصل ہے تو شرائع مختلفہ کے احکام بدل جانے پر بھی یہ فائدہ خاصہ محفوظ رہا۔ بخلاف اول اور دوم شرع فائدہ کے کہ حکمت اور خاصیت ایک معین چیز ہے اور وہ اختلاف شرائع سے بدل نہیں سکتی رہیں اگر تم بینوں و مژدوں پر آہنی حاصل کر لو گے تو تمام حرکات و سکنات میں اتباع سنت کی ضرورت تم کو واضح ہو جائے گی۔

جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ امور عادیہ میں اتباع سنت کی ترغیب کے بیان کیا ہے اور جن اعمال کو عبادت سے تعلق ہے اور ان کا اجر و ثواب بیان کیا گیا ہے ان میں بلا عذر اتباع چھوڑ دینے کی تو سوائے کفر خفی یا حماقت جلی کے اور کوئی وجہ ہی سمجھ میں نہیں آتی، مثلاً رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنے میں تنہا نماز پڑھنے پر تائبیس درجہ فضیلت ہے۔ اس کے بلانے کے بعد اگر کوئی مسلمان بلا کسی معقول عذر کے جماعت کی نماز ترک کرے تو اس کا سلب یا تو اس کی حماقت ہے کہ اگر کوئی شخص دو پیسے چھوڑ

ایک پیارے تواس کو احمق بتائے اور خود ستائیں فضیلتیں چھوڑ کر ایک پراکتفا کے
 قہرے وقوف نہ ہو، اور یا نعوذ باللہ یہ خیال ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
 کا یہ ارشاد محض انتقامی مصلحت کی بنا پر ہے تاکہ اس رغبت سے لوگ ایک جگہ جمع
 ہو جایا کریں کیونکہ ستائیں کے عدد اور جماعت سے نماز پڑھنے میں کوئی مناسبت نہیں
 معلوم ہوتی پس اگر خدا نخواستہ ایسا خیال ہے تو یہ کفر ہے اور کفر بھی ایسا خفی کہ اس
 کی اطلاع اپنے آپ کو بھی نہیں ہے۔ لوگوں کا ایسا حال ہو گیا ہے کہ اگر کوئی طبیب
 یا رمال یا نجومی کوئی بات بتائے تو اس کی وجہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے اس کو فوراً
 تسلیم کر لیں گے لیکن نبی کے قول میں مناسبت ٹوٹتے ہیں۔ بھلا اگر کوئی نجومی یوں
 کہے کہ ستائیں دن گزرنے پر تم کو ایک مصیبت کا سامنا ہوگا کیونکہ تمہارے ظالم
 اور زحل میں ستائیں درجہ کا بعد ہے اور ہر روز ایک درجہ کم ہوگا اس لئے اگر اپنا
 بھلا چاہتے ہو تو گھر میں بیٹھے رہو اور باہر نہ نکلو۔ اس کو سن کر بے شک تم گھر کے
 پیوند ہو جاؤ گے اور سب کاروبار چھوڑ بیٹھو گے اور اگر کوئی سمجھائے بھی کہ ارے میاں
 ایک درجہ کو اور ایک دن کو کیا مناسبت ہے؟ اور مصیبت اور زحل میں کیا تعلق
 ہے؟ نیز باہر نہ نکلنے اور مصیبت کے ٹل جانے میں کیا علاقہ ہے؟ یہ سب واہیات
 باتیں اور نجومی پنڈتوں کے ڈھکے سلے ہیں۔ اس کا خیال ہی مست کر دو۔ تو تم اس کا کہنا
 کبھی نہ مانو گے اور اس کو احمق و بے وقوف اور علم نجوم کا منکر سمجھو گے۔ پھر افسوس
 صد افسوس کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتلائے ہوئے اعمال میں تمام
 مناسبتوں کا سمجھنا چاہتے ہو اور اگر نہ سمجھ میں آئیں تو منکر و بد اعتقاد بنے جاتے ہو۔
 تم ہی بتاؤ کہ کیا یہ کفر اور انکار رسالت نہیں ہے؟ حالانکہ ان عبادات کا ثبوت شرعاً

تجربہ سے بھی معلوم ہو چکا ہے۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ نبی کی دینی موٹی خبروں کی سبب سے
اور مصیبتیں سب ہی کو معلوم ہو جایا کریں۔ بھلا میں تم سے پوچھتا ہوں کہ اگر طبیب
کوئی روایت لائے اور اس کی خاصیت تم سے نہ بیان کرے یا نجومی کسی آئندہ واقعہ
پر کوئی حکم لگائے اور اس کی مناسبت تم کو نہ بتائے تو کیا اس کی بات منظور نہیں
کرتے؟ مگر انہیں کہ نبی در رسول کوئی روحانی علاج فرمائیں اور اس کی مناسبت اور
خاصیت نہ بتلائیں تو اس کو منظور نہیں کرتے اس کا سبب سوائے اس کے اور کیا
ہے کہ نجومی اور طبیب چونکہ موجودہ زندگی کے متعلق علاج بتا رہے ہیں اور اس زندگی
کے ساتھ تم کو محبت ہے لہذا آنے والی مصیبت یا مرض کے فکریں اس کی وجہ سے
اور مناسبت تک پوچھنے کا ہوش تک نہیں رہتا بلکہ دس برس بعد آنے والی مصیبت
کا آج ہی سنے کروا تنظیم شروع ہو جاتا ہے حالانکہ وہ محض مومہوم اور ایسے لوگوں
کی بتائی ہوئی باتیں ہیں جن کا بھوٹ ہزاروں دفعہ تم خود آزما چکے ہو اور جو ٹکے
پر ایسی باتیں بتاتے در بدر مائے پھرتے ہیں، اور نبی چونکہ طبیبِ روحانی ہیں
قیسی امراض کا علاج اور دائمی صحت کی تدبیر بتلاتے ہیں اور اس کی تمہیں مطلق پروا
نہیں، فکر نہیں، اندیشہ نہیں بلکہ آنے والی آخرت کی زندگی کا جیسا یقین ہوتا چاہیے
وہ یقین ہی حاصل نہیں اس لئے اس میں مناسبتیں پوچھتے ہو اللہ تعالیٰ ایسی
غفلت سے بچائے جس کی وجہ سے عبادتوں میں بھی اتباعِ رسول نہ ہو سکے میلانوں
کی ہی نشان ہے کہ جس امر میں بھی کوئی حدیث وارد ہوئی ہے اس میں بے چون و
انتہا کر لیا کریں۔ مثلاً رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شنبہ
پیشینہ کے دن چھپنے لگتا ہے۔ ایک محدث نے اس حدیث

کہ ضعیف سمجھ کر قصدِ شنبہ کے دن پھینے لگا اے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ برص میں مبتلا ہو گئے۔ چند روز بعد ایک شب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے شرف ہوئے اور مرض کی شکایت کرنے لگے تو حضرت نے فرمایا کہ جیسا کیا دوسرا ہوگئے شنبہ کے دن پھینے کیوں لگا اے تھے، ہاں ہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس حدیث کا راوی ضعیف تھا آپ نے فرمایا کہ حدیث تو میری نقل کرتا تھا۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ خطا ہوئی۔ میں توبہ کرتا ہوں۔ یہ سن کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عافرائی اور صبح کو آنکھ کھلی تو مرض کا نشان بھی نہ رہا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عصر کے بعد سو جانے سے عقل کے جاتے رہنے کا خوف ہے، اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص کے ایک جوتا کا تسہ ٹوٹ جائے تو جب تک اس کو درست نہ کر لے اس وقت تک صرف ایک جوتا پہن کر ہرگز نہ چلے اور دوسری حدیثوں میں ہے کہ زچہ کی کی اوّل خوراک زنجبور ہونی چاہیئے اور اگر یہ نہ ہو تو خشک چھوہارا ہی اسی اکیونکہ اگر اس سے بہتر کوئی نہ ہوتا تو حق تعالیٰ عیسیٰ روح اللہ کے پیدا ہونے پر بی بی مریم علیہا السلام کو وہی بھلا تا۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب کوئی تمہارے پاس مٹھائی لائے تو اس میں سے کچھ کھا لیا کرو اور خوشبو لائے تو لگا لیا کرو۔ اسی طرح جو کچھ بھی طیب روحانی فرمائیں اس میں مناسبتیں نہ ٹوڑے۔ چونکہ ہرگز ان اکیونکہ ان امور میں بے شمار اسرار اور رموز ہیں جن کی تفسیر ہر شخص کی سمجھ میں نہیں آسکتی۔

۲۔ اخلاص اور صدق کا بیان

اور اخلاص کا کمال صدق ہے اور اخلاص کے معنی یہ ہیں کہ نیت میں کسی شے کی آمیزش نہ ہو اس لئے ان تینوں کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا جاتا ہے۔

مرکب اول نیت بحق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد اپنے پاس بیٹے ان کو علیحدہ نہ کرو جو صبح و شام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں درآنحالیکہ اُسی کی ذات کو چاہتے ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ نیت سے مراد یہ ہے کہ عمل سے حق تعالیٰ کی ذات مقصود ہو۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اعمال کا ہر نیت پر ہے۔ کچھ لوگوں کے صحیفہ اعمال بحق تعالیٰ کے حضور میں پیش ہوں گے اور حق تعالیٰ فرمائے گا کہ ان کو چینک دو کیونکہ ان اعمال سے اس شخص کو میری ذات مقصود نہ تھی، اور کچھ بندوں کا شمار اعمال پیش ہوگا تو حکم ہوگا کہ خدا ان کے عمل اور درج کر دو۔ فرشتے عرض کریں گے کہ بار الہا وہ اعمال تو اس نے کئے ہی نہیں تھے حکم ہوگا کہ ان اعمال کی اس نے نیت تو کی تھی اور اس کا ہم کو علم ہے (رد مظنی)

حدیث میں آیا ہے کہ آدمی چار قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جسے حق تعالیٰ نے مال بھی دیا ہو اور علم بھی دیا ہو مقتضائے علم اس مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ دوسرا وہ جو اس شخص کو دیکھ کر کہتا ہے کہ اگر حق تعالیٰ مجھے بھی مال اور علم مرحمت فرمائے تو میں بھی اسی طرح خیرات کروں۔ یہ دونوں شخص آخر میں ملا ہیں۔ تیسرا وہ شخص ہے جس کو صرف مال عطا ہوا اور علم عطا نہیں ہوا اور یہ شخص

جہالت کے سبب گڑبڑ مچاتا اور فضول ویسے جا مال اٹھا رہا ہے اور جو شخص وہ ہے جو اس کو دیکھ کر کہتا ہے کہ اگر مجھ کو مال مل جائے تو میں بھی اسی طرح منے اٹاؤں اور عیش کروں پس یہ دونوں شخص گناہ میں مساوی اور برابر ہیں۔
(ابن ماجہ)

نبی اسرائیل میں سے ایک شخص کا قصہ ہے کہ قحط سالی میں ریت کے ٹیلہ پر اس کا گزر ہوا اور وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ اگر یہ ریت کا ٹیلہ اناج بن جائے تو میں اس کو لوگوں میں تقسیم کروں۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے نبی پر وحی بھیجی کہ اس شخص سے کہہ دو کہ خدا نے تمہاری خیرات قبول کی اور نیک نیتی کی قدر فرمائی اور اسی قدر ثواب عطا کیا جتنا ٹیلہ کی مقدار اناج کے مساکن پر خیرات کر دینے پر ملتا ہے۔ خوب سمجھ لو کہ نیت کو عمل میں بڑا دخل ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص عورت سے کسی مقدار مہر پر نکاح کرے اور اس کے ادا کرنے کی نیت نہ رکھتا ہو تو یہ نکاح نہیں بلکہ زنا ہے اور جو شخص کسی سے قرض لے کر اس کے دینے کا قصد نہ ہو تو یہ قرض نہیں بلکہ سرقہ اور چوری ہے۔
(طبرانی)

نیت کے معنی ارادہ اور قصد کے ہیں کہ جس سے کسی کام پر قدرت پیدا ہوتی ہے ظاہر ہے کہ ہر کام کے لئے اول علم کی ضرورت ہوتی ہے اور علم کے بعد اس کے عمل میں اسے کا قصد و ارادہ ہوتا ہے اور اس کے بعد ہاتھ پاؤں ہلانے اور اس کام کے کرنے کی قدرت پیدا ہوتی ہے گو یا قدرت قصد و ارادہ کی خادمہ ہے اس کی مثال یوں سمجھو کہ تمہارے اندر کھانے کی خواہش رکھی ہوئی ہے مگر وہ ایسی

ذاتی ہوئی ہے کہ جیسے کوئی سیایا ہوتا ہے اور جس وقت تمہاری نظر کھلنے پر پڑی
 اور طعام کا علم ہوا اسی وقت وہ یاگ اُٹھی اور اس کے کھانے کا قصد ہوا۔ اس
 کے بعد اس کی طرف ہاتھ بڑھنے کا اور وہ قوت اپنا کام کرے گی جو خواہش طعام
 کے اشارہ کی مطیع بنائی گئی ہے۔ غرض آنکھ کے مشاہدہ سے معرفت و علم حاصل ہوگا
 اور معرفت کی وجہ سے خواہش بیدار ہوگی اور قصد پیدا ہوگا اور یہ قصد خدا واد قوت
 کے ذریعہ سے ہاتھ کو حرکت دلائے گا اور کھانا کھلائے گا۔ اسی طرح تمہارے
 اندر ان لذتوں کی بھی خواہش رکھی ہوئی ہے جو تم کو آخرت میں نئے دہلی ہیں
 اور جن کا علم عقل اور شرع کے ذریعہ سے حاصل ہوا ہے، اور قدرت چونکہ اس
 خواہش اور میلان کی بھی خادم ہے لہذا وہ اعضاء کو حرکت دے گی اور خواہش کو پورا
 پورا کرانے کی پس وہی عزم اور سختہ میلان جس نے قوت کو ہاتھ پاؤں ہلانے
 پر آمادہ کیا نیت کہلاتا ہے۔ مثلاً جہاد میں جانے والا شخص اپنے گھر سے نکلا تو دیکھو
 کہ اس کو گھر سے باہر نکالنے والا باعث و محرک کیا چیز ہے، یعنی اگر ثواب آخرت
 ہے تو پس یہی اس کی نیت ہے اور اگر اس کا باعث مال غنیمت یا شہرت و دنیاوی
 کا حاصل کرنا ہے تو اسی کو اس کی نیت کہا جائے گا۔

جب تم کو نیت کی فضیلت اور ضرورت اور تاثیر معلوم ہو گئی تو اب ایک
 ایک عمل میں کئی کئی ثواب جن تعالیٰ سے لینے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ
 ممکن ہے کہ ایک عمل میں کئی کئی نیتیں ہوں۔ مثال کے لئے ایک صورت بیان کئے
 دیتے ہیں مثلاً مسجد میں جانا اور بیٹھنا ایک عبادت ہے مگر اس میں سات کاموں
 کی نیت ہو سکتی ہے، اول یہ سمجھنا کہ مسجد اللہ کا گھر ہے اور یہاں آنے والا شخص

گویا خدا کی زیارت کی جگہ ہے، پس مسجد میں آتے وقت تم بھی نیت کرو کہ چونکہ
رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص مسجد میں آیا وہ اللہ کی زیارت کو
آیا ہے اور چونکہ زیارت کو آنے والے شخص کی عزت ہو کر رہے ہے لہذا
حق تعالیٰ اپنے زائر کا جتنا اکرام فرمائے گا اس کو تم خود سمجھ سکتے ہو کہ کیا کچھ ہوگا۔ دوم
مرابطہ یعنی نماز کے انتظار کی نیت کرو کہ حق خداوندی کی حفاظت کے لئے اپنے
آپ کو محبوس بنائے ہوئے اور گویا وقف کئے ہوئے ہو پس حق تعالیٰ کے حکم
و کرایطو کی تعمیل ہوگی اور اس کا اجر جدا گانہ ملے گا۔ سوم اعتکاف کی نیت
کرو اور اعتکاف کے معنی یہ ہیں کہ آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں وغیرہ تمام
اعضا کو ان کی معمولی اور معتاد حرکتوں سے روک لیا جائے اور یہ بھی ایک قسم کا
روزہ ہے چنانچہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری امت کی رہنمائی
یہی ہے کہ وہ مساجد میں آ بیٹھیں۔ چہارم خلوت کی نیت کرو کہ مشاغل امر ترفع ہونے
سے فکر آخرت کی استعداد پیدا ہو اور ذکر الہی کے سنتے اور نہانے کے لئے تہجد و
عبادت حاصل ہو۔ دیکھو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص
مسجد کی جانب اس لئے روانہ ہو کہ اللہ کا ذکر کرے یا سنتے تو وہ اللہ کے راستہ
میں جہاد کرنے والے کی مثل ہے۔ پنجم اس کی نیت کرو کہ جو لوگ بے نماز
میں انکو غلبہ ہوگا اور نماز کو بھولے ہوئے لوگ بھی تنہا رہی دیکھا دیکھی نماز کو اٹھ
کھڑے ہوں گے۔ پس تنہا را نماز کو جانا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بن جائیگا
کہ کار خیر کی ترغیب دی اور معصیت سے روکا اور اس وجہ سے ان کے ثواب
میں تم بھی شریک ہوئے۔ ششم مسجد میں جانے سے دوسرے مسلمانوں سے کچھ کچھ

آخری فائدہ حاصل ہوگا جو تھارے لئے دار آخرت کا ذخیرہ بنے گا۔ ہفتہ خدا کے گھر میں بیٹھ گئے تو کچھ شہر و حیا آئے گی اور گناہ کی جرأت کم ہو جائے گی کہ حاکم کی یادداشت اس کی مخالفت سے روکا کرتی ہے لہذا اس کی بھی نیت کو تو غرض اسی طرح ہر عمل میں کئی کئی نیتیں ہو سکتی ہیں جن کی بدولت کئی کئی چیزیں تمہارے حق میں ہزاروں نیکیاں بنیں گے اور حضرات مقربین کے اعمال کے ساتھ شامل ہو جاؤ گے۔

اسی طرح یہ بھی یاد رکھو کہ عمل میں بعضیت کی نیت کرنے سے ایک گناہ کئی کئی گناہ بن کر شیطان کے اعمال کے مساوی ہو جاتا ہے مثلاً مسجد میں آکر بیٹھنے سے فضول باتیں بنانی مقصود ہوئی یا مسلمانوں کی ہتک و آبروریزی اور نفسی مذاق اڑانے کی نیت ہو یا ان عورتوں اور بے ریش لڑکوں کا نظارہ مقصود ہو جو نماز کے لئے مسجد میں آتے ہیں یا تفاخر اور مناظرہ یا زبان درازی سے اپنے حریف کو سبک کر کے حاضرین مسجد کے دلوں میں اپنی وقعت پیدا کرنی مقصود ہو یا کسی اور بڑے کام کی نیت ہو تو یہی ایک فعل کئی گناہوں کا مجموعہ ہو جائے گا۔ لہذا مناسب ہے کہ مباح کام کے اندر بھی اچھی نیت کر لینے سے غفلت نہ کی جائے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن بندہ سے اس کے ہر کام کی باز پرس ہوگی حتیٰ کہ آنکھ میں سرمہ لگانے اور کسی کے کپڑے کو چھونے اور انگلیوں سے مٹی دگرینے تک کا سوال ہوگا کہ کیوں کیا تھا، اور مباح کام میں نیت کرنے کی یہ صورت ہے کہ مثلاً جمعہ کے دن اگر خوشبو لگائی تو یا تو یہ نیت ہوگی کہ اپنی ثروت و زرنگری بظاہر ہو یا یہ مقصد ہوگا کہ خوشبو سے نفس کو لذت حاصل ہوگی یا یہ ارادہ ہوگا کہ

اس طرح بن سنور کر جاؤں گا تو عورتیں میری گردیدہ ہوں گی۔ اور یہ سب نیتیں لغو اور معیبت ہیں۔ اسی طرح ممکن ہے کہ یہ نیت ہو کہ جمعہ کے دن خوشبو لگانا سنت کا اتباع یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اقتدا ہے اور حق تعالیٰ کے گھر کی تعظیم ہے اور جمعہ کے دن کا احترام ہے اور مسلمانوں کو بدبو کی ایذا سے بچانا اور بوئے خوش سے اُن کو راحت پہنچانا اور غیبت کے دروازہ کا بند کرنا کہ لوگ بدبو نہ گھنیں گے تو دوسروں سے غیبت کرتے پھریں گے کہ فحش شخص کے کپڑوں سے بڑی بدبو آتی تھی۔ انہیں دونوں فریق کی جانب حدیث میں اشارہ ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ کے واسطے خوشبو لگائی وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں آئے گا کہ مشک سے زیادہ خوشبو اس سے بہے گی، اور جو اللہ کے سوا کسی دوسری غرض سے خوشبو لگائے گا وہ ایسی حالت پر اٹھے گا کہ مردار سے زیادہ بدبو پھوٹے گی۔

البر الوید الصفاء مرسل

رکن دوم۔ اخلاص نیت۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگوں کو اسی کا حکم ہوا ہے کہ اللہ کی عبادت کریں مخلص بن کر اور وہی لوگ نجات پانے والے ہیں جنہوں نے توبہ کی اور اپنی حالت سنواری اور اللہ کو مضبوط تھاما، اور اپنے دین میں اللہ کے واسطے اخلاص کیا۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس شخص نے چالیس دن اخلاص کے ساتھ کوئی نیک عمل کر لیا تو حق تعالیٰ اُس کے قلب سے اور زبان سے حکمت کے چشے بہا دے گا۔ ابو نعیم

اخلاص کے معنی یہ ہیں کہ نیت صرف ایک ہی شے کی ہو یعنی عمل کا محرک

یا محض ریا ہو اور یا محض رخصتے حق۔ ان دونوں پر اخلاص کے لغوی معنی صادق آتے ہیں کیونکہ غاص اسی شے کو کہتے ہیں جس میں کسی دوسری عین کی آمیزش نہ ہو۔ مگر اصطلاح شرع میں اخلاص کے یہ معنی ہیں کہ محض حق تعالیٰ کی ذات مقصود ہو کیونکہ ماسوئے کی جانب میلان اور قصد کرنے پر شرعاً اخلاص کا اطلاق نہیں ہوتا جس طرح الحاد کے معنی مطلق میلان کے ہیں خواہ بھلائی کی جانب یا بُرائی کی طرف مگر شرعاً صرف باطل کی جانب مائل ہونے کا نام الحاد ہے اسی طرح عبادت سے مقصود اگر محض عبادت ہے تب تو اخلاص کہلائے گا اور اگر اس میں ریا اور دکھاوے کی آمیزش ہے یا عبادت کے ضمن میں دنیا کے کسی فائدہ کا بھی ارادہ شامل ہے تو اس کو اخلاص نہیں کہیں گے۔ مثلاً روزہ رکھنے سے مقصود یہ بھی ہو کہ روزہ رکھنا عبادت ہے اور یہ بھی مقصود ہو کہ کھانے پینے کا پرہیز کرنے سے بیماری کو بھی نفع ہوگا پس ایک کام میں دو نیتیں شامل ہوئیں تو اس کو اخلاص نہ کہیں گے یا مثلاً غلام کے آزاد کرنے سے یہ بھی مقصود ہو کہ یہ عبادت ہے اور یہ بھی مقصود ہو کہ اس طرح غلام کے کھانے پکڑے کے بوجھ سے سبکدوش ہو جائیں گے۔ یا مثلاً حج سے یہ بھی مقصود ہو کہ وہ نیک کام اور عند اللہ محبوب ہے اور یہ بھی نیت ہو کہ حج کرنے سے سفر میں حرکت ہوگی اور حرکت سے مزاج صحت و اعتدال پر آجائے گا یا اہل و عیال کے بارے سے چند روز کے لئے خلاصی مل جائیگی یا دشمنوں کی ابتداؤں سے کچھ دنوں کے لئے نجات حاصل ہوگی یا ایک جگہ رہتے رہتے دل اکتا گیا ہے پس سفر میں دل بھی بہل جائے گا۔ یا مثلاً وضو کیا مگر اس نیت سے کہ لطافت حاصل ہو اور بدن کا میل کچیل دور ہو جائے یا مثلاً

اعتکاف کیا تاکہ گھر کے کرایہ سے سبکدوشی ہو یا کسی بیمار کی عیادت کی مگر اس نیت
 سے کہ تمہارے بیمار ہونے پر وہ تمہاری عیادت کو آئے یا مثلاً فقیر کو اس نیت
 سے کچھ دیا کہ وہ بسر ہو رہا اور غل مچا رہا تھا۔ پس اس کا شور رفع ہو جائے گا وغیر ذلک
 یہ سب خیالات اخلاص کے منافی ہیں اور ان کا رفع ہونا دشوار ہے۔ اسی
 لئے بعض اہل بصیرت کا قول ہے کہ اگر ایک ساعت بھی اخلاص حاصل ہو جائے
 تو نجات مل جائے۔ حضرت سلیمان دارانیؑ فرماتے ہیں ”مبارک ہو اس کو جس کا
 ایک قدم بھی ایسا اٹھا جس سے مقصود خدا ہی کی ذات ہو“ حضرت معروف
 کرخیؑ اپنے نفس کو مارتے اور فرمایا کرتے تھے کہ بے نفس اخلاص پیدا کرتا کہ خلاصی
 حاصل ہو۔ مگر ہاں یہ ضرور سمجھ لینا چاہیے کہ ان نیتوں کی آمیزش کئی طرح پر ہوا
 کرتی ہے یعنی کبھی تو یہ نیتیں عبادت کی نیت پر غالب آ جاتی ہیں اور کبھی مغلوب
 رہتی ہیں اور کبھی مساوی ہوتی ہیں، پس اگر مباح کاموں کے اندر رہنا سائے
 حق تعالیٰ شانہ کا قصد کچھ بھی شامل ہو جائے گا تو اس کا بھی ضرور ثواب ملے گا،
 مگر عبادت کے اندر اخلاص کا حکم ہے لہذا یہاں عبادت کی نیت کے ساتھ اگر
 دوسرے مقصود کی کچھ بھی آمیزش ہوگی تو اخلاص باطل ہو جائے گا، اور اگر وہ
 آمیزش غالب ہے اور قصد عبادت مغلوب ہے تب تو عبادت باطل ہی
 باطل اور بیکار ہے۔

تیسرا رکن صدق ہے اور یہی اخلاص کا کمال ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے
 کہ ”ہمارے بندے وہ ہیں جو اپنے عہد میں سچے ثابت ہوئے“ اور رسول مقبول
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ”انسان سچ بولتا اور اسی کا جوہاں بنا رہتا ہے

یہاں تک کہ اللہ کے یہاں صدیق لکھا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صفت حق تعالیٰ نے صدیق فرمائی ہے اور صدق کی فضیلت اسی سے ظاہر ہے کہ یہ صدیقین کا درجہ ہے۔ صدق کے چھ درجے ہیں اور جو شخص ان سب میں کمال حاصل کرتا ہے وہ صدیق کے خطاب کا سزاوار ہوتا ہے۔

پہلا درجہ قول صدق ہے کہ ہر حالت میں سچ بولے اور اس کے

کمال دو ہیں۔ اول تعریف سے بھی پرہیز کرے کیونکہ تعریف اگرچہ سچ ہی میں داخل ہے مگر پھر بھی سننے والا اس سے خلاف واقع مضمون سمجھتا ہے لہذا

اس سے بھی احتراز کرے کیونکہ بھڑ بولنے کی حرمت کا سبب یہ ہے کہ

اس کی وجہ سے قلب کی صورت میں کجی آ جاتی ہے اور وہ حق کی تجلی کے

قابل نہیں رہتا، چنانچہ ایسے شخص کو خواب بھی سچا نظر نہیں آتا اور تعریف کا

اگرچہ ثمرہ نہیں ہے تاہم اس کی صورت چونکہ بھڑ کے مشابہ ہے اس لئے

اندیشہ ضرور ہے۔ پس صدیق کی شان کے مناسب یہی ہے کہ بلا ضرورت خاص

دوسرے کو تعریف کے ذریعہ سے بھی خلاف واقع امر کا دھوکا نہ دے۔ دوسرا

کمال یہ ہے کہ اُن اقوال میں بھی صدق کا لحاظ رکھے جو حق تعالیٰ جل شانہ

کے سامنے عرض کرتا ہے مثلاً نماز میں زبان سے کہتا ہے کہ میں اپنے

آپ کو اللہ کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ پس اگر اس کے دل میں بھی ماسویٰ اور

کا خیال نہیں ہے تب تو وہ قول میں سچا ہے ورنہ جھوٹا۔ یا مثلاً کہتا ہے

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ کہ تیری ہی عبادت کرتا ہوں اور

تجھی سے مدد چاہتا ہوں۔ پس اگر دل کے اندر زر کی طلب اور مال کی محبت

موجود ہے تو یہ بھی کذب ہے کیونکہ اظہار تو خدا کے معبود اور اپنے بندہ ہونے کا کر رہا ہے اور دل بندہ ذرا اور بندہ دنیا بنا ہوا ہے۔

دوسرا درجہ نیت میں سچا رہنے کا ہے یعنی ایسا اعلان کہ جس میں عبادت اور فعل خیر کے قصد کے سوا کسی دوسرے قصد کی مطلق آمیزش نہ ہو۔

تیسرا درجہ عزم میں سچا بننے کا ہے۔ انسان اکثر عزم کرتا ہے کہ اگر مجھے مال ملا تو اتنی خیرات کروں گا یا مثلاً خیال ہوتا ہے کہ حکومت ہاتھ آئے تو عدل کروں گا۔ پس اس کا نام عزم ہے مگر بعض لوگوں کے عزم میں خٹکی ہوتی ہے اور کہیں تڑو و تذبذب، اسی طرح صدیقین کے عزم بھی متفاوت ہوتے ہیں جن میں اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اگرچہ جان جاتی رہے مگر عزم میں ضعف یا تذبذب نہ آنے پائے، جیسے حضرت فاروقؓ فرماتے ہیں کہ میری گردن انکڑادی جائے تو یہ مجھ کو اس سے زیادہ محبوب ہے کہ اس گروہ پر حاکم بنوں جس میں ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود ہوں؟ پس عزم کے قوی اور مضبوط ہونے ہی کا نام عزم کا سچا ہونا ہے۔

چوتھا درجہ عزم کے پورا کرنے میں سچائی کا ہے کیونکہ اکثر انسان کا عزم تو نچتہ ہوتا ہے مگر پورا کرتے وقت کاہل اور سست بن جاتا ہے۔ مثلاً مال ہاتھ آیا تو صدقہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور حکومت ملی تو عدل و انصاف نہ ہو سکا حالانکہ امتحان کا یہی وقت ہے کیونکہ دل میں عزم کر لیتا تو کچھ دشوار نہ تھا۔ تکلیف اٹھانے کا موقع تو اس عزم کے پورا کرتے وقت ہی پیش آیا ہے

اور اسی لئے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ بعض شخص ایسے ہیں جو اللہ سے
 عہد کر چکے تھے کہ اگر ہم کو مال عطا ہوا تو ضرور خیرات کریں گے مگر جب
 اللہ پاک نے اپنے فضل سے ان کو مال مرحمت فرمایا تو بخل کرنے اور منہ
 پھیرنے لگے۔ انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب میں نفاق پیدا
 کر دیا۔

پانچواں درجہ یہ ہے کہ ظاہر و باطن یکساں ہو یعنی ظاہری حالت بھی وہی
 ہو جو واقع میں باطن کی حالت ہو مثلاً نرم چال چلے اور ظاہر کرے کہ طبیعت
 میں وقار ہے مگر حقیقت میں قلب کے اندر وقار نہ ہو بلکہ محض لوگوں کو دکھانے
 کے لئے ایسا کرے تو اس کا نام ریا ہے۔ اور اگر مخلوق کے دکھاوے کا
 بھی خیال نہ ہو بلکہ محض غفلت و بے توہی ہو تو اس کا نام اگرچہ ریا تو نہیں
 ہے مگر صدق بھی نہیں بلکہ حالت کا دروغ اور جھوٹ ہے۔ اس لئے رسول
 مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی ہے کہ

”بار الہا میرا باطن میرے ظاہر سے بہتر بنادے اور ظاہر حالت کو

بھی صلاحیت عطا فرما“ (ترمذی)

پچھٹا درجہ دین کے مقامات اور مدارج میں سچائی کا ہے یعنی خوف و

رجا اور محبت و رضا اور توکل و زہد وغیرہ کا وہ انتہائی مرتبہ حاصل کرے جو

اسم بامستی بناوے کیونکہ ابتدائی درجہ میں ان صفات کا صرف نام ہی نام

ہوا کرتا ہے۔ البتہ انتہائی درجہ میں پہنچ کر سچا خوف اور سچی محبت پیدا ہو جاتی

ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ

”مومن وہی ہیں جو اللہ اور رسول پر ایمان لائے۔ پھر نہ کچھ شبہ کیا
اور نہ اللہ کے راستہ میں اپنے جان و مال سے دریغ کیا، یہی لوگ
پہنچے ہیں۔“

غرض صدق کے ان چھ درجوں میں کامل ہو جانے سے صدیق کا لقب
عطا ہوتا ہے اور جس کو ان میں سے کوئی درجہ حاصل ہے اور کوئی حاصل نہیں تو
اُس کو اسی مقدار کے موافق صدق کا مرتبہ حاصل ہوگا۔

منہاج العابدین (امام محمد غزالی)

ارتقوئے کا بیان | اب تقوئے کو جانتا چاہیے کہ وہ کیا چیز ہے۔ تقوئے ایک نایاب خزانہ ہے اگر اس کو قابو میں کر لیا تو تمام نیکی اور رزق اور ثواب اور بڑی دولت حاصل ہوئی گو یاد دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں اکٹھی کر لیں۔ اس ایک خصلت میں جس کا نام تقوئے ہے سب نیکیاں جمع ہیں۔ قرآن شریف میں غور کرو تو اکثر جگہ اس کا ذکر فرمایا ہے اور بہت ثواب اور بھلائیاں اس کی طرف نسبت کی ہیں۔ ان میں سے بارہ باتیں جو تقوئے کے ساتھ بیان فرمائی ہیں یہ ہیں۔

ایک تو صرف مدح اور ثنا ہے جیسا کہ فرمایا ہے **وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا**
فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ۔ یعنی اگر تم صبر کرو اور تقوٰے کرو پس یقیناً
 وہ عزم کے کاموں میں سے ہے یعنی ایسے کاموں میں سے ہے جس کے لئے
 ہمت کرنا ضروری ہے۔ دوسرے دشمنوں سے حفاظت حاصل ہوتی ہے
 قولہ تعالیٰ **وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُ هُمْ شَيْئاً**
 یعنی اگر صبر کرو اور تقوٰے کرو تو تم کو ان کا کرکھ نقصان نہ کرے گا۔ تیسرے
 خدا تعالیٰ کی طرف سے مدد ملتی ہے قولہ تعالیٰ **إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا**
وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ یعنی اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے ساتھ ہے جو تقوٰے
 کریں اور ان لوگوں کے ساتھ ہے جو نیک کام کریں جو حقے سختیوں سے نجات
 ملتی ہے اور رزقِ حلال حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وَمَنْ يَتَّقِ**
اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجاً وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔
 یعنی جو کوئی تقوٰے کرے اُس کو خدا تعالیٰ سب سختیوں سے نجات دیتا ہے
 اور ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا حال اُس کو معلوم نہ ہو۔ پانچویں عمل کی طرف
 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا**
قَوْلًا سَدِيداً يُصْدرْ كَلِمَاتِكُمْ۔ یعنی اے ایمان والو! تقوٰے
 کرو اور سچی بات کہو تاکہ خدا تعالیٰ تمہارے عملوں کی درستی کرے چھٹے گناہ
 بخشے جاتے ہیں جیسا کہ اسی آیت کے بعد **وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ** فرمایا ہے
 یعنی اصلاحِ عمل کے تقوٰے سے یہ فائدہ ہے کہ تمہارے گناہ بخش دیے گا۔
 ساتویں خدا تعالیٰ کی محبت حاصل ہوتی ہے قولہ تعالیٰ **إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ**

یعنی اللہ تعالیٰ متقیوں کو دوست رکھتا ہے۔ آٹھویں عبادت قبول ہوتی ہے
 قولہ تعالیٰ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ یعنی اللہ تعالیٰ متقیوں کے
 سوا کسی کی عبادت قبول نہیں کرتا۔ نویں خدا کے نزدیک بزرگی حاصل ہوتی ہے
 قولہ تعالیٰ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اَتْقَاكُمْ یعنی خدا کے تعالیٰ کے نزدیک
 تم میں سے بزرگ وہ ہے جو شقی زیادہ ہے، دسویں دونوں جہاں کی خوش خبری
 قولہ تعالیٰ اَلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ لَهُمُ الْجُزَىٰ فِي الْحَيٰوةِ
 الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ یعنی جو لوگ ایمان والے ہیں اور تقویٰ والے ان کو
 دنیا و آخرت میں خوشخبری ہے۔ گیارھویں دوزخ کی آگ سے نجات ملتی ہے۔
 قولہ تعالیٰ ثُمَّ نُنْجِي اَلَّذِينَ اَتَّقَوْا یعنی دوزخ پر سب گزریں گے پھر
 ہم متقیوں کو بچالیں گے۔ بارھویں بہشت میں ہمیشہ رہنا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے
 اَعْدَدْتُ لِلْمُتَّقِينَ یعنی بہشت متقیوں کے لئے بنائی گئی ہے۔ غرض کہ دونوں جہاں
 کی خوبیاں تقویٰ میں رکھی ہیں۔ پس اس تقویٰ سے بھول کر بھی بے نصیب نہ
 ہونا چاہیے۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ عبادت میں تین چیزیں اصل ہیں۔ ایک تو نیت اور تائید
 خدا کے تعالیٰ کی، یہ خاص متقیوں کے لئے ہے جیسا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
 اِنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ یعنی خدا کے تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے۔ دوسرے
 عمل کی درستی اور نقصان کا نہ رہنا، یہ بھی متقیوں کے لئے ہے جیسا اللہ تعالیٰ
 نے فرمایا ہے يَصْلَحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ یعنی اگر تم تقویٰ کرو گے تو تمہارے
 لئے تمہارے کام درست کر دے گا۔ تیسرے عمل کا قبول ہونا۔ یہ بھی متقیوں کے حاصل

ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ یعنی
 متقیوں کے سوا کسی کا عمل قبول نہیں کرتا۔ انہی متقیوں پر عبادت کا مدار ہے اس
 لئے کہ عمل کرنے سے پہلے توفیق ہونی چاہیے اس کے بعد نقصان کی درستی چاہیے
 تاکہ عمل تمام ہو۔ جب عمل تمام ہو جائے تو قبول ہونا ضرور ہے اسی وجہ سے سب
 عابد اس کی خواہش رکھتے ہیں اور اس کے لئے ہمیشہ عاجزی کیا کرتے ہیں۔ یوں
 کہا کرتے ہیں کہ خداوند ہم کو عمل کی توفیق دے اور عمل کے نقصان پورے کر
 اور جو کچھ ہم عمل کریں اس کو قبول کر اور ان سب کا خدا تعالیٰ نے تقویٰ کے
 ساتھ وعدہ فرمایا ہے اور یہ سب باتیں متقیوں کو عنایت ہوتی ہیں گو وہ خواہش
 کریں یا نہ کریں۔ پس تم کو بھی تقویٰ کرنا لازم ہے۔ اگر عبادت کرنا چاہتے ہو بلکہ
 اگر دنیا اور عقبے کی سعادت لینا چاہتے ہو تو تقویٰ کرو۔ اور اللہ تعالیٰ جل شانہ
 فرماتا ہے اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ یعنی خدا سے تعالیٰ تقویٰ والوں
 کے سوا کسی کی عبادت قبول نہیں کرتا پس عبادت کی قبولیت کا مدار تقویٰ پر آٹھہر
 اور اس وجہ سے حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 کو دنیا کی کوئی چیز اس قدر خوش نہیں آتی تھی جیسا متقی خوش معلوم ہوتا تھا اور
 قتادہؓ نے فرمایا ہے کہ توریت میں لکھا ہے کہ اے فرزند آدم تقویٰ کرو اور جس
 جگہ چاہے سورہ اور بیان کرتے ہیں کہ عامر بن قیسؓ رات دن میں نماز کی ہزار
 کہنیں ادا کرتے اور جس وقت بستر پر آتے تو نفس سے کہتے۔ اے سب بُرائیوں
 کے گھر خدا کی قسم میں تجھ سے ایک پل بھی راضی نہیں ہوتا ہوں جب تک تقویٰ
 نہ کرے اور مرتے وقت مرنے لگے۔ اُن سے پوچھا کہ رونے کا کیا سبب ہے

جواب دیا کہ خدا تعالیٰ کا فرمانا ملا ہے اِنَّمَا يَتَّقِ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ
یعنی متقیوں کے سوا کسی کا عمل قبول نہ ہوگا۔

۵ عفو باشد نیک کہ فردا امید کہ بود سیدہ ز تقویٰ رو سفید

اب ایک اور اصل الاصول پر غور کرنا چاہیے کہ ایک بزرگ نے اپنے
پیر سے کہا کہ مجھ کو کچھ وصیت فرمائیے پیر نے کہا کہ میں تجھ کو وہ وصیت کرتا ہوں
جو خدا تعالیٰ نے سب اگلوں پھلوں کو فرمائی ہے وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ
اَوْثُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ اتَّقُوا اللّٰهَ یعنی ہم
نے اُن لوگوں کو وصیت کی ہے جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے ہیں اور تم
کو بھی یہی وصیت ہے کہ تقویٰ کرو۔ غور کا مقام ہے کہ خداوند تعالیٰ سب
سے زیادہ بندے کی بہتری چاہتا ہے اور سب سے زیادہ خیر خواہ اور مہربان
ہے۔ اگر اس کے نزدیک کوئی خصلت دنیا میں بندے کے لئے تقویٰ سے
بہتر ہوتی اور سب خوبیوں کو جامع اور ثواب میں زیادہ اور بندگیوں میں بزرگ اور
آزادوں کو بھی زیادہ پوری کرتی ہوتی تو خدا تعالیٰ بندوں کو اسی کا حکم فرماتا
اور اسی کی وصیت کرتا، پس جب کہ اگلوں پھلوں کو تقویٰ کی وصیت کی اور
اسی ایک خصلت پر اکتفا کیا تو معلوم ہوا کہ یہ خصلت دنیا و آخرت کو جامع ہے اور
سب کاموں کو کافی ہے اور عبادت کے بلند مرتبوں کو پہنچانے والی ہے اور
ایسی اصل ہے کہ جو کوئی تامل کرے اور اس پر عمل کرے تو اس کو کافی ہو اور
زیادہ حاجت ذکر نہیں۔

جب اس خصلت کا حال یہ کچھ معلوم ہوا تو اسکا دریافت کرنا بھی بہت ضروری

ہو گیا۔ لہذا تفصیل کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ لیکن یہ معلوم ہے کہ جو کام سب میں
 نادر اور عمدہ ہوتا ہے اس کے حاصل کرنے میں وقت بھی زیادہ ہوتی ہے۔
 پس جیسی خصلت بڑی ہے ویسا ہی اس کے لئے مجاہدہ کرنا اور اس پر قائم رہنا
 سخت مشکل ہے کیونکہ ہر کام کی عظمت باندازہ محنت اور لذت بمقدار مشقت ہوتی ہے۔
 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَالَّذِينَ جَاهِدُوا فِيْنَا لَنُؤْتِيَنَّهُمْ مَّا يَشَاءُونَ**
 یعنی جو کوئی ہماری راہ میں کوشش کرے ہم اس کو اپنا راستہ دکھا دیتے ہیں۔
 پس ہوشیار ہو کر سننا چاہیے اور اقل اس خصلت کے معنی کو سمجھ کر پھر اس پر عمل کرنے
 کے لئے جُست اور مضبوط ہونا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے اس باب میں مدد
 مانگنی چاہیے، پس ہمارے بزرگوں کے کہنے کے موافق تقویٰ کے معنی دل
 کا پاک کرنا ہے اُن گناہوں سے جو اب تک نہیں کئے ہیں تاکہ ایسی طاقت حاصل
 ہو جائے کہ اس گناہ کے نہ کرنے کا پکا ارادہ کر سکے اور گناہ میں اور مشغلی میں پردہ
 پڑ جائے۔

قرآن شریف میں تقویٰ کو تین معنوں میں ارشاد فرمایا ہے۔ ایک خدا تعالیٰ
 کا خوف اور ہیبت جیسے فرمایا ہے: **وَاتَّقُوا اللَّهَ** یعنی مجھ ہی
 سے ڈرو، دوسرے اطاعت اور عبادت کے معنوں میں جیسے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ** ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کے
 ترجمے میں فرمایا ہے کہ اے ایمان والو! خدا تعالیٰ کی اطاعت کرو جیسا اس کا حق
 ہے، تیسرے معنی دل کا پاک کرنا ہوں سے اور تقویٰ کے اصلی اور حقیقی معنی
 یہی ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: **وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ**

يُحْشَى اللَّهَ وَيَتَّقُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ۔ یعنی جو لوگ خدا
 تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں اور اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور تقویٰ
 کریں وہی لوگ فائز ہونے والے ہیں۔ اس آیت میں پہلے اطاعت اور خوف
 کا ذکر کیا بعدہ تقویٰ کا ارشاد فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تقویٰ اطاعت اور
 خوف کے سولہ ہے اور وہ دل کا پاک کرنا ہے جیسا کہ ہم نے کہا ہے۔
 اور بزرگوں نے کہا ہے کہ تقویٰ کے تین درجے ہیں۔ تقویٰ شرک سے
 اور تقویٰ بدعت سے اور فرعیہ گناہوں سے تقویٰ۔ ان تینوں کو خدا تعالیٰ نے
 ایک آیت میں ذکر کیا ہے۔ قولہ تعالیٰ۔

لَيْسَ عَلَى الْبَنِينَ اِمْنًا وَاَعْمَلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا
 كُنْتُمْ اِذَا مَا اتَّقَوْا وَاْمَنُوا وَاَعْمَلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا
 وَاْمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوْا وَاَحْسَنُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ

یعنی ڈر نہیں ہے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک کام کئے ہیں ان
 چیزوں میں کہ کھاتے ہیں جب کہ تقویٰ کریں اور ایمان لائے ہیں اور نیک
 کام کئے اور تقویٰ کیا اور نیکی کی۔ خدا تعالیٰ نیک کام کرنے والوں کو دوست
 رکھتا ہے پس پہلی جگہ تقویٰ شرک سے ہے اور ایمان کہ اس کے ساتھ ذکر
 کیا ہے اس سے تو خید مراد ہے، دوسری جگہ تقویٰ بدعت سے مراد ہے
 اور اس کے ساتھ ایمان جو ذکر کیا ہے سنت اور جماعت کے اقرار کرنے سے
 غرض ہے، تیسری جگہ فرعیہ گناہوں سے تقویٰ مقصود ہے چونکہ اس پر استقامت
 دشوار تھی اس لئے اس کو احسان کے مقابل کیا اور احسان کے معنی طاعت کرنا

اور ٹھہرنا ہے تقویٰ پر معامی فرمیدے، اس ایک آیت میں تینوں مرتبے اکٹھے کئے ہیں۔ مرتبہ ایمان کا اور مرتبہ سنت کا اور مرتبہ استقامت کا اطاعت پر علماء نے جو تقویٰ کے معنی بیان کئے ہیں وہ تو یہی ہیں لیکن تقویٰ کے معنی بچنا فضول حلال سے بھی شرع میں مستعمل ہے جیسا کہ حدیث شریف میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشہور ہے کہ متقیوں کو متقی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ مباح کو چھوڑ دیتے ہیں یعنی جن چیزوں میں کچھ ڈر نہیں ان کو اس واسطے چھوڑ دیتے ہیں کہ کہیں ڈروالی چیزوں میں نہ پڑ جائیں، اس لئے مجھے یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ تقویٰ کے لئے معنی بیان کروں جس میں علماء کے قول کے بموجب بھی معنی پائے جائیں اور حدیث شریف کے بموجب بھی تاکہ تعریف جامع اور مانع ہو جائے اور وہ معنی یہ ہیں کہ تقویٰ ہر اس شے سے بچنا ہے جس سے دین میں ضرر کا خوف ہو، اس لئے کہ جو بیمار پرہیز کرتا ہے اس کو محاورہ عرب میں متقی کہتے ہیں چونکہ وہ ہر ایک مضر چیز سے خواہ کھانے کی ہو یا پینے کی بچتا ہے، پس جو چیزیں کہ دین میں مضر ہیں دو طرح پر ہیں ایک تو صرف حرام اور گناہ ہیں، دوسرے فضول حلال جو ضرورت سے زائد ہے جس میں مشغول ہونے سے گناہ اور حرام تک نسبت پہنچ جاتی ہے، جو کوئی دین کے مضرات اور بڑے گناہوں سے پرہیز کرنا چاہے تو وہ فضول حلال کو چھوڑے۔ غرض تقویٰ کی تعریف جامع اور مانع یہ ہے کہ مضر دین ہر ایک شے سے بچے۔ اور فضول حلال اور گناہ مضر دین ہیں یہ تقویٰ کی تفصیل ہے۔

اب جاننا چاہیے کہ حرام سے تقویٰ کرنا فرض ہے اگر ایسا نہ کرے گا تو

عذاب کے لائق ہوگا، اور فضول حلال سے تقویٰ کرنا بہت بڑا کام ہے۔ اس کے چھوڑنے سے قیامت میں حساب اور لامتناہی اور جہنم سے رُکے رہنے کی سزا کے قابل ہوگا۔ جو آدمی کہ حرام سے تقویٰ کرے وہ تقویٰ میں نچلے درجے میں ہے اور فضول حلال سے تقویٰ کرنے والے کا بڑا مرتبہ ہے اور جو شخص روزوں کو جمع کرے یعنی فضول حلال اور گناہ سے بچے اس کا تقویٰ پورا ہے جیسا کہ چاہیے یہ تقویٰ کے معنی اور اس کا بیان ہے۔ اب باقی رہا یہ کہ ان معنوں پر کیونکر عمل کریں اور ان معنوں کی رو سے نفس کو کس طرح تقویٰ کی لگام دی جائے تو اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ اپنی طاقت کے موافق اس پر قیام کرے اور نفس کو سب گناہوں سے روکے اور فضول حلال سے بچائے اور جب یہ عمل آنکھ اور کان اور زبان و دل و شکم و فرج سب عضووں میں محفوظ رکھا تو تقویٰ کر لیا اور نفس کو تقویٰ کی لگام دی، لیکن یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو کوئی تقویٰ کرنا چاہے وہ ان پانچ عضووں کو جوڑے یعنی آنکھ، کان، زبان، دل، شکم کو ان چیزوں سے بچائے جو دین میں نقصان لاتی ہیں جیسے گناہ اور حرام اور فضول حلال جب یہ محفوظ رہینگے تو امید ہے کہ سب عضو بچے رہیں گے اور پھر جامع و مانع تقویٰ پر قیام حاصل ہوگا۔

۲۔ اعمال خیر کا بیان | خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے وَقِيلُوا مَنَ عِبَادِيَ الشَّاكِرُونَ وَلَكِن أَكْثَرُ النَّاسِ

لَا يَعْلَمُونَ... لَا يَشْكُرُونَ... لَا يَعْقِلُونَ یعنی کم ہیں میرے بندوں میں سے شکر گزار لیکن بہت آدمی نہیں جانتے اور نہیں شکر کرتے اور نہیں سمجھتے۔

اور یہ باتیں خدا تعالیٰ جس پر آسان کر دے اُس کو آسان ہیں، بندے کو کوشش کرنا چاہیئے۔ سیدھا راستہ دکھانا خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے جیسے فرمایا:

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُحْسِنِينَ

یعنی جو لوگ ہمارے راستے میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم اُن کو راستہ دکھا دیتے ہیں اور البتہ ہم نیک کاروں کے ساتھ ہیں پس جب بندہ ضعیف اپنے ذمے کی چیز کو ادا کرتا ہے تو اس بات کا گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ پروردگار غنی اور زحیم اُس کو ضائع کر دے جیسے خود فرماتا ہے: إِنَّ اللَّهَ لَا يُضَيِّعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ

یعنی خدا تعالیٰ نیک کام والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا، لیکن یہ بات رہی کہ آدمی کی عمر چھوٹی ہے اور یہ منزلیں بڑی سخت ہیں، پس اتنی عمر میں سب شرطوں کو کیونکر بجالائے۔ لیکن جب خدا تعالیٰ چاہے کہ کسی بندے کو قبول فرمائے تو بڑے راستے کو چھوٹا کر دیتا ہے اور اس کی سختی کو اُس پر آسان کر دیتا اور ان منزلوں کو قطع کرتے ہیں لوگ مختلف ہیں بعض تو شر بریں میں قطع کرتے ہیں بعض میں بریں ہیں بعض دس بریں ہیں اور بعض ایک بریں میں قطع کرتے ہیں اور کوئی ایک جہنم میں کوئی ایک ہفتے میں بلکہ ایک روز میں بلکہ ایک ساعت میں پورا کر لیتا ہے یہاں تک کہ بعض لوگوں کو خدا تعالیٰ کی خاص توفیق سے ایک لمحہ سے زیادہ نہیں گزرتا چنانچہ اصحاب کہف کی مدت ایک لمحہ سے زیادہ نہ تھی، جب ہی دتیا لوس بادشاہ کے چہرے پر تغیر دیکھا تو کہا رَبَّنَا رَبِّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ پس معرفت حاصل ہو گئی اور اُس راہ کی باریکیاں اور حقیقتیں سب دیکھ لیں اور اس راستے کو قطع کر گئے اور مفوضوں اور متوکلوں اور متقیوں میں شامل ہوئے یہ سب باتیں اُن کو ایک ساعت اور ایک لمحہ میں مل گئیں۔ ساحرانِ فرعون کا

حال بھی کچھ ایسا ہی ہوا کہ اُن کے حاصل کرنے کی مدت بھی ایک لمحہ تھی جب
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھا کہا اَمَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ رَبِّ
مُوسٰی وَهَارُونَ۔ پس راستہ دیکھ لیا اور قطع کر لیا اور ایک ہی ساعت میں بلکہ
کمتر اس سے عارفوں میں شمار ہوئے اور راضی ہوئے حکم پر اور صبر کیا بلاؤں پر،
اور شکر کیا نعمتوں پر اور مشتاق ہوئے حق جل و علّے کی ملاقات کے اور ایک دفعہ ہی
آواز کی لَاحِظِيْ رَاٰ اِلٰی رَبِّهَا مُنْقَلِبُوْنَ یعنی کچھ نقصان نہیں، جو کچھ تو
چاہتا ہے کہ گزرا، ہم اپنے پروردگار کی طرف پھرنے والے ہیں۔

حضرت ابراہیم ادہمؒ جیسے تھے ان کا حال معلوم ہے مگر جب دنیا کے
کام سے روگردانی کی اور اس راہ پر صدق سے چلے تو صرف اتنی مدت میں
کہ بلخ سے روم تک پہنچے ایسے ہو گئے کہ ایک آدمی پل پر سے پانی میں گر پڑا۔
اشارہ کیا کہ ٹھہرا رہا، وہ آدمی اُسی وقت ہوا میں ٹھہر گیا اور ڈوبنے سے بچ گیا۔
رابعہ بصریؒ ایک بڑی عمر کی لڑکی تھی۔ بصرے کے بازار میں بکنے کو گئی۔ عمر رسیدہ
ہونے کے سبب سے کوئی لینے کی خواہش نہیں کرتا تھا۔ ایک سوداگر نے رحم کھا
کہ اس کو سودر ہم کے بدلے میں لے لیا اور آزاد کر دیا۔ رابعہ نے اس راستے
کو اختیار کیا اور عبادت قبول ہوئی۔ ایک سال سے زیادہ نہیں گزرنے پایا کہ
بصرہ کے عابد اور عالم اُن کی ملاقات کو آنے لگے۔ یہ نقطہ اُن کی بزرگی اور منزلت
کا سبب تھا۔

مگر یہ معلوم کر لینا چاہیے کہ سب کام کی ایک ہی اصل ہے ذَلِكْ تَقْدِيْرُ
الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ الْعَدْلِ الْحَكِيْمِ۔ یعنی یہ معاملہ صرف تقدیر الہی کا ہے۔

اگر کوئی کہے کہ میں واسطے ایک شخص کو فتنہ خاص کے لئے مخصوص ہوتا ہے اور

دوسرا اس سے محروم رہا حالانکہ بندہ ہونے میں دونوں برابر ہیں، تو اس کا جواب

یہ ہے کہ جس وقت آدمی اس امر کا سوال کرتا ہے تو میرا وقت جلال سے آواز آتی

ہے کہ ادب رکھ اور ربوبیت کا حق پہچان اور بندے کی حقیقت کو دیکھ، کیونکہ

جس چیز کو خدا تعالیٰ کرے وہ پوچھی نہیں جاتی۔ شعر

بمرد و صاف ترا حکم نیست دم در کش

کہ آنچہ ساقی مار بخت عین الطاف ست

قوله تعالیٰ لَا يَسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُوَ يُعْطِيكَ وَهُوَ غَفُورٌ

اس راستے کا حال پل صراط کا سا ہے کیونکہ کوئی اس پر سے بجلی کی طرح گندہ جا

اور کوئی ہوا کی طرح اور کوئی پرند کی طرح اور کوئی تیز گھوڑے کی طرح اور کوئی

پیادے کی طرح اور کوئی ایسا ہوگا کہ جب دوزخ کا نام سنے گا تو گر پڑے گا

اسی طرح دنیا میں اس راستے کا حال ہے پس یہ دو راستے ہیں ایک دنیا کا یعنی

طریق معرفت اور دوسرا آخرت کا یعنی پل صراط، سالکوں کے حال کا اختلاف

پل صراط پر آخرت میں اسی طرح ہوگا جس طرح کہ وہ طریق معرفت کے چلنے

دنیا میں مختلف ہیں۔

اس کے بعد یہ بانٹا چاہیے کہ اس راہ کی لمبائی اور کوتاہی کو ایسا راستہ

سمجھنا چاہیے کہ اس کو پاؤں سے چل کر قطع کر لیں بلکہ یہ راستہ روحانی ہے۔ اس

قطع کرنا دل سے ہے جیسا کسی کا عقیدہ اور بصیرت ہو، اور اس کی اصل نورِ سماوی

اور نورِ الہی ہے کہ بندے کے دل میں پڑتا ہے۔ اس کے سبب سے وہ دنیا

جہان کے کام یقین کے ساتھ دیکھتا ہے، اور اس نور کو بندہ کبھی سو برس تک طلب کرتا ہے تو حاصل نہیں ہوتا اور اس کا کچھ بھی اثر معلوم نہیں ہوتا اور یہ اس سبب سے ہے کہ طلب کرنے میں خطا ہوئی اور اجتہاد میں کوتاہی کی اور اس کام کے رنگ و صفت سے نادان رہا، اور کوئی اس نور کو پچاس برس میں پائے گا اور کوئی تیس برس میں اور کوئی دس برس میں اور کوئی ایک دن میں اور کوئی ایک ساعت میں اور کوئی ایک لمحہ میں خدا کی عنایت سے حاصل کرے گا، لیکن بندے کو کوشش کرنے کا حکم ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ حکم کے موافق عمل کرے تاکہ وعدے کے موافق ثواب پائے اور کار خیر مقسوم اور مقدر کا ہے اور پروردگار حاکم عادل ہے یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُجْزِي مَا يَرِيدُ یعنی اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ حکم اور کام کرتا ہے۔

اب اگر پوچھو کہ اس راہ میں بندے کو ایسے بڑے اور سخت خطروں میں پڑنا اور بہت سی شرطوں اور عملوں کا بجالانا کس لئے ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ واقع میں یہ کام بہت سخت اور دشوار ہے اور خدا تعالیٰ نے بھی اسی سبب سے فرمایا لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ۔ یعنی ہم نے آدمی کو پیدا کیا مشقت اور زنج میں، اور اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر تم وہ چیز جانو جو میں جانتا ہوں تو بہت رو دیا کرو اور کم ہنسوا اور اسی سبب سے حضرت ابابکر صدیقؓ نے فرمایا ہے کہ کاش کہ میں سبز ہوتا تاکہ چوپا مجھے مجھ کو کھالیتے اور فضیلؓ فرماتے تھے کہ میں کسی فرشتے اور رسول اور مرد صالح کے حال کی آرزو نہیں کرتا بلکہ ایسے شخص کے حال کی آرزو کرتا ہوں جو پیدا نہیں ہوا۔

اور عطا فرمایا ہے کہ اگر آگ روشن کر کے کہیں کہ جو کوئی اس میں جل جائے
 تو پھر خاک ہو جائے گا اور کچھ بچتا ہی نہیں رہے گا تو بھگوار اس بات کا ڈر ہے کہ میں
 خوشی کے سبب سے آگ میں گرنے سے پہلے نہ مرجاؤں پس حقیقت میں
 دیکھو تو یہ کام ایسا ہی سخت اور دشوار ہے بلکہ وہم و گمان کرنے سے بھی بہت سخت
 ہے لیکن یہ وہ کام ہے کہ خدا تعالیٰ نے مقدر کیا ہے اور علم کو جاری کیا ہے
 لہذا بندہ کو سوائے اس کے کہ حتی الوسع عبادت میں کوشش اور عاجزی کرے
 کوئی حیلہ نہیں ہے اور چاہیے کہ خدا تعالیٰ کے کرم کی امید رکھے اور تصریح و ناری
 کرے تاکہ شاید اس کے فضل و کرم سے سلامت رہے۔ شعر

تو بندگی چرگدایاں بشرطِ مزدکن

کہ خواجہ خود روشنی بندہ پروری داند

لیکن یہ سوال کہ یہ کوشش کس لئے ہے بڑی غفلت پر دلالت کرتا ہے
 بلکہ بہتر یہ ہے کہ یوں کہو کہ بندہ ضعیف کے مطلب کے مقابل اس کوشش وغیرہ
 کی کیا اصل ہے۔ یہ بھی معلوم رہے کہ بندے کا سوال کیا ہے۔ بندے کا اول مطلب
 دو چیزیں ہیں۔ ایک سلامتی دونوں جہان میں، دوسری بادشاہت دونوں جہان
 کی۔ دنیا کی سلامتی تو اس طرح ہے کہ دنیا کی آفتیں ایسی ہیں کہ اس میں فرشتہ مقرب
 بھی سلامت نہیں رہے۔ ہاروت ماروت کا حال خود مشہور ہے یہاں تک کہ بعض
 کہتے ہیں کہ جب فرشتے بندے کی روح کو آسمان پر لے جاتے ہیں تو آسمان کے
 فرشتے کہتے ہیں کہ تعجب ہے یہ شخص اس وقت کی جگہ میں کیوں کر سلامت رہا جس میں
 ہم سے بہتر ملاک ہو گئے۔ اور آخرت کی سلامتی اس طرح کہ اس کے خوف اور ڈر

ایسے ہیں کہ انبیاء بھی نفسی نفسی پکاریں گے اور کہیں گے کہ اپنے نفس کے سوا ہم تجھ سے کچھ نہیں چاہتے، پس جو کوئی ایسی دنیا سے سلامتی کے ساتھ نکل گیا اور ایسے دن میں آخرت کے خوف سے سلامت رہا اور بہشت میں گیا تو یہ کام اُس کے لئے تھوڑا نہیں۔

اب اس بات کو معلوم کرنا چاہیے کہ اس راہ کے حاصل ہونے سے دوزخ جہان کی بادشاہت کس طرح حاصل ہے۔ پس دنیا کی بادشاہت تو اس طرح ہے کہ سلطنت سے ہماری غرض حکم اور تصرف اور خواہش کا حاصل ہونا ہے اور یہ بات حقیقت میں دنیا کے اندر خدا تعالیٰ کے اولیاء کو حاصل ہے کہ وہ اس کی رضا پر راضی ہیں اور خشک میدان اور زمین کی خشکی تری آن کو ایک قدم کے برابر ہے اور پتھر اور اینٹیں سونا چاندی ہے اور آدمی، جن، چوپائے اور پرند سب اُن کے تابع ہیں اور وہ چاہیں وہی ہو اس واسطے کہ وہ خدا تعالیٰ کی خواہش کے سوا کچھ نہیں چاہتے۔ اُس کی مرضی کے تابع رہتے ہیں اور جو خدا کی مرضی ہے وہ بیشک ہوگی اور اُن سے سب ڈرتے ہیں وہ کسی سے نہیں ڈرتے اور اُن کی سب خدمت کرتے ہیں وہ کسی کی خدمت نہیں کرتے۔

بہودائے جاناں زجاں مشتعل
بذکر حبیب از جہاں مشتعل
نہ سودائے خودشان نہ پروائے کس
نہ در گنج تو حیدر شاں جاسے کس
نہ از بند چشم از خدائے پسند
کہ ایشاں پسندیدہ حق پسند

پس دنیا کی سلطنت اُس کے سامنے عشر عشر بھی نہیں، اور سلطنت آخرت کی اس طرح ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِذَا رَأَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا

یعنی تو دیکھے اس جگہ کو تو تجھے نعمت و سلطنت بزرگ نظر آئے پس جس سلطنت کو
 خدا بڑی کہے اسی کو بڑی جاننا چاہیے۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ تمام دنیا تھوڑی سی
 ہے اور اس تھوڑی سی میں ہر شخص کا نصیب بہت تھوڑا ہے لیکن باوجود اتنی قلت
 کے اپنی جان و مال کو صرف کرنا چاہتا ہے تاکہ اس اقل قلیل شے کو حاصل کرے
 اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ نہیں ملتی اور اگر ملتی بھی ہے تو اس میں سخت عذاب اور
 کمزوریاں ہوتے ہیں اور اس میں جس قدر نفس اور مال صرف ہوتا ہے اس کو بہت کچھ
 نہیں سمجھتے۔ پس اگر سلطنت آخرت اور ہمیشگی کا دارِ نعم طلب کریں تو اس کے مقابلے
 میں دو رکعت نماز کی ادائیگی یا دو درم صدقہ کرنا کس طرح بہت سمجھتے ہیں کیسی نادانی
 اور بے تمیزی ہے، بلکہ اگر ہزاروں ہزار جانیں اور ہزار روپیہ اور لاکھوں عمریں
 اس دنیا کی اکٹھی ہوں بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوں اور ان کو اس مطلب کے لئے
 خرچ کریں تب بھی تھوڑا ہے اور اگر ان سے مطلب حاصل ہو جائے تو اس کو بہت
 غنیمت جاننا چاہیے۔

پس اب بھی خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر دھیان کرو کہ جب بندہ خدا تعالیٰ
 کی عبادت کرے اور اس کی خدمت کرنے کو لازم جانے اور تمام عمر اس پر چلا جائے
 تو خدا تعالیٰ اس کو علی الحساب چالیس کراہتیں اور خلعت عنایت فرماتا ہے جس
 دنیا میں اور بیس آخرت میں۔

دنیا کی بیس کراہتیں اور خلعت یہ ہیں اول یہ کہ خدا تعالیٰ اس کو یاد کرتا ہے
 اور اس کی تعریف بیان کرتا ہے، پس وہ بندہ اچھا ہے جس کی تعریف دونوں
 جہان کا پروردگار فرمائے۔ دوسرے یہ کہ خدا تعالیٰ اس کا شکر ادا کرے اور

تعلیم کرے، یہ کتنا بڑا شرف ہے کیونکہ اگر کوئی بندہ ضعیف اُس کا شکر اور تعظیم کرتا ہے تو اُس کی عزت ہو جاتی ہے، پس جن کی وہ خود تعریف اور شکر ادا کرے اُس کی کتنی بڑی بزرگی اور عزت ہوگی۔ تیسرے یہ کہ خدا تعالیٰ اُس کو دوست جانتا ہے۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ اگر کوئی امیر یا مغلے کا رئیس کسی کو دوست جانے تو وہ اُس پر اپنا کتنا فخر اور عزت سمجھتا ہے اور کیا نفع حاصل کرتا ہے، پس جب کہ رب العالمین تعالیٰ و تقدس محبت کرے تو اُس پر کتنا فخر کرنا چاہیے۔ چوتھے یہ کہ خدا تعالیٰ اُس کا وکیل ہو جاتا ہے اور اُس کے کاموں کی تدبیر کر دیتا ہے۔ پانچویں اُس کے رزق کا کفیل ہو جاتا ہے اور اُس کو بے محنت و رنج کے رزق عنایت فرماتا ہے۔ چھٹے یہ کہ خدا تعالیٰ اُس کا مددگار ہوتا ہے اور جو کوئی دشمن اُس کے ساتھ بدی کرے اُس کو دفع کر دیتا ہے۔ ساتویں یہ کہ خدا تعالیٰ اُس کا انیس ہوتا ہے اور کسی حال میں وحشت نہیں آنے دیتا۔ آٹھویں یہ کہ اُس کو اصل قدر عزت حاصل ہوتی ہے کہ دنیا کی خدمت اور دنیا داروں کی پاکری کو ذلت جانتا ہے، بلکہ اگر بادشاہ اور دنیا کے اکابر اُس کی خدمت کریں تب بھی راضی نہ ہو۔ نویں یہ کہ اُس کو ہمیت بلند حاصل ہوتی ہے یہاں تک کہ دنیا کی نجاست اور دنیا داروں کے ملنے سے کراہت کرتا ہے اور بلندی ڈھونڈتا ہے۔ دسویں اُس کو دل کی تراگری حاصل ہوتی ہے پس دنیا میں سب مالداروں سے بڑھ کر وہی ہوگا اور اُس کا دل ہمیشہ خوش رہے گا کسی شے کا غم نہ ہوگا۔ گیارھویں اُس کو دل کا نور حاصل ہوگا جس کی وجہ سے ایسے علوم اور اسرارِ حکمت پر مطلع ہو جائے گا کہ اُس کے سوا کوئی اور مطلع نہ ہوگا مگر بڑی کوشش اور عمر دراز سے۔ بارھویں یہ کہ

اُس میں اس قدر فراخ جو صِغلی پیدا ہو جاتی ہے کہ دُنیا کی کسی محنت اور مصیبت سے
 اُس کا دل تنگ نہیں ہوتا۔ تیرھویں ^{۱۳} اس میں ایسا رعب پیدا ہو جاتا ہے کہ سب
 نیک و بد اُس کی عزت کرتے ہیں اور سرکش و شریک اُس سے ڈرتے ہیں۔ چودھویں ^{۱۴}
 دلوں کی محبت، کیونکہ خدا تعالیٰ سب کے دلوں میں اس کی محبت پیدا کر دیتا ہے
 پندرھویں ^{۱۵} اُس کے کلام، دل، نفس، فعل، جامہ اور مکان میں برکت عام پیدا ہو جاتی
 جاتی ہے یہاں تک کہ جس جگہ جائے، جس جگہ بیٹھے اور جس آدمی کو دیکھے سب
 لوگ اس کو متبرک جانتے ہیں۔ سولہویں ^{۱۶} دریا اور جنگل اُس کے تابع ہو جاتے
 ہیں اس طرح کہ اگر چاہے پانی پر چلے اور اگر چاہے تمام دُنیا میں ایک ساعت
 سے کم میں پھرائے۔ سترھویں ^{۱۷} سب جانوروں کا تابع ہو جانا کہ وحشی اور درندے
 وغیرہ سب آواز پر چلے آئیں اور شیر اُس کے پاس دم ہلائیں۔ اٹھارھویں ^{۱۸} اُس
 کو تمام روئے زمین کی کنجیوں کا مالک کر دیں تاکہ جس جگہ چاہے اُس کے لئے
 خزانہ موجود ہو اور جس جگہ پاؤں مارے تو پانی نکل آئے بشرطیکہ محتاج ہو۔
 اور اگر کھانے کا ارادہ کرے تو ہر جگہ کھانا موجود ہو۔ انیسویں ^{۱۹} خدا تعالیٰ کی
 درگاہ میں مرتبہ یہاں تک کہ خلقت اُس کی خدمت کے وسیلے سے قربت چاہے
 اور اُس کے جاہ اور برکت کے واسطے سے خدا تعالیٰ سے حاجتیں طلب کرے
 بیسویں ^{۲۰} دعاؤں کا قبول ہو تا، جو خدا تعالیٰ سے چاہے گا وہی قبول ہو گا اور
 اگر کسی کی شفاعت کرے گا قبول ہو گی اور اگر کسی امر کے واسطے خدا تعالیٰ کی قسم
 کھائے گا تو خدا تعالیٰ سچ کرے گا اور اگر کسی پہاڑ کو اشارہ کرے گا تو اُسی
 وقت زلزل ہو جائے گا، اور اگر کوئی شے اُس کے دل میں گزرے تو وہ اُسی وقت

حاضر ہوگی۔ یہ کرامتیں دنیا کی ہیں، انہیں کی طرف شیخ سعدی اشارہ فرماتے ہیں۔

گروہے عہد ار عزت نشیں قدمہائے خاکی دہم آتشیں

بیک نعرہ کوہے ز جابر کنند بیک نالہ ملکی بہم برزند

چو باد نہ پہاں و چالاک پوسے چو مشکند خاموش و بسیج گوسے

اور آخرت کی بیش کرامتیں یہ ہیں کہ پہلے اس پر سکرات موت آسان ہو جائے

اور موت اس کو شربت کی طرح میٹھی معلوم ہو اور سکرات وہ چیز ہے جس سے سب

پیغمبروں کا دل کانپتا ہے، دوسرے یہ کہ اس کو خدا تعالیٰ اپنی معرفت اور ایمان

پر ثابت رکھتا ہے کہ جتنا خوف اور فریاد ہے سب اُسی کے لئے ہے۔ تیسرے

یہ کہ خدا تعالیٰ فرشتوں کو مہربانی اور خوش خبری کے ساتھ بھیجتا ہے کہ عقلی کی

چیز سے جو اس کو درپیش ہے خوف نہ کرے اور دنیا کی لذات کو پیچھے چھوڑنے کا غم

نہ ہو۔ چوتھے بہشت میں ہمیشہ دونوں جہان کے پروردگار کے قرب میں رہنا۔ پانچویں

آسمان کے فرشتوں کے سامنے اس کی روح کو جلوہ بخشے اور ظاہر و باطن میں عنایت

انعام عطا فرمائے، اور اس کے جسم یعنی جنازے کی تعظیم کرے حتیٰ کہ فرشتے جنازہ

اٹھائیں اور شہید و صدیق حاضر ہوں۔ چھٹے جواب سوال قبر سے بے خوف رہنا

اور جواب با صواب کار سکھا دینا۔ ساتویں گور کا فراخ ہونا اور اس کا یہاں تک

روشن ہونا کہ اس کے نور سے قیامت تک ایک جنت کا باغ بن جائے۔ آٹھویں

سبز جانوروں کے پوٹوں میں اس کی روح کا رکھنا اور اللہ کی دی ہوئی چیزوں پر

مع اور نیکیوں کے خوش و خرم رہنا۔ نویں اس کا شہر عزت کے ساتھ ہونا اور

عہد اور تاج اور براق کا کرامت ہونا۔ دسویں اس کے چہرے اور جسم کا نورانی

ہونا۔ گیارہویں قیامت کے دن کے خطروں سے بے خوف ہونا۔ بارہویں
 اعمال نامے کا دہن ہاتھ میں ملنا اور شاید کہ اصلاً نامہ ہی نہ دیں۔ تیرہویں حساب
 میں آسانی ہونا اور شاید کہ بالکل حساب ہی نہ لیا جائے۔ چودھویں اس کی ترازو کا
 بھاری ہونا اور شاید کہ بالکل وزن ہی نہ ہو۔ پندرہویں حوض کوثر کا پانی پینا کہ جس
 کے بعد پھر کبھی پیاس نہ گے۔ سولہویں پل صراط سے گزرنا اور آگ سے نجات
 پانا۔ سترہویں قیامت کے میدانوں میں شفاعت کا ہونا مثل شفاعت انبیاء
 اور رسل کے۔ اٹھارہویں بہشت میں سلطنت ابدی ملنا۔ انیسویں خدا سے تعالیٰ
 کی رضا مندی، بیسویں رب العالمین الہ الاولین والاخرین جل جلالہ کا دیدار
 بے کم و کاست۔

اب جاننا چاہیے کہ یہ کرامتیں جو میں نے گنائیں سو یہ اپنی عقل ناقص اور علم
 قاصر کے موافق بتائیں اور باوجود اس کے بہت مختصر اور مجمل بیان کی ہیں اور سب
 اصول کو مجمل طریقہ پر بیان کیا ہے اگر ان میں سے کسی کی بھی تفصیل بیان کرتا تو اس
 کتاب میں ہرگز نہ سماتی مثلاً میں نے سلطنت ابدی یعنی اٹھارہویں کرامت آخرت
 کو ایک کرامت کہا ہے۔ اگر اس کو تفصیل سے بیان کر دوں تو قریب چالیس کے
 ہو جائیں یعنی خلعت و حور و قصور اور لباس وغیرہ ان میں سے ہر ایک کی بہت بڑی
 تفصیل ہے کہ ان کا احاطہ عالم غیب کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ خود پروردگار سبحانہ
 فرماتا ہے فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً
 بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ یعنی ان کے اعمال کے ثواب میں جو کچھ ہم نے رکھ چھپوا
 ہے کسی کو معلوم نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہشت

میں وہ چیزیں پیدا کی گئی ہیں کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھیں اور نہ کسی کان نے سنیں
 اور نہ کسی دل میں اُن کا خیال گزرا، پس اسے عزیز اپنی سب کوشش اور سعی
 کو اس مقصودِ عظیم کے لئے صرف کرنا چاہیے اور یاد رکھنا چاہیے کہ بندے کو
 ان سب چیزوں میں سے چار چیزوں سے ہرگز چارہ نہیں۔ علم و عمل و اخلاص و
 خوف، اس لئے کہ اول راہ کا جاننا ضروری ہے وگرنہ مثل اندھے کے ہوگا، پھر
 عمل کرنا اس علم پرور نہ نادم رہے گا۔ پھر اس عمل کو اخلاص سے کرنا ورنہ ایسا گھاس
 ہوگا جس کو پھل نہ آئے اور بے فائدہ آگے، پھر ہمیشہ ڈرنا اور خوفناک ہونا کہ پناہ
 اور عمل حاصل ہو ورنہ دھوکا ہوگا کیونکہ قبولیت کے بغیر تمام سعی رائیگاں ہے اور
 یہ چاروں چیزیں ان نعمتوں کے سامنے بہت حقوڑی ہیں۔ ذوالنونؒ نے یہ فرمایا
 ہے کہ عالموں کے سوا سب لوگ مُردے ہیں اور عالموں کے سوا سب عالم سوتے
 ہیں اور مخلصوں کے سوا سب عالم فریب کھاتے ہوئے ہیں اور مخلص خیرِ عظیم پر
 ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ زیادہ تر تعجب چار آدمیوں سے آتا ہے۔ ایک عامی کہ بغیر
 علم عمل کرے، دوسرے وہ کہ جانے اور عمل نہ کرے، تیسرے وہ عامل کہ بے اخلاص
 کے عمل کرے اور چوتھے وہ مخلص کہ خائف نہ ہو۔

مرصا و العباد (خواجہ نجم الدین گبرائی رازی)

ابن حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم نبوت کا بیان
اللہ تعالیٰ فرماتا

ہے ما کان محمد اباً احد من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین
یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم میں سے کسی کا باپ تو نہیں، وہ تو اللہ تعالیٰ کا
بھیجا ہوا ہے اور خاتم النبیین ہے۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں فضلت علی الانبیاء

بست جعلت لی الارض مسجداً وتراہا طهوراً وحلت لی
 الغنائم ونصرت بالرغب واعطیت الشفاعة وبعثت لی
 الخلق کافہ و ختم لی النبیین یعنی مجھے تمام انبیاء پر چھ چیزوں کے
 سبب فضیلت حاصل ہے۔ میرے لئے زمین مسجد اور اس کی مٹی پاکیزہ بنا لی گئی۔
 غنیمت کا مال میرے لئے حلال کیا گیا۔ حسبِ نسا میری مدد کی گئی، شفاعت کا
 درجہ مجھے عطا کیا گیا۔ تمام خلقت کی طرف میں بھیجا گیا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں
 ہوگا۔ (میں خاتم النبیین ہوں گا)

واضح رہے کہ پاک پروردگار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کو آدم اور
 اور لوگوں سے منقطع کر کے عالم نبوت اور رسالت سے لاتا ہے کہ ما کان محمد
 اباً احد من رجالکم ویکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم سے یا تمہارے عالم سے نہ تھے بلکہ رسولِ خدا اور
 خاتمِ انبیاء تھے۔ تمام جہان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے انوار سے
 روشن ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آب و گل سے کیا آشنائی۔ یہ اس لئے
 ہے تاکہ خلقت کو معلوم ہو جائے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آدم علیہ السلام
 کے بچے نہ تھے بلکہ آدم علیہ السلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچے تھے
 جیسا کہ مصنف کہتا ہے۔ رباعی

تاظن نبی کہ ناز آدم بودیم کاندھم کہ نبود آدم آندھم بودیم

بے زحمت عین شہین وقاف و گل و دل معشوقہ و ناز و عشق ہم بودیم

اگر کوئی باز بادشاہ کے ہاتھ پر بیٹھا ہو اور کسی شکار کی طلب میں اڑے اور

اسی اثنا میں آرام کرنے کے لئے کسی بڑھیا کی دیوار پر جالیٹھے تو اس سے وہ
باز بڑھیا کی ملکیت نہیں ہو جاتا، خواہ وہ وہاں کتنی ہی دیر کیوں نہ ٹھہرا رہے
جب ڈھولک یا سیٹی سنے گا فوراً اڑ کر بادشاہ کے ہاتھ پر آ بیٹھے گا۔ مصنف کہتا
ہے۔ رباعی

باشمع رخت دے چو دمساز شوم پروانہ مستمند حباں باز شوم
وآں روز کہ این قفس بیاید پروا خست چون شہباز سے بدست شہ باز شوم

رباعی

آں روز کہ کار وصل را ساز آید واپس مرغ ازیں قفس سپرواز آید
از شہ چو سفیر ارجی روح شنید پرواز گناں بدست شہ باز آید

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں مالی دلدینا انما مثله
کمثل راكب راح فی یوم صائف فترك فی ظل شجرة فاستراح
ثم ركب وراح رجبے دنیا سے کیا سروکار، اس کی مثال تو ایسی ہے جیسے
کوئی سوار گرمی کے دنوں میں سفر کرے اور کسی درخت کے سایے میں کچھ دیر آرام
کرنے کے بعد سوار ہو کر چل دے۔

میں کہاں اور دنیا کہاں۔ میں وہ شخص ہوں کہ مقامِ سدرہ میں میرے ردِ پرو
ملک اور ملکیت کے تمام جواہرات اور نفیس چیزیں جو خزانہِ غیب میں تھیں لائی گئیں
اذ یغشی السبادة ما یغشی رجب کہ سدرہ پر چھارہا تھا جو چھارہا تھا لیکن
میں نے آنکھ اٹھا کر بھی کسی چیز کی طرف نگاہ تک نہ کی ما ذا غ البصر دما
طغی۔ دنہ آنکھ جھپکی نہ نافرمانی کی، بلکہ اپنے وجود کی تقدی بھی اسی قمار خانہ میں

ہار دی اور عدم کے دروازے سے اُڑتا ہوا اودنی کے اصلی گھر نسلے میں
پہنچ گیا۔ رباعی

بازے بودم پریدہ از عالم تاز قابو کہ بر من ز شیب صیدے بفرار
ایجا چونیا فتم کسے محرم راز زان در کہ در آدم بدر فتم باز
میں نے اپنا نسب دنیا، آخرت اور بہشت سے اُس روز قطع کر لیا تھا
جب کہ انا من اللہ کا نسب اپنے لئے درست کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جو
نسب حدوث سے متعلق ہے وہ ضرور منقطع ہو جائے گا لیکن میرا نسب باقی رہے گا
کل حسب و نسب ینقطع الاحسابی و نسبى دیرے حسب نسب کے سوا
باقی سارے حسب نسب منقطع ہونے والے ہیں اور دوسروں کی نسبت فرمایا
خلال نسب بینہم یومئذ ولا یتساءلون اس دن ان میں حسب و نسب
نہیں ہوگا اور نہ وہ آپس میں پوچھیں گے اور ہر میدان میں سب پر فائق رہا۔ اگر فطرت
میں پہلے تھا تو سب سے پہلا پھل جو فطرت کے درخت پر تھا میں ہی تھا۔ اول
خلق اللہ نوری سب سے پہلی چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی وہ میرا نور تھا
قیامت کے میدان میں بھی جو موتی سب سے پہلے مٹی کی سینی سے نکلے گا میں ہی
ہوں گا انا اول من تنشق عنه الارض یوم القیامة قیامت کے دن سب
سے پہلے میں ہی زمین سے نکلوں گا اگر شفاعت کا مقام ہوگا تو سب سے پہلا
شخص جو گناہ کے دریا کے غرق شدوں کی شفاعت کرے گا میں ہی ہوں گا انا اول
شافع مشفع سب سے پہلے شفاعت کرنے والا میں ہوں اور پل صراط پر بھی
میں ہی پیشوا اور راہنما ہوں گا اور سب سے پہلے میں ہی اُس پر قدم رکھوں گا

انا اول من یجوز الصراط (سب سے پہلے میں ہی پل صراط کو عبور کرونگا)
 اور بہشت میں صدر رحمت بھی میں ہی ہوں گا انا اول من یفتح لہ ابواب الجنۃ
 (سب سے پہلا شخص جس کے لئے بہشتی دروازے کھولے جائیں گے میں ہوں گا)
 اور عاشقوں کا سردار اور متناقوں کا پیشوا بن کر سب سے پہلے میں ہی مشوق کی دولت
 وصال حاصل کروں گا۔ انا اول من یتجلی بہ الرب (سب سے پہلا شخص میں
 ہی ہوں گا جس کے لئے اللہ تعالیٰ تجلی کرے گا) لیکن یہ عجیب بات ہے کہ
 سب کچھ تو میں ہی ہوں گا مگر مجھ میں میں نہ ہوگی انا انا فلا قول انا رہوں
 تو سب کچھ میں ہی، لیکن میں نہیں کہتا)

یہ جو مشہور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہ تھا بالکل ٹھیک ہے
 اس کی دو وجہیں ہیں ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آفتاب تھے چنانچہ
 آپ کے حق میں سوا جہا منیو آ یا ہے اور آفتاب کا سایہ نہیں ہوتا۔ اس لئے
 آنجناب کا سایہ بھی نہ تھا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 دین کے بادشاہ تھے اور بادشاہ خود سایہ ہوتے ہیں السلطان ظل اللہ
 (بادشاہ خدا کا سایہ ہوتا ہے) اور سائے کا سایہ نہیں ہو سکتا۔ جب آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم کو خلقت سے سروکار ہوتا تو وہ بمنزلہ نور بننے والے آفتاب کے
 ہوتے۔ پہلی اور آخری خلقت کو آنجناب ہی کے نور سے پیدا کیا گیا اور آنجناب
 ہی کے نور سے انہوں نے ہدایت پائی۔ اور جب اللہ تعالیٰ سے سروکار ہوتا
 تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارگاہ الہی کے سایہ ہوتے تاکہ گمراہی کے
 جنگل کا بھولا ٹھکاکا حق کی طرف بھاگنا چاہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

اطاعت اور دولت کی پناہ میں جائے من یطعم الرسول فقد اطاع اللہ
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے وہ دراصل خدا کی
 اطاعت کرتا ہے اور جس وقت اپنے آپ کا خیال ہوتا اس وقت سایہ حق کی
 طرف گریز کرتے ہی مع اللہ وقت لا یسعی فیہ ملک مقرب ولا بنی مرسل
 اللہ تعالیٰ کے ساتھ میرا ایک ایسا وقت ہے جس میں کوئی مقرب فرشتہ یا
 بنی مرسل میری بڑا بری نہیں کر سکتا۔

چوں سایہ دویدم ز پیش روزے چند وز سایہ اولیایہ خود فرستند
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگرچہ اہل عالم کے آفتاب تھے لیکن دیت
 عند ربی میں اپنے پروردگار کے ہاں رہا کے پرورش یافتہ تھے اور
 یطعمنی کے دسترخوان سے نوالہ حاصل کرتے تھے اور یسقینی کے جام سے
 شراب نوشی جاں فرماتے تھے۔

اگرچہ تلک المرسل فضلنا بعضهم علی بعض یہ سب رسول ہیں ہم
 نے بعض کو بعض پر بزرگی عنایت کی ہے، کے بموجب انبیاء علیہم السلام میں
 سے ہر ایک، ایک ایک امت کا قافلہ سالار ہو گا اور سب کے سب برگزیدہ
 تھے۔ ہر ایک کسی خاص امت کا پیشرو تھا اور قیامت کے روز اسی امت کو باہر
 لے جائے گا لیکن پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سب کے قافلہ سالار ہیں
 جنہوں نے نہایت مہربانی سے عدم سے باہر قدم رکھا اور موجودات کے قافلے
 کی پیش روی کی اور وجود کے صحرائیں لاؤ الا نحن الاخرون انسا بقون ہم
 سب سے بعد میں آنے والے ہیں لیکن سب سے سابق ہیں آنحضرت کو تمام

انبیاء پر چھ چیزوں سے فضیلت دی فضیلت علی الانبیاء نسبت وچھ چیزوں سے تھے تمام انبیاء پر فضیلت حاصل ہے اور قافلے کی واپسی کے وقت جو پیشرو ہوتا ہے وہ سب سے پیچھے ہوتا ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہوئے جس طرح پہلے پہل نبوت کا خطبہ آسمانوں میں آپ کے اسم مبارک سے تھا کنت نبیاً والادمر بین السماء والاطین زمین اس وقت بھی نہی تھا جبکہ آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی میں تھے آخر میں بھی تمام روئے زمین پر ختم نبوت کا سکھہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک پر ضرب کیا گیا۔ ہاں یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ ختم نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر ہو۔

اس سے پیشتر ہم مشرح بیان کر آئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آفرینش کے درخت کا بیج بھی تھے اور پھل بھی اور باقی انبیاء اس درخت کے پتے اور شاخیں تھے اور حب تک پتے اور شاخیں نہیں نکلتیں پھل نہیں نکلتا۔ اور جب پھل آتا ہے تو پھر کوئی شاخ یا پتہ نہیں نکلتا۔ پھل سب سے آخر ہوتا ہے اور پتوں اور شاخوں کا نکلنا اس پر ختم ہو جاتا ہے۔

جب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت مسلم ہو گئی تو اسے صادق القول سمجھنا چاہیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کتاب کو قبول کرنا چاہیے۔ اور قرآن مجید میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب ہے لکھا ہے کہ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ و لو کون المشرکون روہ ذات حق ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ باقی دینوں پر اسے ظاہر کر دے خواہ مشرک لوگوں کو یہ ناگوار

گذرے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین سے باقی تمام دین منسوخ
 ہو گئے۔ کتابوں اور دینوں کے منسوخ ہونے سے یہ مراد ہرگز نہیں ہے کہ انہیں
 باطل سمجھا جائے اور انہیں سچ نہ سمجھا جائے اور یہ کہ ان پر ایمان نہ لایا جائے۔
 بلکہ اصل بات یہ ہے کہ جو مختلف حقائق دوسری کتابوں میں تھے اور جو امر مختلف
 شریعتوں میں متفرق پڑے تھے ان سب کو قرآن مجید اور شریعت محمدی میں ایک
 جگہ اکٹھا کر دیا گیا ہے ولا تطع ولا تحاسب الا فی کتاب مبین (سب
 خشک و تر اسی روشن کتاب میں موجود ہے) اور جو دینی نعمتوں کا مکمل کرنے والا
 ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاص پرورش سے تعلق رکھتا تھا۔
 واتممت علیکم نعمتی (تم پر میں نے اپنی نعمت پوری پوری کر دی) تاکہ اگر ہر ایک
 امت کسی خاص پیغمبر کی مقتدری ہوتی اور ایک صاحب دولت کی پیروی کا
 پھل اٹھاتی، تو یہ امت تمام انبیاء کی مقتدری بن سکے، اور سب کی پیروی کا پھل
 اٹھائے اولئک الذین ہدی اللہ فبہد یسر اقتدہ یہ وہ لوگ ہیں جن
 کو اللہ نے ہدایت دی، پس تو ان کی ہدایات کی پیروی کر، آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کو دوسری نبوتوں کے ساتھ وہی نسبت ہے جو آفتاب کو
 ستاروں سے ہے۔ ابتدا میں جب کہ دین نے کمال حاصل نہیں کیا تھا خلق خدا
 دین کی رات میں تھی اور ہر ایک امت ہر قرن میں کسی خاص نبوت کے ستارہ
 سے راہ حاصل کرتی رہی وبالجمہ تھتدون (ستاروں سے وہ راہ
 حاصل کرتے ہیں، لیکن جب دین کے کام نے الیوم اکملت لکم دینکم
 واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً (آج کے دن

میں نے تمہارے لئے دین مکمل کر دیا اور تمہیں اپنی نعمتیں پورے طور پر دے چکا
 اور تمہارے لئے مذہب اسلام کو پسند کیا، کا کمال حاصل کیا تو وجود محمدی کے آفتاب
 کو آفتاب کی طرح خلقت میں بھیجا گیا و ما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیراً
 و نذیراً ہم نے نہیں بھیجا تجھے مگر سب انسانوں کے لئے خوش خبری دینے والا
 اور ڈرانے والا اس وقت دین کی رات دن میں تبدیل ہو گئی اور مالک یوم الدین
 کی صفت ظاہر ہوئی۔ ستاروں کی راہبری اور راہنمائی اسی وقت تک قائم رہتی
 ہے جب تک کہ آفتاب نہ نکلے اذا طلع الصبح استغنی عن المصباح
 رجب صبح ہو جائے تو چراغوں کی ضرورت نہیں رہتی، جب ستاروں کا بادشاہ اپنا
 جمال دکھاتا ہے تو شعاعوں کی تلواروں سے ستاروں کی روشنی کے سر جھدا کر
 دیتے جاتے ہیں۔

ہر کجا آفتاب طالع شد ماہ در حال بہرہ در چنید

موجودات کے پیدا کرنے سے اصلی مقصود انسانی وجود تھا اور انسانی وجود
 سے معرفت مقصود تھی اور جسے اللہ تعالیٰ نے امانت فرمایا ہے وہ معرفت ہی ہے
 اور اس امانت کا بوجھ اٹھانے کے قابل انسان ہی ہوا۔ اور معرفت دین میں ہے
 جس قدر آدمی کو دین سے زیادہ بر خور داری حاصل ہوتی ہے اسی قدر اسے معرفت
 زیادہ حاصل ہوتی ہے جس شخص کو دین سے بہرہ حاصل نہیں وہ معرفت سے
 بھی بے نصیب ہے اور دین کی کمالیت کے بوجھ کا مقہل مطلق انسان ہو سکتا
 تھا نہ کہ ایک مقررہ شخص جس طرح پھل کو درخت سہاڑ سکتا ہے نہ کہ ایک شاخ۔
 ابتدا میں جب ایک شاخ زمین سے نکلتی ہے تو اس پر پھل نہیں آتا تا وقتیکہ

سارا درخت پورا نکل نہ ہوئے۔ پس انسانی وجود دنیا میں ایک ہے اور ہر ایک شخص اس وجود کے لئے بمنزلہ ایک خاص عضو کے ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اس وجود کے اعضائے رئیسہ ہیں۔ اعضائے رئیسہ سے وہ اعضا مراد ہیں جن کے بغیر انسانی زندگی ناممکن ہے جیسے کہ سر، دل، جگر، پھیپڑا وغیرہ۔ ان سب میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمنزلہ دل کے ہیں۔ دل ہر ایک شخص میں ہوتا ہے اور یہی انسانی وجود کا خلاصہ ہوتا ہے، اس واسطے کہ انسانی وجود میں وہ مقام جو انوار روح کا مظہر ہوتا ہے اور اس میں جسمانیئت ہوتی ہے وہ یہی دل ہوتا ہے۔ اکیلا دل دین میں مشغول نہیں ہو سکتا جو کہ معرفت کا پھل لاتا ہے۔ اسے ضرور دوسرے اعضا کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے لیکن جو دین کا ثمرہ ہے وہ معرفت سے دل ہی میں پیدا ہوتا ہے اور معرفت کی کمالات کا ثمرہ بھی دل ہی کو حاصل ہوتا ہے گو دوسرے اعضاء کو بھی اس میں سے حصہ ملتا ہے اور دل میں وہ خاصیت ہے جو کسی دوسرے عضو میں نہیں پائی جاتی۔ وہ یہ ہے کہ دل میں ایک خاص جان ہے جس سے باقی کے اعضا زندگی حاصل کرتے ہیں اور نیز دل بھی۔ دوسرے یہ کہ دل کو عالم اجسام کے خلاصہ سے بنایا گیا ہے اور دل کی جان عالم ارواح کے خلاصہ سے بنائی گئی ہے۔ چنانچہ مفرد اور مرکب اجسام کی ساری لطافت سے اسے نباتات کی غذا بنایا اور جو نباتات میں سے لطیف تھا اسے حیوانات کی غذا بنایا اور جو حیوانوں میں لطافت تھی اسے انسان کی غذا بنایا اور جو انسانی غذا کی لطافت تھی اس سے آدمی کا بدن بنایا اور جو بدن کی لطافت تھی

اس سے دل کی صورت بنائی۔ اور اسی طرح ارواح انسانی ارواح ملکی کی لطافت سے بنے اور ارواح ملکی ارواح جن کی لطافت سے اور ارواح جن کی لطافت سے جو انسانی روح کی لطافت تھی اسے لے کر دل کی جان بنایا پس اس بیان کے مطابق دل جسمانی اور روحانی دونوں عالموں کا خلاصہ ہوا۔ اس لئے حضرت کا مظهر دل ہی بنا۔ اسی واسطے فرمایا ہے کتب فی قلوبہمہم الا یہاں دان کے دلوں میں ایمان لکھا گیا، انسان میں کوئی مقام سوائے دل کے کتابت حق کے قابل نہ معلوم ہوا اور کوئی مقام سوائے دل کے مقررین الا صبیحین کے مناسب معلوم نہ ہوا۔ چونکہ آنحضرت دل کی تائید سے آنحضرت کو جان بھی ایک خاص عطا ہوئی جو کسی دوسرے نبی کو نصیب نہ ہوئی۔ اور نبوت کی جان جو تمام نبیوں کو حاصل تھی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل تھی یسلفی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اسے اپنے امر سے روح کی اتھا کرتا ہے۔ لیکن خاص جان و کذلک اوحیت الیک روحاً من امرنا اور اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے امر سے ایک روح بطور وحی ارسال کی، ہر شخص کو حاصل نہیں ہوتی، اور یہی مقام محمود ہے جو شفاعت کی حقیقت ہے اور جو آنحضرت سے مخصوص ہے اور آنجناب کے فضائل سے ایک یہ بھی ہے واعطیت الشفاعۃ را اور مجھے شفاعت عطا ہوئی، اسی طرح فباوحی الی عبدہ ما اوحی رکھ کر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر حکم بھیجا جو بھیجا، کا استحقاق بھی آنحضرت ہی کو ملا جو بمنزلہ کتب فی قلوبہمہم الا یہاں کے قضا اور قرب اور ادنیٰ کا شرف بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہوا جو بمنزلہ مقررین الا صبیحین کے تھا،

پس جس طرح معرفت میں تمام اعضا دل کے تابع ہیں اسی طرح نبوت میں تمام
انبیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابع ہیں۔ اسی واسطے سرور کائنات
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیالما وسعها
الاتباعی راگر موسیٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے تو پیری پیروی کی کوشش کرتے
اگرچہ تمام انبیاء دین پوری کے کام میں برسر کار تھے لیکن دین کی کمالیت کا منظر
آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عہد مبارک ہی تھا۔

اللہ تعالیٰ نے کمال حکمت خداوندی سے دین کی حقیقت کو انبیاء کی پرورش
کے تصرف میں رکھا جس طرح کہ گہیوں سے نان تیار ہوتے تک کئی صاحب صنعت
کام کرتے ہیں۔ کوئی گہیوں صاف کرتا ہے، کوئی پستلے، کوئی خمیر کرتا ہے، کوئی
پٹے بناتا ہے، کوئی چوڑا کرتا ہے اور کوئی تنور میں لگاتا ہے، لیکن جو تنور میں لگاتا
ہے مکمل اسی کے ہاتھ سے ہوتی ہے مگر باقیوں کو بھی اپنا اپنا کام کرنا پڑتا ہے
حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت تک
ہر ایک نبی علیہ السلام دینی کام کا خمیر تیار کرتا رہا لیکن آتش محبت سے تیار ہوا
تنور حبیب الہی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو حاصل تھا۔ جب
ایک سو بیس ہزار نقطہ نبوت سے اس پٹے کی پرورش ہو گئی تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک میں آیا اول شک الذین ہدی اللہ
فیہدایہم واقتدہ (وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے پھر انہیں کی
ہدایت کی پیروی کی) جنہوں نے اسے محبت کے تنور میں لگایا اور دین کی روٹی
نبوت کے تئیس سال میں کمال کو پہنچ گئی الیوم اکملت لکم دینکم و ارجع الکم

دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تمہارے جنت سے نکال کر جنت الی الخلق كافة کی دعوت کی دکان پر رکھی گئی تاکہ علی فطرۃ من المرسل کے تحت زوہ بھوکے اس روٹی کی قیمت کے برے اپنا جان و مال خرچ کریں کہ وجاہد و ابنا موالیکم و انفسکم فی سبیل اللہ اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں کوشش کرے اور جس بختہ نان کی آرزو میں کئی ہزار امتوں نے جانیں دے دیں اس کے لئے کنتم خیر امتیہ کے صاحب دولت مخصوص ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام جو رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر (اے پروردگار تو اپنے خوانِ کرم سے جو نعمت بھی مجھے بھیج دے میں اس کا سخت حاجتمند ہوں) کے بھوکے تھے اسی روٹی کی آرزو میں اللہم اجعلنی من امتہ محمد (اے پروردگار مجھے محمد کی امت بنا) پکارتے تھے۔ اگرچہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اس روٹی پر کام تو کرتے رہے اس وقت سے لے کر جبکہ یہ گہیوں کی حالت میں تھی اس وقت تک اس میں سے کچھ نہ کچھ کہتے رہے اور اپنی قوم کو دیتے رہے لیکن اسے وہی کھاتے تھے جو اس پر کام کرتے تھے۔ چونکہ اس پر سب سے پہلا کام کرنے والے شخص حضرت آدم علیہ السلام تھے اور اس وقت یہ روٹی ابھی گہیوں کی حالت میں تھی اس لئے انہوں نے اسے اسی گہیوں ہی کی حالت میں کھایا اور یہی وجہ تھی کہ ملائکہ و عیسیٰ اکھر کی طعن کرنے لگے، اس واسطے کہ اس روز تک گہیوں فرشتوں کے دہقانوں اور مزارعوں کے ہاتھ میں تھا، انہوں نے اسے بہشتی زمین میں بڑکھا تھا اور پرورش کر رہے تھے اور حضرت آدم علیہ السلام کے وقت تک پرورش میں مشغول رہے اور اذہر اللہ تعالیٰ

آدم کے آب و گل کو گتہ اور طائف کے درمیان پرورش کرتا رہا۔ جب آدم مکمل ہو چکے تو ان کی غذا بھی بہشت میں تیار اور مکمل ہو چکی تھی۔ پھر امتحان کیا گیا کہ کیا یہ اپنی غذا خود بھی شناخت کرتا ہے یا نہیں۔ اس لئے حکم ہوا کہ اسے آدم بہشت میں جا کر جو مرضی ہو کھاؤ لیکن اس درخت کے پاس نہ جانا۔ آدم علیہ السلام کو جب حکم الہی اس درخت کے پاس نہ جاتے لیکن ان کا نفس اتنا رہا کسی کھانے سے باز نہ ہوتا بلکہ اسی ممنوع کی طرف مائل ہوتا جس طرح کہ گھوڑے کے سامنے تھوڑی سی گھاس رکھ دیں اور اس سے ذرا فاصلے پر جو کا توڑہ رکھا ہو اور اسے کہہ دیں کہ یہ گھاس کھالے اور توڑے کے پاس نہ جانا وہ مجبوراً گھاس کھائے گا لیکن وہ توڑے کی طرف مائل رہے گا۔ اگر کوئی شخصی اگر رستا کھول دے تو ضرور وہ توڑے کی طرف جائے گا۔ اسی طرح اگر چہ آٹھوں بہشتوں کی نعمتیں حضرت آدم علیہ السلام کو عنایت ہوئیں لیکن دل میں اسی گندم کی طرف مائل تھے مگر مجبوری یہ تھی کہ وہ تقریباً ہذا الشجرة (تم دونوں اس درخت کے پاس نہ جانا) کی قید کا رکھی تھی۔ آخر شیطان نے آکر کہا هل ادلت علی شجرة الخلد و ملک لا یسلی رکبا میں تجھے ہمیشہ رہنے والا درخت اور نہ زائل ہونے والا ملک بتاؤں) آدم علیہ السلام نے کہا میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں مجھے تیرے بتانے کی ضرورت نہیں کیونکہ میں فرشتہ نہیں کہ جسے تیرے جیسے معلم کی ضرورت ہو و علیہا آدم الا سماء کھا ہوا اور آدم علیہ السلام کو ان رب کے نام سکھا دیئے ہاں کے کتب کا پڑھا ہوا ہوں مجھے معلوم ہے کہ وہ درخت کون سا ہے اور تجھے بھی اچھی طرح معلوم ہے کہ شجرہ خلد ملک ابندی کا وسیلہ ہے، شاید تو دشمنی اور کجی سے کہتا ہے تاکہ مجھے حکم الہی کا مخالف بنائے۔

مجھے بے شک دل و جان سے اس کی آرزو ہے لیکن پابندی فرمان اس امر میں
 مانع ہے شیطان نے قسم کھائی اور قسم کی دست برد سے قاسمہا انی لکھا
 نہیں الناصحین (اس نے دونوں کو قسم کھا کر کہا کہ میں البتہ تجھے نصیحت کرتا ہوں)
 فرمان کی پابندی آدم کے پاؤں سے دور کی۔ آدم علیہ السلام نے اپنی سادگی اور
 صاف دلی سے اس کی طرف دیکھا اور خیال کیا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی عظمت
 کی قسم کھاتا ہے وہ جھوٹا نہیں ہوگا۔ جب انہوں نے قسم سنی تو نہایت نیک دلی
 سے صفات الہی من کر فریقتہ ہو گئے۔ اور واقعی عاشقوں کی نشانی بھی یہی ہے
 کہ مشوق کے سوا دونوں جہان پر بھی فریقتہ نہیں ہوتے خدا عنا یا للہ الحمد عنا
 اللہ تعالیٰ نے جو باز پرس کی تو وہ اس واسطے نہ تھی کہ گنہوں اس کے لئے
 بنائی گئی تھی جیسا کہ پیر ہر وہی فرماتے ہیں ابلیس نے تو آدم علیہ السلام کو دھوکا
 دیا لیکن گنہوں کو آدم کی روزی کس نے بنایا۔ اگرچہ گنہوں کی پرورش فرشتے کرتے
 تھے لیکن ان کو غذا کی ضرورت نہ تھی۔ اس کا کھانے والا آدم تھا۔ باز پرس صرف
 اس واسطے ہوئی کہ انہوں نے شیطان کے حکم سے کھائی۔ اسی واسطے جہان میں
 شور برپا ہو گیا کہ آدم علیہ السلام نے نافرمانی کی۔ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت
 تھی جس کی اطلاع فرشتوں کو ہرگز نہ تھی وہ اسی خیال میں تھے کہ اتنے ہزار
 سال سے ہم ایک لطیف درخت کی پرورش کر رہے تھے جس کا جمال آٹھوں
 ہشتوں کی آرائش ہے اس ناریدہ بچے نے اگر بے فرمانی کی اور بچوں کی طرح
 اس کی شاخ کو توڑا اور کھا کر ناچیز کر دیا۔ ہمیں تو پہلے ہی سے معلوم تھا کہ وہ فساد
 کرے گا اتجعل فیہا من یفسد فیہا رکھا تو اس کو بناتا ہے جو اس میں فساد

برپا کرے گا) سواب اس نے یہیں فساد برپا کر دیا اگر اس گہیوں کو نہ کھانا اور تباہ نہ کر دیتا تو اس درخت کے ہر دانے سے درخت پیدا ہوتا۔ انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ جب بوئیں گے تو درخت ہوگا اور جب کھائیں گے تو مرد ہوگا یہ ایک بڑا بھاری بھید ہے جس تک ہر شخص کی عقل نہیں پہنچ سکتی۔ غرض یہ ہے کہ وہ طعن و تشنیع صرف اس واسطے تھی کہ دین کی گندم اس کے عہد تک ابھی پرورش میں تھی اور کسی نے اسے نہ کھایا تھا اور آدم کو اس پر محنت کرنی چاہیے تھی۔ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام بھی اس پر دستکاری کرتے اور جب پاک باقی تڑا استاد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں دیتے اور پھر اس میں سے ہر شخص لے کر اپنی خوراک بناتا۔ مثل مشہور ہے کہ جو شخص مٹی پر کام کرتا ہے وہ مٹی کھاتا ہے آدم علیہ السلام نے گہیوں پر کام کیا اس لئے گہیوں کھایا لیکن جنہوں نے اٹے پر کام کیا انہوں نے اٹا کھایا۔ چونکہ محبت محمدی کے نور سے روٹی پاک کرنیکی اس لئے دعوت محمدی کی دکان پر رکھی گئی اور مٹا دی کی گئی کہ مختلف دینوں میں جسے آتش محبت کی پکی ہوئی روٹی مطلوب ہو اور درگاہ الہی کا محبوب بننا چاہے وہ خلیفہ اللہ کی دکان پر آئے قبل ان کہتم تحبون اللہ فان تعبونی یعجبکم اللہ (اے محمد! کہہ دے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو) اللہ تعالیٰ نہیں محبت عطا کرے گا پس دین کی تربیت چونکہ انسانی راستے سے حاصل ہوتی ہے اس لئے ہر ایک نبی بمنزلہ عضو کے تھا۔ ہر ایک نے بائیدین کے خمیر پر اپنی کمال دستکاری کی یہاں تک کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باری آئی جو کہ انسانی وجود میں بمنزلہ دل کے تھے۔ ان حضرت نے

اس پر اپنی دستکاری کی اور دین اپنی کمالیت کو پہنچ گیا۔ اس لئے کسی مرتبی کے
 تصرف کا محتاج نہ رہا کیونکہ کسی عہد میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا البیوہ
 املت لکم دینکم اور جو زیادتی کمال پر ہو وہ علین نقصان ہوتی ہے جیسا کہ
 الزیادۃ علی الکمال نقصان سے ظاہر ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ پیغمبر خدا
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ من احدث فی دیننا ما لیس منہ
 فہو ردّ جس شخص نے ہمارے دین میں کوئی نئی شاخ نکالی جو اس سے
 نہیں پس وہ مردود ہے اور نیز فرمایا دایا کم والمحدثات فان کل بدعتہ ضلالۃ
 دین میں بہت سی صفتیں ہیں۔ ہر ایک نئی نے ایک خاص صفت کو درجہ کمال
 تک پہنچایا۔ چنانچہ آدم علیہ السلام نے صفوت کی صفت کو کمال تک پہنچایا۔ اور
 نوح علیہ السلام نے دعوت کی صفت کو، ابراہیم علیہ السلام نے غلت کی صفت کو،
 موسیٰ علیہ السلام نے مکالت کی صفت کو، ایوب علیہ السلام نے صبر کی صفت
 کو، یعقوب علیہ السلام نے حزن کی صفت کو، یوسف علیہ السلام نے صدیقی کی صفت
 کو، داؤد علیہ السلام نے تلاوت کی صفت کو، سلیمان علیہ السلام نے شکر کی صفت
 کو، یحییٰ علیہ السلام نے خوف کی صفت کو اور عیسیٰ علیہ السلام نے امید کی صفت کو
 اور علی ہذا القیاس ہر ایک نئی نے ایک خاص صفت کی درجہ کمال تک پرورش کی۔
 اگرچہ انہوں نے باقی صفات کی تو پرورش کی لیکن ایک پر ایک غالب آتی گئی۔
 مگر جو صفت سب سے اعلیٰ صفت تھی یعنی صفت محبت وہ سوائے حضرت
 محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور کسی سے درجہ کمال کو نہ پہنچی۔ اس واسطے
 کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانی وجود میں بمنزلہ دل کے تھے اور محبت

کی پرورش کرتا صرف دل ہی کا کام ہے اور دین کی کمالیت محبت کی کمالیت پر منحصر ہے اور فسوف یاتی اللہ یقوم بحیلاہ و یحبونہ کی تباہی امت کو مرحمت ہوئی اور وجوہ یومئذ ناخباتہ الی ربہا ناظرہ کی کرامت ایک شمع تھی جو ان پر والوں جیسے زمین سوختگوں کے لئے روشن کی گئی تھی۔ چونکہ دین کی کمالیت صفت محبت کی کمالیت پر موقوف تھی اور یہ حضرت پیر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے جو کہ انسانی وجود میں بمنزلہ دل کے تھے پوری ہوئی اس لئے آنحضرت حبیب اللہ اور خاتم الانبیاء ہوئے اور آنجناب کا دین دوسرے دینوں کا ناسخ ہوا جس شخص کو دین کی کمالیت اور محبوبیت کا مرتبہ مطلوب ہوا اسے فاتبعونی بحبیکم اللہ کی متابعت کے خط پر سر رکھنا چاہیے اور چونکہ کمال اسی دین میں ہے اس وجہ سے دوسرے دین منسوخ ہو گئے جیسا کہ جہاں پانی مل جائے وہاں خاک سے تمیز کرنا جائز نہیں رہتا۔

پہلے ہم بیان کر آئے ہیں کہ دوسرے انبیاء کے عہد میں گنہوں، آٹما اور خمیر کھا سکتے ہیں۔ اب جب کہ روٹی پک کر تیار ہو چکی۔ ان کا کھانا جائز نہیں بلکہ ان انبیاء علیہم السلام کو اس دوکان میں آکر نانباتی سے روٹی یعنی چاہیے کہ الناس یجتلبون الی شفاعتی (انسانوں کو میری شفاعت کی احتیاج ہے) اور ابھی خواجہ علیہ السلام فرارح حوصلگی کے سبب اس نان اور نانوائی سے سیر نہیں ہوتے اور فرماتے ہیں انا سید اولاد آدم ولا خدر میں نبی آدم کا سردار ہوں اور یہ ازروئے فخر نہیں کہتا، یہ نہایت لطیف اشارہ ہے یعنی کہ یہ سب نانباتی، سیادت، حکم داری اور پیشوائی مجھے خلقت کا نصیب ہے

وما ارسلناك الا رحمة للعالمين۔ (تجھے اہل جہان کے لئے باعث رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے) پس یہ سب کچھ ان کے لئے جلتے خربے کیونکہ وہ ٹھجھ جیسا سردار مقتدا، قافلہ سالار، رہنما اور شفاعت کنندہ رکھتے ہیں لیکن ان میں سے میرا حصہ بے نصیبی ہے اور میرا مقصود نامقصور دندی اور میری مراد نامراد دندی اور میری ہستی نیستی اور میرا فقر فقر ہے۔ الفقر فقری

اے محمد! اس میں کیا جھید ہے کہ آنجناب پیشوائی اور انبیاء کے سردار ہونے پر فخر نہیں کرتے اور فقر پر فخر کرتے ہیں صرف اس واسطے کہ ہماری راہ عشق و محبت ہے اور یہ راہ سوائے نیستی کے طے نہیں ہو سکتی اور پیشوائی و سرداری ہستی ہے۔ رباعی

تاگم نہ شوی در او قدم نتوان زد این راہ است کہ جز بگم نتوان زد

روز سے صدرہ ترا دریں رہ بکشد کاند طلب قصاص دم نتوان زد

یہ بات جو مشہور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہ تھا اس کی یہی وجہ ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام نور ہو گئے تھے یا ایہا الناس قد جاءکم نور من ربکم (اے لوگو! تحقیق تمہارے پروردگار سے تمہارے پاس نور آتا ہے) اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سائے سے خلاصی پائی تھی اس واسطے تمام جہان آنجناب کے نور کی پناہ لینے کے لئے دوڑے کہ ادم و من دونہ تحت سوائی یوم القیامتہ۔ رادم اور اس کے علاوہ جتنے ہیں قیامت کے روز سب کے سب میرے جھنڈے تلے جمع ہوں گے۔ سب

سے پہلے بھی نور محمدی ہی پیدا ہوا جیسا کہ اول ما خلق اللہ نوری رہا
 چنانچہ خدا نے سب سے پہلے پیدا کی وہ میرا ہی نور تھا اسے ظاہر ہے اور اب
 ابد کی حد تک بھی پہنچا جیسا کہ لاینبی بعدی میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا
 سے ظاہر ہے۔ جب سے دولت محمدی کا آفتاب طلوع ہوا تب سے ولایت
 انبیاء کے ستارے غائب ہو گئے اور دوسرے دینوں کی رات کی آیت منور
 ہو گئی اس واسطے کہ جب صبح ہو جاتی ہے تو چراغ کی ضرورت نہیں رہتی۔ اگرچہ
 میری صورت کا آفتاب کل نفس ذائقۃ الموت کے مغرب میں غروب
 ہو جائے گا لیکن دین کا آفتاب جب تک جہان باقی ہے دین پرور اور حق گو
 علماء کی وجہ سے باقی رہے گا جیسا کہ لا یزال طاقتہ من امتی قائم
 علی الحق میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ ایسا رہے گا جو حق پر قائم ہوگا اسے
 ظاہر ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے دوسرے انبیاء کی کیا ضرورت ہے کیونکہ
 اس امت کے علماء دوسری امتوں کے پیغمبروں کے برابر ہیں جیسا کہ علماء
 امتی کا نسب نبی اسرائیل میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے
 پیغمبروں جیسے ہیں اسے ظاہر ہے۔ دین دو طرح کا ہے ایک ظاہر دوسرا
 باطن۔ ظاہری دین تو مشقی عالموں کے سبب قائم رہے گا اور باطنی مشائخ
 طریقت کے سبب کیونکہ الشیخ فی قومہ کا الذی فی امتہ شیخ کا مرتبہ نبی
 قوم میں ایسا ہوتا ہے جیسا نبی کا مرتبہ امت میں۔
 اللہ تعالیٰ نے ان دونوں گروہوں کے وسیلے سے دین کی حفاظت
 کا ذمہ لیا ہے کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحاظین یعنی ہم نے

ذکر آثار اور ہم ہی اس کی گہائی کرنے والے ہیں۔

۲۔ قانون شریعت کے مطابق انسانی قالب کی تربیت

فرمایا ہے قل اقلح من تنزکی و ذکر اسم ذربہ فصلی ربے شک جو کفر و شرک کی گندگی سے پاک صاف رہا اور اپنے پروردگار کا نام لیتا اور نماز پڑھتا رہا وہ من مانی مراد کو پہنچ گیا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یستقیم ایمان احدکم حتی یتقیم قلبہ ولا یتقیم قلبہ حتی یتقیم لسانہ ولا یتقیم لسانہ حتی یتقیم عملہ یعنی تم میں سے جب تک کسی کا دل مستقیم نہ ہو اس کا ایمان مستقیم نہیں ہو سکتا اور جب تک عمل مستقیم نہ ہو زبان مستقیم نہیں ہو سکتی۔

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ملکوت ارواح کی راہ دل کی طرف کھولی ہے اور دل سے نفس کی طرف راہ رکھی ہے اور نفس سے قلب کی طرف راستہ مقرر کیا ہے تاکہ جو روح اور نفس عالم غیب سے روح کو حاصل ہو وہ روح سے دل تک اور دل سے نفس تک پہنچے اور نفس سے قالب میں اس کا اثر ہو اور قالب پر مناسب عمل ظہور میں آئے۔ اگر قالب کی صورت پر کوئی ظلمانی نفسانی عمل ظہور میں آئے تو اس ظلمت کا اثر نفس کو پہنچتا ہے اور نفس سے دل میں کدورت پیدا ہوتی ہے اور دل سے روح کی روحانیت کے گرد ایک پردہ سا آجاتا ہے جیسا کہ چاند کے گرد ہالہ اس پردے کے سبب روح کو جو غیب سے تعلق ہے وہ بند ہو جاتا ہے اور وہ عالم غیب کا مطالعہ نہیں کر سکتا۔ اور

اسے فیض اور مدد کم پہنچتی ہے اور یہ سب کچھ ایک طلسم کی طرح ہے جو اللہ تعالیٰ نے روحانی اور جسمانی تعلقات سے بنایا ہے اور طلسم کو کھولنے والی چابی شریعت ہے۔

شریعت دو قسم کی ہے ایک ظاہر دوسری باطن۔ ظاہری بدنی اعمال ہیں کہ صورتِ قالب کے طلسم کی چابی ہیں، اس چابی کے پانچ دندانے ہیں یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور کلمہ شہادت کہنا۔ صورتِ قالب کے طلسم کو حواسِ خمسہ کے پانچ بند لگائے گئے ہیں۔ ان کو بنائے اسلام کی پانچ دندانوں والی چابی سے کھول سکتے ہیں۔ باطنی شریعت قلبی، سری اور روحی اعمال کا نام ہے جسے طریقت کہتے ہیں۔ طریقت انسانِ باطن کے طلسم کو کھولنے والی چابی ہے۔ خلقت دو قسم کی ہے ایک انبیاء دوسرے امتی۔ انبیاء کے لئے طریقت کی چابی سے باطنی طلسمات کا دروازہ کھول دیا گیا اور عالمِ غیب کی راہ سے ان کی روح کو فیضانِ الہی کی امداد پہنچتی کیونکہ وہ اس قابل تھا اور وہ طلسم کھل گیا اور اس فیض کا اثر دل پر پہنچا، اور دل سے نفس کو اور پھر صورتِ قالب میں قولہ تعالیٰ مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا لِّهْدَىٰ بَهْ مِنْ نُّشَاءٍ مِنْ عِبَادِنَا یعنی تجھے نہیں معلوم تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے۔ ہم ہی اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں اس کے لئے اسے ہدایت کا نور بنا دیتے ہیں۔ اُمت کے لئے پہلے قالب کی طلسم کشائی کے لئے شریعت مقرر کی اور ان کو اسی دروازے سے عالمِ غیب کی راہ دی۔ جب شریعت کی چابی سے صورت کے طلسم کو کھولتے ہیں تو پھر ان کے ہاتھ میں طریقت

کی چابی دی جاتی ہے تاکہ باطنی طلسم کو کھولیں۔ ابتدائی جیت تک شریعت کی چابی کے تقرر کی داد فرمان اور متابعت کے قانون کے موافق نہیں دیتے وہ صورت کے طلسم سے خلاصی نہیں پاتے۔ شریعت کی داد اس طرح دے سکتے ہیں کہ ہر ایک عضو کو اس کام میں مشغول کریں جو اس کے لئے مقرر کیا گیا ہے اور اس کام سے کنارہ کریں جس سے منع کیا گیا ہے تاکہ چابی کے دندے نے طلسم کی بندشوں پر درست بیٹھیں اور فوراً کھل جائے۔ اگر بعض دندے ٹھیک بیٹھیں اور بعض نہ بیٹھیں یا بیٹھ کر پھر ہٹ جائیں تو یہ طلسم ہرگز نہیں کھلے گا۔ ہاں جتنا راست ہوگا اس قدر کھلے گا، اور اس راستی کا اثر زبان پر پہنچے گا اور زبان سے دل پر اور دل سے غیب پر، پھر غیب سے ایمانی نور دل میں پیدا ہوگا اور جس قدر یہ راستی زیادہ ہوتی جائے گی اسی قدر غالب کے ظاہر میں شرعی اعمال کی وجہ سے ایمان کے انوار غیب سے دل میں زیادہ ہوتے جائیں گے کہ لیزد احد ایماننا مع ایماننا لہم رتاکہ ان کے ایمان ایمان سے زیادہ ہو جائیں، یہاں تک کہ صورت غالب کی پرورش شرعی قانون کے موافق کمال کو پہنچ جائے گی جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے لا یستقیم ایمان احد کو حتی یتقیم قلبہ الخ۔ پانچوں حسوں کے بند کی طلسم کشائی کے لئے شریعت کے پانچ رکنوں کو چابی کے دندے نے فرض کرنا اس وجہ سے ہے کہ ان کو سبب پانچ حواس کے نقصان اور پردہ ظاہر ہوا ہے جس نے انہیں چوپایوں کے درجے تک پہنچا دیا ہے بلکہ اس سے بھی نیچے، اگر وہ اسی مرتبہ میں رہیں اور اس قید کو نہ توڑیں اور ان صفات سے خلاصی نہ پائیں تو پھر انہیں کے حق میں اولئک کا لا نفعاً لہم بل ہوا ضل یعنی وہ ڈھور ڈنگر ہیں بلکہ ان سے بھی

زیادہ گمراہ افراتا ہے۔ ڈھور ڈنگر عالم سفلی سے برخورداری حاصل کرتے ہیں۔ اور ان پانچ حواس کے ذریعے جن میں سے ایک دیکھتا ہے اور جو آکھتے تعلق رکھتا ہے سب یہی چاہتے ہیں کہ خوبصورت اور عمدہ چیز کو دیکھیں۔ اور دوسرے سننا جو کان سے تعلق رکھتا ہے سب یہی چاہتے ہیں کہ عمدہ آواز سنیں اور کردہ آواز سے ڈرتے ہیں۔ تیسرے سونگھنا جو ناک سے تعلق رکھتا ہے سب یہی چاہتے ہیں کہ خوشبو سونگھیں۔ چوتھے چکھنا جو تالو سے تعلق رکھتا ہے سب یہی چاہتے ہیں کہ لذیذ کھانا کھائیں، پانچواں چھونا جو سارے بدن سے تعلق رکھتا ہے۔ غرض کہ تمام بدن سے یہی چاہتے ہیں کہ ڈھور ڈنگروں کی سی لذتوں اور شہوتوں کو پورا کریں۔ اور انہیں دوسرے عالم کی باطل خبر نہیں اور ان کے پاس کوئی ایسا آلہ نہیں جن سے وہ عالم علوی اور آخرت سے برخورداری حاصل کر سکیں۔ پس یہ پانچ حسیں آدمی کو دی گئی ہیں اور اسے دوسرے آلات کی وجہ سے جو باقی حیوانات کو حاصل نہیں دوسرے عالموں کی برخورداری دی گئی ہے۔ اگر پورے طور پر ڈھور ڈنگروں کے عالم کے فوائد میں مشغول ہو جائے تو پورے طور پر دوسرے عالموں اور دوسرے فائدوں سے محروم رہ جاتا ہے اور حیوانات کی طرح ہو جاتا ہے۔ بلکہ ان سے بھی بدتر۔ اس واسطے کہ ڈھور ڈنگر چونکہ دوسرے عالموں سے محروم ہیں اس لئے اس کو عالموں کے علم اور دید سے محروم نہیں ہوگی اور اسی واسطے ان کو ۔۔۔۔۔ اس دولت کے کم ہو جانے کے نقصان کی وجہ سے عذاب نہیں ہوگا۔ لیکن انسان کو قیامت کے روز اس دید کے ترمان اور دولت کے ضائع کر دینے کی بابت باز پرس ہوگی اور وہ اپنے مجنسون کو داخل آیت تیردیت

نعماد ملک کبیرا اور جب تو بہشت کی مجموعی حالت کو دیکھے تو وہاں تجھے ہر قسم کی نعمت اور بڑی سلطنت کے ساز و سامان دکھائی دیں گے، کی دولت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دیکھیں گے اور اس دولت کے حرمان اور فرمان کی مخالفت کا عذاب اٹھائیں گے لیکن حیوانات کو ان باتوں میں سے ایک بھی نہیں ہوگی اور اسی وجہ سے بل ہمارا ضل فرمایا ہے۔

اور اگر انسان ڈھور ڈانگروں کے فوائد کو بالکل چھوڑ دے تو اس کے قالب کی تربیت نہیں ہو سکے گی۔ اور اس لئے ان فوائد سے محروم رہ جائے گا۔ پس اسی واسطے شریعت بھیج دی گئی ہے تاکہ حیوانی چراگاہوں پر قبضہ کر کے فرمان الہی کے مطابق کام کرے نہ کہ طبیعت کے فرمان کے مطابق، کیونکہ طبیعت سے سرسبز ظلمت نمودار ہوتی ہے اور فرمان الہی سے نور ہو پیدا ہوتا ہے۔ اس واسطے کہ جب طبیعت کے موافق عمل کرے گا تو اپنے تئیں کچھ خیال کرے گا، اور یہی بات ظلمت اور حجاب کا باعث ہے اور جب فرمان کے مطابق عمل کرے گا تو اس وقت وہ حق کو دیکھے گا اور اپنے تئیں کچھ خیال نہ کرے گا اور یہی عین نور اور رفع حجاب ہے۔ دوسرے یہ بات ہے کہ جو ظلمت اور کدورت قالب میں ان حرکات طبعی کے باعث جو نفس کی مراد کے موافق کی گئی ہوں ظاہر ہو اس کے ذریعے وہ شرعی تقیدات جو مراد نفس کے برخلاف ہوں اٹھ جاتی ہیں، نیز شرع کا ہر ایک رکن اسے پہلی ترار گاہ سے آنا اور پھر خوشی خوشی اپنے مقام میں جس سے مراد رب العالمین کا قرب و جوار ہے جانے کی یاد دلاتا ہے مثلاً لا اله الا الله اسے اس عالم کی خبر دیتا ہے جب کہ اس کے اور

حضرت حق کے درمیان کوئی واسطہ نہ تھا۔ اس سے اس کے دل میں اس حالت کا ذوق اور عالم کا شوق پیدا ہوتا ہے اور واپس جانے کی خواہش کرتا ہے اور اس دنیا سے دل کو ہٹا لیتا ہے اور ڈھور ڈنگروں کی سی لذتیں اُسے ناگوار معلوم ہوتی ہیں جب یہ حالت ہو جاتی ہے تو ایک بندہ دور ہو جاتا ہے۔

نماز ان دو حالتوں کی خبر دیتی ہے ایک حرکاتِ نماز کی صورت سے اور دوسرے مناجاتِ نماز کی صفات سے۔ حرکاتِ نماز کی صورت سے اسی جہان میں آنے کی خبر دیتی ہے اور پھر اس جہان میں واپس جانے پر دلالت کرتی ہے۔ صورتِ نماز میں قیام، رکوع، سجود اور شہد شامل ہیں۔ شہد سے بازگاہِ الہی میں اس کا حضور اور شہود اس جہان میں آنے سے پہلے کا معلوم ہوتا ہے۔ سجود سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ اس جہان میں آیا تو نباتات کے مقام میں ملائکہ تمام نباتات سجود میں ہیں جیسا کہ *والنجد والشجر یسجدان* سے ظاہر ہے۔ سب نے شکلِ سجود سر زمین پر رکھا ہے اس واسطے کہ اس شکل میں عبادت کا سرِ سجود کا مقام ہے جو اس کو غذا پہنچاتا ہے اور نباتات کو غذا جڑوں کی راہ ملتی ہے۔ رکوع اس بات کی خبر دیتا ہے کہ وہ مقامِ نباتی سے مقامِ حیوانی میں آیا اور حیوانات سب کے سب رکوع میں ہیں اور پیٹھ کو خم کئے ہوئے ہیں۔ قیام اس بات کی خبر دیتا ہے کہ انسان مقامِ حیوانی سے مقامِ انسانی میں پہنچ گیا ہے اور تمام انسان قیام کی حالت میں ہیں تو رکوع اور سجود سے قیام کی حالت میں آیا ہے۔

پس نماز میں اس بات کا اشارہ ہے کہ پہلے تو تکبیر کہے یعنی عالمِ حیوانی اور پھر تکبیر کہے اور اس کا پابند نہ رہے اور انسانی مقام سے جو تجربہ اور تکبیر کی شکل

رکوع حیوانی میں آئے جو کہ تواضع، انکسار اور عاجزی کی علامت ہے اور پھر یہاں سے بناتانی خواری اور عاجزی کے سجود میں آئے تاکہ شہد کے پہلے حضور اور شہود تک واپس پہنچ جائے کہ والسجد واقترب سجدہ کرا اور نزدیکی حاصل کہ

۵۔ اسے دل گرتا اور اٹھا دگی در آئی در نہ بشوخ چشتی با عشق کے بر آئی

جب تو اس دروازے سے اندر آئے گا تو اسی سیڑھی کی راہ جس سے تو نیچے اتر اٹھا اور پہنچ جائے گا الصلوٰۃ معراج المؤمنین نماز مومنوں کی معراج ہے۔ ریاضی آں راہ کہ من آدم کدامل است جہاں تا باز شوم کہ کار خام است اے جان

دہر کا مے ہزار دام است اے جان نامرداں را عشق حرام است اے جان

مناجات نمازی کی صفات انسان کو حیوانی اور نفسانی مقام اور لوگوں کی گفتگو سے ملکی مناجات اور حق سے کلام کرنے کے مقام میں لاتی ہے۔ اور مناجات اور باہم کلام کرنے کے ذوق سے اسے است بریکو کا زمانہ یاد آتا ہے کیونکہ نمازی اپنے رب سے نجات مانگتا ہے المصلیٰ نیاجی دہ۔

اگر باقی ہر ایک رکن کے اسرار اور فوائد بیان کئے جائیں تو کتب خانے بھی اس کو برداشت نہیں کر سکتے ہاں اشارتاً کچھ کچھ بیان کیا گیا ہے۔

روزہ اسے وہ عہد یاد دلاتا ہے جب کہ وہ ملائکہ کی صفت میں تھا اور صفات حیوانی کے حجابوں سے محجوب نہیں ہوا تھا کیونکہ کھانا حیوانات کی خاصیت ہے اور نہ کھانا فرشتوں کی صفت ہے نیز اللہ تعالیٰ کی تاکہ اس اشارے سے وہ حیوانی خلق کو چھوڑ کر متعلق باخلاق اللہ ہو جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الصوم فی ذلک اجزى بہ یعنی روزہ خالص میری ملکیت ہے اور میں اس کا

اس کی جزا دیں گا۔ درحقیقت روزہ بارگاہِ الہی سے ہے جو کہ غذا سے پاک
 ہے باقی جو کچھ ہے سب غذا کا محتاج ہے فرشتے اگرچہ غذائے حیوانی نہیں کھاتے مگر
 تمام تسبیح اور تقدیس ان کی غذا ہے اور ہر ایک چیز کے مناسب اس کی غذا ہے۔
 انا اجزی بہ یعنی ہر ایک طاعت کی جزا بہشت ہے اور روزے کی جزا
 تخلیق باعلاق ہے۔

زکوٰۃ میں صفاتِ حیوانی سے تزکیہ نفس حاصل ہوتا ہے اس واسطے کہ حیوان
 کی یہ صفت ہے کہ جمع کرے اور کسی کو نہ دے اور آدمی کو ضروری جمع کرنا پڑتا ہے۔
 اگر اس جمع کئے ہوئے میں سے کچھ نہ دے تو وہ صفتِ حیوانی کی آلائش سے آلود
 رہتا ہے۔ زکوٰۃ دے تاکہ تو اس آلائش سے پاک ہو جائے کہ خذ من اموالہم
 صدقاتہ تطہرہم و تزکیہم۔ ہاں ان کے مال سے صدقہ لے کر اس کے
 ویسے ان کو پاک اور پاکیزہ بنا، ایسا کرنے سے تو صفیاتِ حق سے موصوف ہو
 جائے گا کیونکہ بخشش اور سخاوت اللہ تعالیٰ کی صفت ہے خا ما من اعطی
 و اتقوا و صدق بالحسنیٰ فی سبیلہ للیسیٰ ریس جس نے عطا کی اور پرہیزگاری
 اختیار کی اور اچھی بات یعنی دینِ اسلام کو پس سمجھا تو ہم آسانی کی جگہ یعنی بہشت میں
 پہنچنے کا راستہ اس کے لئے آسان کر دیں گے۔

حج سے اس بات کا اشارہ ہے کہ وہ بارگاہِ الہی کی طرف مراجعت کرتا ہے
 یعنی اے شہرِ انسا نیت کے رہنے والے اور طبیعتِ حیوانی کے مقیم اور ہمارے کعبہ
 وصال سے بے خبر تو کب تک اس منزلِ ہمیں میں مقام کرے گا اور ان من اذواجکم
 و اولادکم عدد السکمر تمہارے بیوی بچے تمہارے دشمن ہیں ان کے علائق میں

پھنسا رہے گا۔ اٹھ اور مردوں کی طرح آ اور ان تعلقات کو بہادرانہ چھوڑ اور جو رو
بچے اور خاندان کو وداع کر، اور دل کو جو ہماری خاص نظر گاہ ہے انسانی تعلقات
کی آلائش سے صاف کر کے ان دل بھانے والی دنیاوی منزلوں سے قدم باہر
رکھ اور نفس اتارہ کے جنگل کو طے کر کے جب تو دل کے حرم گاہ میں پہنچے تو بازگشت
کے پانی سے غسل کر اور بشریت کی پوشاک اور لباس اتار کر عبودیت کے احکام
کا لباس پہن، اور عاشقوں کی طرح بلیک کہتا ہوا معرفت کے عرفات میں آ، اور عنایت
کے جبل الرحمت پر آ، اور ہمارے قرب کے حرم حرم میں قدم رکھ۔ اور اشعار بندگی کے
مشعر الحرام میں پاؤں رکھ، اور وہاں سے میرے منام میں پہنچ کر نفس بھی کو ذبح کر۔
اور پھر ہمارے وصال کے کعبہ کا رخ کر کہ وجہی للذی قطر السموت والارض
میرا رخ زمینوں اور آسمانوں کے پیدا کرنے والے کی طرف ہے) اور جب تو
وہاں پہنچ جائے تو دوع نفاک و تعالے (اپنے نفس کو چھوڑ کر اوپر آجا) کا طواف
کر یعنی اس کے بعد اپنے گرد گرد نہ پھر، اور حجر الاسود سے جو کہ تیرا دل اور یمن ہے
ہمارا عہد تازہ کر اور پھر مقام ابراہیمی میں آ، یعنی ہماری غلت (دوستی) کے مقام
میں۔ اور وہاں پر دو رکعت نماز ادا کر یعنی تو مردوں کی طرح بہشت اور دوزخ کے
بے عبودیت نہ کہ بلکہ ہماری بندگی عاشقوں کی طرح عشق کی وجہ سے کر، پھر جب
تو کعبہ وصال کے دروازے پر پہنچے تو زنجیر کی طرح خودی کے دروازے کو چھوڑ
اور بے خود ہو کر اندر آ جا کیونکہ خوف اور حجاب صرف خودی کی وجہ سے ہوتے
ہیں، اور امن اور وصول بے خودی کی وجہ سے اور بس پھر من داخل کات آ منا
یعنی جو اس میں داخل ہو گیا وہ امن میں آ گیا۔

رباعی اسے دل بے دل بنزاد آں و سر شو

در بارگہ وصالِ او بے سر شو

تنہا زہرِ خلق چو رفتی بدرشن

خود را بدرشن بسال و آنکہ در شو

صورتِ شرع کے بعض تقیدات کا ذکر رمزاً بیان کیا گیا ہے ورنہ اس کی

شرح اور حقائق تو آسمان و زمین کے طبقوں میں بھی نہیں سما سکتے۔

اللَّهُمَّ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ۔ آمین۔ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ وَنُورِ عَرْشِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ

أَجْمَعِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ۔

DATA ENTERED

الصَّلَاةُ مَعْرَاجُ الْمُؤْمِنِينَ

نماز مومنوں کی معراج ہے

معراج المؤمنین

جسمیں

نماز، تلاوت، وضو، دعاء، ذکر، کلمہ طیبہ، سورۃ فاتحہ، درود شریف،
اور اسمائے حسنیٰ وغیرہ کے فضائل اور آداب و اسرار، کلام اللہ، احادیث
نبویٰ اور علمائے ظاہر و باطن کے اقوال کی رو سے بیان کئے گئے ہیں۔

نیز

ہر موضوع سے متعلق تصوف کی تاوروک بند پایہ تصانیف سے اقتباسات
نقل کئے ہیں



ہستم: محمد حلی

شعاع ادب لاہور